تاریخ الامت

(علامہ اسلم جیراج پوری)

جلد چہارم - خلافت عباسیہ

شائع کردہ: ادارۂ طلوع اسلام۔ کراچی

تاریخ الامّت

جلد چہارم

خلافت عبّاسیہ

علامہ محمد اسلم صاحب جیراجپوری

شائع کردہ

ادارہ طلوع اسلام۔ کراچی

جاوید پریس میکلوڈ روڈ کراچی

فہرست تاریخ الامت

جلد چہارم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
		جمعیت مخفیہ	۲۹
		دور اول	۳۲
دیباچہ	۹	دور ثانی	۴۰
بنی عباس	۱۲	انکشاف حقیقت	۴۵
حضرت عباسؓ	-	اعلان خلافت	۴۷
عبداللہ بن عباسؓ	۱۵	خاتمہ بنی اُمیہ	۴۹
علی بن عبداللہؒ	۱۶	خلافت عباسیہ	۵۰
محمد بن علی	۱۷	ممالک اسلامیہ	۵۳
خلافت	۱۸	جزیرۃ العرب	-

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
عراق	۵۴	احوال داخلیہ	۷۴
اقلیم جزیرہ	۵۵	امراء	۷۷
اقلیم شام	۵۶	ولیعہدی	۷۸
مصر	۵۷	وفات	-
مغرب	۵۸	منصور (۲)	۷۹
ماوراء النہر	۵۹	احوال داخلیہ	-
خراسان	۶۰	عبداللہ بن علی	۸۱
اقلیم دیلم	۶۱	ابومسلم خراسانی	۸۳
رحاب	۶۲	محمد بن عبداللہ نفس زکیہ	۸۸
اقلیم الجبال	۶۳	ابراہیم	۱۰۴
خوزستان	-	نظم ولایات	۱۰۷
فارس	۶۴	وزارت	۱۰۸
کرمان	-	ابوایوب	۱۰۹
سندھ	۶۵	ربیع بن یونس	-
ولایت عہد	۶۶	حاجب	۱۱۰
سفاح (۱)	۶۷	کتابت	-

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قضاء	۱۱۰	ابن ابی صالح	۱۲۸
صاحب شرطہ	۱۱۱	احوال خارجیہ	۱۲۹
فوج	-	صفات مہدی	۱۳۰
معن بن زائدہ	"	ولیعہدی	۱۳۲
عمرو بن العلاء	۱۱۳	وفات	۱۳۳
دار الخلافہ	"	ہادی (۴)	۱۳۴
احوال خارجیہ	۱۱۴	احوال داخلیہ	-
صفات منصور	۱۱۶	حسین بن علی	۱۳۵
وفات	۱۱۹	صفات ہادی	۱۳۶
اولاد	"	ولیعہدی	-
مہدی (۳)	۱۲۱	وفات	۱۳۷
احوال داخلیہ	-	ہارون (۵)	۱۳۸
فتنۂ زنادقہ	۱۲۲	احوال داخلیہ	-
وزارت	۱۲۳	حضارۃ بغداد	۱۳۹
ابو عبد اللہ	۱۲۴	علویہ	۱۴۱
یعقوب	۱۲۶	ادریس اول	۱۴۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
افریقہ	۱۴۳	وفات	۱۷۳
خوارج	۱۴۵	امین (۶)	۱۷۴
مشرق	۱۴۶	احوال داخلیہ	۔۔
وزارت	۱۴۹	صفات امین	۱۸۹
برامکہ	۔	مامون (۷)	۱۹۱
یحیٰی بن خالد	۱۵۰	شورش عراق	۱۹۲
فضل بن یحییٰ	۱۵۴	علویہ	۱۹۳
جعفر بن یحییٰ	۱۵۵	فتنۂ مکہ	۱۹۵
موسٰے بن یحییٰ	۱۵۶	فتنۂ یمن	۱۹۷
محمد بن یحییٰ	۱۵۷	وزارت	۲۰۵
زوال برامکہ	۱۵۸	احمد بن خالد	۲۰۶
عبدالملک	۱۶۳	ابن یوسف	۲۰۷
احوال خارجیہ	۱۶۵	ثابت بن یحییٰ	۲۰۸
مغربی روم	۱۶۸	دولت زیادیہ	۲۱۰
قرطبہ	۱۷۰	دولت اغالیہ	۲۱۱
صفات ہارون	۱۷۱	ابراہیم بن مہدی	۲۱۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
زط کی بغاوت	۲۱۳	معتصم (۸)	۲۵۶
نصر بن شبث	۲۱۵	وزارت	۲۵۶
بابک خرمی	۲۱۸	احمد بن عمار و ابن زیات	۲۵۸
فوج	۲۲۲	ابن ابی داؤد	۲۵۹
طاہر بن حسین	۲۲۳	علویہ	۲۶۳
عبداللہ بن طاہر	۲۲۵	فوج	۲۶۳
محاصل	۲۲۶	محاصل	۲۷۲
علوم و فنون	۲۳۰	احوال خارجیہ	۲۷۳
محیط زمین	۲۳۳	صفات معتصم	۲۷۷
رصد گاہ	۲۳۴	وفات	۲۷۹
مجالس علمیہ	۲۳۵	ولایت عہد	-
فتنہ خلق قرآن	۲۳۹	واثق (۹)	۲۸۰
احوال خارجیہ	۲۴۷	وزارت	-
اخلاق و عادات	۲۵۰	فوج	۲۸۱
وفات	۲۵۵	شورش قبائل	..
ولیعہدی	-	مصادرہ کتاب	۲۸۶

مضمون	صفحہ
احوال خارجیہ	۲۸۶
وفات	۲۸۸

باسمہٖ تعالیٰ

تاریخ الامت کے تین حصے اس سے پہلے شائع کئے جا چکے ہیں۔ اب اس کا چوتھا حصہ پیش خدمت ہے۔ پہلا حصہ حضور رسالت مآب کی سیرت طیبہ پر مشتمل تھا۔ دوسرا خلافت راشدہ کے تذکار جلیلہ پر اور تیسرا خلافت بنی امیہ سے متعلق تھا۔ چوتھے حصہ میں خلافتِ عباسیہ کا بیان ہے۔ اس کے بقایا حصے بھی رفتہ رفتہ سامنے آتے جائیں گے۔ وبیدہٖ التوفیق۔

ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام
کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

الحمد للہ کہ تاریخ الامت کے تین حصے جواب تک شایع کئے گئے قوم میں مقبول ہوئے اور علمی حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے۔ بجز ایک آدھ ناواقف کے اکثر اہل قلم نے ان کے اوپر اچھی رائے ظاہر کیں۔ اور مجلس تعلیمیہ ملیہ نے ان کو بامعان نظر ملاحظہ فرما کر قومی نصاب درس میں داخل کرلیا۔

ہندوستان کے ہر گوشے سے ان کی جس قدر مانگ ہوئی اور اہل ملک نے ان کو جس طرح ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ ایک ایسی کتاب کی کس قدر شدت کے ساتھ ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ تاریخ الامت نے اس ناگوار کمی کو پورا کیا۔

اب یہ چوتھا حصہ شایع کیا جا رہا ہے اس میں پوری سو برس کی تاریخ ہے۔ یعنی سنہ ۱۳۲ھ سے جب کہ بنی عباس کی خلافت قائم ہوئی۔ سنہ ۲۳۲ھ تک

نویں عباسی خلیفہ واثق باللہ کی وفات تک کے حالات اس میں آ گئے ہیں۔ یہ زمانہ خلافت عباسیہ کے عروج کا تھا۔ اس کے بعد سے زوال شروع ہو گیا۔ جس کی تاریخ انشاء اللہ پانچویں حصہ میں آئے گی۔

(۲) ان نو خلفاء میں سے بجز ہارون اور مامون کے اور کسی کے حالات اب تک اردو زبان میں مورخانہ حیثیت سے نہیں لکھے گئے۔ ان میں سے بھی الہارون جو سلسلۂ آصفیہ سے شائع ہوئی ہے ایک انگریزی کتاب کا محض کورانہ ترجمہ ہے جو کسی طرح امت کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں تھا۔ کیونکہ یوروپین مصنفین تاریخ اسلام میں بالعموم یہ غلطی کرتے ہیں کہ کتب محاضرات کے قصوں کو لے کر جو بازاری خرافات کا مجموعہ ہیں اپنے حسب منشاء نتائج ان سے نکالتے ہیں۔ یہ کتاب بھی اس قسم کے اغلاط سے پُر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امت کی تاریخ قومی میراث ہے اغیار کے زاویۂ نظر سے اس کو اپنی قوم کو دکھلانا ایک جُرم قبیح ہے۔

(۳) ایک عجیب بات یہ ہے کہ عوام میں تاریخی اشخاص میں سے جو کسی لحاظ سے مقبول ہو گیا ہے اس کی ہر ایک بات ان کے نزدیک پسندیدہ ہے اور جس کو کسی وجہ سے انھوں نے بُرا خیال کر لیا ہے اس میں کسی خوبی کو نہیں مانتے۔ ان کے ذہن میں اس طرح کا کوئی تاریخی انسان جس شکل سے آتا ہے۔

جس میں بھلائی اور برائی دونوں پائی جاتی ہوں۔ حالانکہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے تمام بنی آدم اسی قسم کے ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں جن لوگوں کا ذکر کیا ہے ان کے عیب و ہنر دونوں کو دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ بلا اس کے تاریخی بصیرت پیدا نہیں ہو سکتی۔

(۴) ہم نے اس کتاب کا عمود تاریخ خلافت کو قرار دیا ہے۔ اسی کا حال آخر تک انشاء اللہ تعالیٰ مسلسل لکھیں گے۔ اور جس جس عہد میں جو جو حصے اس میں شامل یا اس سے الگ ہوتے گئے ہیں ان کو ضمناً دکھلاتے جائیں گے۔

چونکہ ہم نے فائدۂ عام کے خیال سے اس کتاب کو ضروری تاریخی معلومات پر محدود رکھنا اور اس میں صرف سیاسی حالات لکھنے پر اکتفا کرنا مناسب سمجھا اس لئے علمی کیفیات کو جن کے لئے ایک دفتر درکار تھا مفصلاً نہیں بیان کیا مختصراً ذکر کر دیا ہے۔

علاوہ بریں خلافت عباسیہ میں جو علمی تحریک شروع ہوئی وہ اس کی شوکت و قوت یا ضعف و انحطاط کی تابع نہیں رہی چنانچہ سلجوقیوں کے زمانہ میں یہ خلافت اگرچہ بے حد کمزور ہو گئی تھی لیکن علمی تحریک اس وقت بھی زبردست تھی۔ اسلئے علمی تاریخ کے واسطے ایک جداگانہ مستقل کتاب کی ضرورت ہے جسمیں وہ سلسلہ وار ترتیب کے ساتھ لکھی جائے عام تاریخ میں میرے خیال میں اسکی تفاصیل کا شامل کرنا موزوں بھی نہ تھا۔

محمد اسلم جیراجپوری۔ ۱۵ شعبان ۱۳۴۱ھ۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔

بنی عباسؓ

عبد المطلب بن ہاشم کے اگرچہ دس بیٹے تھے لیکن ان کے دو بیٹوں ابو طالب اور عباس کی اولاد کثرت کے ساتھ بڑھی۔ اور افریقہ سے لیکر وسط ایشیا تک اسلامی ممالک کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

تاریخ اسلام میں ان دونوں خاندانوں کا عظیم الشان حصہ ہے اس موقع پر ہم عباسی خاندان کا حال لکھتے ہیں۔

حضرت عباسؓ

ان کی والدہ نتیلہ بنت جناب تھیں ولادت عام فیل سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن میں تین سال بڑے تھے۔

حضرت عباس عقلاء اور سادات بنی ہاشم میں سے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو گو اس وقت یہ اسلام نہیں لائے لیکن ان کے ساتھ خلوص بے حد رکھتے تھے۔ چنانچہ بیعت عقبہ ثانیہ میں جب نبی صلی اللہ

علیہ وسلم رات کے پچھلے پہر انصار سے ملنے کو تشریف لائے تو حضرت عباس بھی ان کے ساتھ تھے اور انہوں نے انصار کو مخاطب کر کے کہا کہ :۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں اپنی قوم میں عزت اور امن کے ساتھ ہیں تم لوگ جو ان کو اپنے شہر میں لے جانا چاہتے ہو تو یہ سوچ لو کہ تم کو سارے عرب سے لڑنا پڑے گا۔ لہذا ابھی سے خوب سمجھ کر مشورہ کر لو اگر تم اپنے اندر محافظت اور مدافعت کی قوت پاتے ہو تو لے جاؤ ورنہ باز رہو کیونکہ وہی بات اچھی ہوتی ہے جو سچی ہو۔

یہ سنکر انصار نے جان نثاری کے وعدے کئے اور حضرت براء بن معرور انصاری نے فرمایا کہ :۔

اگر ہمارے دل میں کوئی اور بات ہوتی تو اس کا اظہار کرنے میں ہم کو کوئی باک نہ تھا۔ ہم لوگ وفادار اور راست باز ہیں اور اپنی جانوں کو رسول اللہ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جب انصار بیعت کرنے لگے اس وقت حضرت عباس ان کو تاکید کرتے تھے کہ دیکھو! جو کچھ عہد کرتے ہو اس کو پورا کرنا۔

جنگ بدر کے لئے جب کل قریش بلا استثنار مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلے تو حضرت عباس اور ان کے دونوں بھتیجوں طالب اور عقیل کو بھی قوم کے ساتھ مجبوراً نکلنا پڑا۔ یہی سبب تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

صحابہ کو حکم دے دیا تھا کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی تمہارے سامنے پڑ جائے تو اس کو قتل نہ کرنا۔ چنانچہ یہ لوگ گرفتار ہوئے اور حضرت عباس نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا۔ پھر مکہ میں قیام پذیر رہے۔ یہاں جو کمزور مسلمان کفار کی سختیوں میں گرفتار تھے ان کی دستگیری کرتے تھے اور آنحضرت صلعم کو حالات سے اطلاع دیتے رہتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مدینہ آنے کی اجازت طلب کی۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں لکھا کہ تمہارا وہاں رہنا زیادہ مفید اور اچھا مجاہدہ ہے اس وجہ سے نہیں آئے۔ جب صلح حدیبیہ ہو چکی اور قبائل میں آمد و رفت ہونے لگی اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔

۸ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ پر چڑھائی کی تو حضرت عباس ساتھ تھے۔ ان کا دردمند دل اپنی قوم قریش کے لئے بے چین تھا۔ جب مکہ کے قریب یہ لشکر خیمہ زن ہوا۔ تو رات کو نکلے راستہ میں ابوسفیان سے جن کے ساتھ بچپن سے ان کو دلی محبت تھی ملاقات ہوئی ان کو اپنی پناہ میں لائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے پاس لے جاکر اسلام کی حقیقت سمجھائی چنانچہ وہ صبح کو آنحضرت کی خدمت میں جاکر مسلمان ہوئے۔

حضرت عباس کی سفارش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے گھر کو امان کے لحاظ سے خانۂ کعبہ کے برابر کر دیا جس کی وجہ سے انھوں نے مکہ

میں پہنچکر قریش کو ڈرایا اور لڑائی سے روکا۔ جس سے بلا جنگ کے مکہ میں مسلمان داخل ہو گئے۔ قریش کشت و خون سے بچ گئے اور امان عام پانے کے بعد اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہو گئے۔

جنگ حنین میں بھی حضرت عباس شریک تھے اور جس وقت سب کے منہ دشمنوں کے تیروں سے پھر گئے تھے اس وقت بھی یہ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے خچر کی لگام تھامے ہوئے رہے۔

آنحضرت ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اور آپ کے بعد خلفاء کا بھی یہی برتاؤ رہا۔

حضرت عباس کی وفات حضرت عثمان کے عہد میں یوم جمعہ ۱۲ رجب ۳۲ھ کو مدینہ میں ہوئی۔ عمر ۸۸ سال کی تھی بقیع میں دفن ہوئے ان کے بیٹوں میں فضل سب سے بڑے تھے اسی وجہ سے ان کی کینت ابو فضل تھی۔ باقی اولاد یہ ہیں۔

عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمٰن، قثم، معبد، ام حبیبہ، ان سب کی والدہ لبابہ بنت حارث تھیں۔ دو بیٹے کثیر اور تمام اور دو بیٹیاں صفیہ اور امیمہ ام ولد سے تھیں۔ ایک بیٹا حارث نامی جمیلہ بنت جندب ہذلی کے شکم سے تھا۔ لیکن بجز عبداللہ کے کسی کی نسل نہیں چلی۔

عبداللہ بن عباس ان کی پیدائش ہجرت سے تین سال قبل ہوئی

تھی۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت ان کی عمر بارہ سال کی تھی آنحضرت صلعم ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور ان کے لئے دعا بھی مانگی تھی کہ اللھم فقھہ فی الدین" چنانچہ جماعت صحابہ میں قرآن دانی میں ممتاز تھے علمائے اسلام میں ان کا لقب اسی وجہ سے حبر امت ہے۔ فصاحت اور طلاقت میں مشہور تھے۔ حضرت عمر ان سے بہت محبت رکھتے تھے اور باوجود کم سن ہونے کے بھی ان کو اپنی مجلس مشورہ میں شریک کرتے تھے۔ حضرت عثمان نے اپنی محصوری کے زمانہ میں انھیں کو امیر الحاج بنایا تھا۔

جب حضرت علی خلیفہ ہوئے تو یہ ان کے حامی اور مددگار رہے انھوں نے ان کو بصرہ کا والی کر دیا لیکن کچھ دنوں کے بعد ان کے اوپر یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے بیت المال میں سے کوئی رقم لے لی ہے اس وجہ سے حضرت علی کا ساتھ چھوڑ کر طائف میں چلے گئے اور وہیں اقامت اختیار کی۔

امیر معاویہ اپنے زمانہ میں ان کی بہت تعظیم کرتے تھے اور ان کے ساتھ وہی محبت کرتے تھے جو ابوسفیان کو عباس کے ساتھ تھی۔

عبداللہ بن عباس نے ۶۸ھ میں طائف میں انتقال کیا۔

علی بن عبداللہ

یہ اسی رات کو پیدا ہوئے جس رات میں حضرت علی ابن ابی طالب نے وفات پائی تھی۔ اسی وجہ سے ان کا نام علی رکھا گیا تھا۔ نہایت حسین آدمی تھے اور اس قدر بلند و بالا کہ طواف

میں جس وقت ہجوم ہوتا تھا اس وقت ایسے نظر آتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ کھڑے ہیں۔

خلفاء بنی امیہ نے ایک گاؤں حمیمہ جو مدینہ سے دمشق جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے ان کو جاگیر میں دیا تھا اسی میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ ۲۲ بیٹے اور ۱۱ بیٹیاں چھوڑیں۔ بیٹوں میں سب سے بڑے محمد تھے اور وہی ان کے جانشین ہوئے۔

محمد بن علی دعوت عباسی کی بنیاد ان ہی سے پڑی یہ امام ابراہیم اور ابو العباس سفاح خلیفۂ اول اور ابو جعفر منصور خلیفۂ دوم عباسی کے والد تھے۔

اس موقع پر مختصراً یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ عباسیوں میں خلافت کا خیال کیونکر پیدا ہوا۔

خلافت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مرض الموت میں تھے اس وقت حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا کہ محمد صلعم کے بچنے کی امید کم ہے کیونکہ آخری وقت میں بنی ہاشم کی جو صورت ہو جاتی ہے اس کو بارہا میں دیکھ چکا ہوں اور خوب پہچانتا ہوں۔ لہذا تم ان کی خدمت میں جا کر خلافت کے معاملہ کو طے کر لو۔ اگر بنی ہاشم میں رہے تو خیر ورنہ جو خلیفہ ہو اس کو ہمارے متعلق وصیت فرما دیں۔ حضرت علی نے جانے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خلافت سے محروم کر دیا تو پھر وہ قیامت تک کبھی ہم کو نہیں مل سکے گی۔

آنحضرت کی وفات کے بعد جمہور اہل اسلام نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین رشتہ دار حضرت عباس تھے۔ پھر حضرت علی۔ حضرت عباس اگرچہ رشتہ میں قریب تر

اور سن میں بزرگ تر تھے۔ لیکن حضرت علی کو سابقہ اسلامی اور خدمت دینی کا شرف ان سے بڑھکر حاصل تھا۔ علاوہ بریں حضرت فاطمہ بنت رسول ان کی زوجیت میں تھیں اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے تھے۔ اسی خیال کی بنیاد پر وہ حضرت ابوبکر کی بیعت عام میں شریک نہیں ہوئے۔ چھ مہینے کے بعد جب حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا اس وقت آکر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت ابوبکر کے بعد جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو حضرت علی اور عباس دونوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت عمر کے بعد خلافت جب رجال شوریٰ میں آئی تو حضرت علی کو قوی امید ہو گئی کہ ان کا انتخاب ہو جائے گا لیکن کثرت رائے سے حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے اس سے حضرت علی کبیدہ خاطر ہو گئے۔

حضرت عثمان کی خلافت کے ساتویں سال ۳۰ھ میں بڑے بڑے اسلامی مرکزوں میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ خلافت حضرت عثمان سے نکال کر حضرت علی کو دلائی جائے کوفہ، بصرہ، شام اور مصر میں ایک جماعت نے اس خیال کو پھیلانا شروع کیا جس کا سرغنہ عبداللہ بن سبا تھا۔

ان لوگوں نے حضرت عثمان کے والیوں کے بیشتر فرضی افسانے مشہور کرنے شروع کئے اور عوام کو ان کی طرف سے بدظن کرنے لگے۔

اسی قسم کے خطوط ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجے جاتے تھے۔ وہاں کے اہل فتنہ ان کو لوگوں میں شائع کرتے تھے۔ عوام اس کو سنکر رنج اور افسوس کرتے تھے کہ فلاں شہر میں مسلمانوں پر اس قسم کے مظالم ہو رہے ہیں۔ بصرہ والے کوفیوں پر اور کوفہ والے بصریوں پر ترس کھاتے تھے اور ہر ایک یہ کہتا تھا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم اس آفت سے محفوظ ہیں مدینہ میں جہاں ہر طرف سے خطوط پہنچتے تھے لوگ سب کی حالت زار پر ہمدردی کا اظہار کرتے تھے اور شکر کرتے تھے کہ ہم عافیت میں ہیں اس طرح پر ان فتنہ پردازوں نے عام اہل اسلام کو والیان صوبجات کے مظالم کے جھوٹے افسانوں سے متاثر کر کے برگشتہ کر دیا۔

حضرت عثمان نے تحقیقات کے لئے اطراف و دیار میں معتبر صحابہ کو بھیجا۔ معلوم ہوا کہ یہ تمام شکایات مصنوعی ہیں۔ صرف چند اشخاص ہی کی تہ میں ہیں جن کی سازش سے جعلی خطوط جا بجا مخفی طور پر بھیجے جاتے تھے۔

حضرت عثمان چونکہ نرم خو تھے اور اس بات سے بہت ڈرتے تھے کہ ان کی ذات سے کسی فتنہ کا آغاز ہو جائے اس لئے انھوں نے اس مفسد جماعت کی تفتیش نہیں فرمائی نہ اس کی سزا کے درپے ہوئے یہاں تک کہ ان لوگوں نے خود حضرت عثمان کی شکایت شروع کی اور ان کے اوپر الزامات لگائے پھر مصر، کوفہ اور بصرہ تینوں مقامات سے اس جماعت کے لوگ ان کے

پاس آئے اور رود روان شکایات کو بیان کیا۔ حضرت عثمان نے ان کے جوابات دے کر رخصت کر دیا اور اس وقت بھی ان کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔

چند روز کے بعد یہ لوگ پلٹ کر پھر مدینہ میں آگئے اور ایک جعلی خط لاکر دکھایا کہ حضرت عثمان نے یہ مصر کے والی کے نام لکھا ہے کہ جب ہم وہاں پہنچیں تو وہ ہم کو سزائیں دے۔ اس پر حضرت عثمان کے دستخط اور ان کی مہر بھی بنی ہوئی تھی۔ جس وقت یہ خط ان کو دکھایا گیا انھوں نے اللہ کو گواہ کر کے کہا کہ میں نے اس کو نہیں لکھا۔ نہ مجھ کو اس کا علم ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر یہ فعل آپ کا نہیں ہے تو آپ کے کاتب مروان کا ہے اس کو ہمارے حوالہ کیجئے۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ دستخط کے مشابہ دستخط اور ایک مہر کی طرح دوسری مہر بھی بن سکتی ہے ثبوت کے لئے دو گواہ عادل چاہئیں۔

ان لوگوں نے یہ سنکر بغاوت کا اعلان کر دیا اور حضرت عثمان کو ان کے گھر میں محصور کر لیا۔ پھر چند روز کے بعد اس میں آگ لگا دی۔ اور اندر گھس کر ان کو قتل کر ڈالا۔

خلیفہ ثالث کو قتل کر کے ان لوگوں نے حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کی مگر ان کو کبھی ایک دن اطمینان نہ مل سکا اور وہ اپنے چند سالہ عہد خلافت میں بصرہ، نہروان، اور صفین کی لڑائیوں میں مبتلا رہے۔

آخر میں پنچوں نے ان کو خلافت سے معزول کیا اور جب انھوں نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا تو ایک خارجی نے رمضان سنہ ۴۰ھ میں رات کو چھپکر ان کے خنجر مارا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔

معاویہ بن ابی سفیان کی طاقت اس وقت بڑھ گئی تھی اور شام حجاز، یمن اور مصر کے لوگ ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر چکے تھے۔ اس وجہ سے حضرت علی کے بعد جمہور اہل اسلام کا انھیں کی طرف میلان ہوا صرف کوفہ جو شیعۂ علی کا مرکز تھا ان کی بیعت سے خارج رہا۔ کیونکہ یہاں کے لوگ حضرت علی کو نہ صرف امیر معاویہ بلکہ خلفائے سابقین سے بھی افضل سمجھتے تھے۔

ان لوگوں نے حضرت علی کے بعد امام حسن کو ان کا جانشین بنایا۔ امیر معاویہ فوجیں لے کر آئے۔ پہلے ہی حملہ میں عراقیوں نے شکست کھائی اور امام حسن زخمی ہو گئے اس لئے انھوں نے سمجھ لیا کہ انھیں عراقیوں کے عدم اخلاص کی وجہ سے میرے والد اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ لہذا ان سے مجھے بھی کچھ توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ یہ سوچ کر امیر معاویہ سے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور مدینہ میں آکر قیام پذیر ہو گئے اور وہیں سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی۔

امیر معاویہ نے نہایت حلم۔ فیاضی۔ دانشمندی اور فرزانگی کے ساتھ خلافت کا کام کیا جس سے ان کی مخالفت کا جوش فرو ہو گیا اور اہل بیت

کی خلافت کی دعوت بھی دب گئی اگرچہ مناسب وقت کے انتظار میں وہ دلوں میں مخفی رہی۔

امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یزید کے لئے ولیعہدی کی بیعت لی اس وقت چند افراد کی طرف سے مخالفت ظہور میں آئی اور جب ان کے بعد یزید خلیفہ ہوا تو مکہ۔ مدینہ اور کوفہ تین مقامات میں اس کے خلاف شورش برپا ہوئی۔

مکہ میں عبداللہ بن زبیر نے پناہ لی تھی وہاں انھوں نے اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کیا۔

مدینہ میں ایک جماعت مخالفت کے لئے کھڑی ہوئی جس نے یزید کی بیعت فسخ کردی۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو فوج دے کر روانہ کیا اس نے وہاں پہنچکر نہایت سختی کے ساتھ اس بغاوت کو دبایا۔

کوفہ کے شیعہ اہل بیت نے قاصد اور خطوط بھیج کر امام حسین کو طلب کیا کہ ان کو خلیفہ بنائیں امام موصوف باوجود اس کے کہ ان کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کا تجربہ حضرت علی اور امام حسن کے ساتھ رہا تھا خود دیکھ چکے تھے مگر پھر بھی ان کے بلاوے پر بلا کسی فوج ساز و سامان کے روانہ ہوگئے وہاں پہنچکر عبیداللہ بن زیاد کی فوجوں سے مقابلہ ہوا اور آخر ان ہی کوفیوں نے جن میں ایک شخص بھی شام کا نہ تھا ان کو اور ان کے

قافلہ کو قتل کر ڈالا۔

یہ حوادث گذر گئے۔ ۶۴ھ میں یزید بھی مر گیا۔ اب عبداللہ ابن زبیر کی خلافت کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا۔ اور اہل حجاز، مصر اور عراق سب ان کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ حجاز میں بنی ہاشم کے صرف چند اشخاص رہ گئے تھے۔ جنہوں نے ان کی بیعت نہیں کی تھی۔ مثلاً محمد بن ابی طالب جو ابن الحنفیہ کے نام سے مشہور ہیں اور عبداللہ بن عباس وغیرہ۔ ابن زبیر نے ان لوگوں کو قید کر دیا۔

شام میں بنی امیہ نے مروان بن حکم کو خلافت کے لئے اٹھایا وہاں کچھ لوگ ابن زبیر کے حامی تھے ان میں اور بنی امیہ میں ایک جنگ عام شروع ہو گئی۔

اس ہنگامے میں ایک شخص مختار بن ابی عبید ثقفی ۶۶ھ میں اٹھا اس نے چاہا کہ اس فتنہ اور شورش میں عراق پر اپنا تسلط قائم کرے۔ اہل عراق چونکہ اہلبیت کے طرفدار تھے اس لئے ان کی امداد حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اہل بیت کی حمایت اختیار کی جائے۔ چنانچہ اس نے امام حسین کے قصاص لینے کے نام سے جھنڈا بلند کیا اور محمد بن الحنفیہ کی بیعت کی طرف جو اس وقت حضرت علی کے سب سے بڑے بیٹے تھے لوگوں کو بلایا اور ان کا لقب امام مہدی مشہور کیا۔

مختار نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی مؤثر عبارتیں اور خطبے خواہ سچے ہوں یا جھوٹ استعمال کئے اس کی کثرت دروغ بافی کی وجہ سے عقلاء کوفہ نے اس کا لقب کذّاب رکھا تھا۔

اس نے رؤسار شیعہ کو اپنے ساتھ ملایا اور اپنے آدمی بھیج کر محمد بن الحنفیہ کو جو مکہ میں قید تھے چھڑا لیا۔

اس سال مسلمانوں میں ایسا تفرقہ تھا کہ میدان عرفات میں چار مختلف علم مجتمع ہو گئے تھے۔ ایک ابن زبیر کا۔ دوسرا بنی امیہ کا تیسرا محمد بن الحنفیہ کا اور چوتھا خوارج کا۔ لیکن خیریت رہی اور حرم میں خونریزی نہیں ہوئی۔

مختار کی چیرہ دستیوں کو دیکھ کر عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کی قیادت میں ایک فوج اس کے استیصال کے لئے روانہ کی چونکہ شرفاء و کبرائے عراق مختار کی نیت اور اس کے افعال سے واقف ہو چکے تھے اس لئے انھوں نے مصعب کا ساتھ دیا۔ وہ غالب آئے اور مختار مارا گیا۔

آخری وقت میں جب وہ دارالامارت میں محصور ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے، ایک شخص نے کہا کہ یہ تم کو کیا ہو گیا تھا کہ خواہ مخواہ کھڑے ہو گئے اور لاکھوں آدمیوں کو مصیبت میں ڈال دیا مختار نے کہا کہ میں نے یہ دیکھا کہ شام میں مروان اور حجاز میں ابن زبیر اپنی اپنی خلافت کے دعوے کر رہے ہیں مجھے یہ خیال ہوا کہ کیا میں ان میں سے کسی سے کم ہوں۔

شام میں بنی امیہ غالب آ گئے لیکن مروان کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا عبد الملک خلیفہ ہوا۔ اس نے مصر اور عراق پر بھی غلبہ حاصل کر کے اپنی بیعت لے لی۔ اب صرف حجاز رہ گیا۔ ۷۲ھ میں اس نے حجاج کو فوج دے کر مکہ کی طرف بھیجا ابن زبیر مارے گئے اور تمام ممالک اسلامیہ پر عبد الملک کی خلافت مسلم ہو گئی۔

محمد بن الحنفیہ نے بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ لیکن باوجود اس کے شیعہ ان ہی کو خلافت اور امامت کا حقدار سمجھتے رہے اور جب انھوں نے انتقال کیا تو ان میں سے بعضوں نے ان کی موت کا انکار کر دیا۔ اور کہا کہ وہ مرے نہیں ہیں۔ بلکہ غائب ہو گئے ہیں بتھوڑے دنوں کے بعد ان کا ظہور ہوگا اور وہ خلافت لے لیں گے۔ لیکن اکثروں نے ان کے بیٹے ابو ہاشم کو ان کا جانشین تسلیم کر لیا یہ لوگ کیسانیہ کہے جاتے ہیں کیونکہ یہ مختار ثقفی کے ساتھی تھے جس کا لقب کیسان تھا۔

شیعہ امامیہ نے علی بن حسین یعنی زین العابدین کو امام بنایا جنہوں نے یزید نیز عبد الملک کے ہاتھ پر بھی بیعت کی تھی اور جو کبھی اپنی ذات کے لئے خلافت کے طالب نہیں ہوئے ان کے بعد ان کے بیٹے محمد باقر کو۔ اس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ امامت حضرت علی کی اس اولاد میں محدود ہے جو حضرت فاطمہ سے ہے اور چونکہ امام حسین نے اسی معاملہ میں اپنی جان دیدی

اس لئے یہ ان ہی کی نسل میں آگئی

دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی رسول اللہ صلعم کے وصی تھے اس لئے آنحضرت کے بعد امام اول وہی ہیں جو ان کے بعد امام حسن پھر امام حسین اور پھر ان کے بیٹے زین العابدین ان کے بعد ہر فاطمی جو علم سخاوت اور شجاعت سے موصوف ہو امام ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے زید بن علی بن حسین کو اپنا امام تسلیم کر لیا۔ یہ زیدیہ کہلائے اور اب تک اسی نام سے مشہور ہیں۔

کیسانیہ کے امام ابو ہاشم حمیمہ میں چلے گئے تھے وہیں بیمار ہو کر انتقال کر گئے۔ چونکہ انھوں نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا تھا اس وجہ سے بنی عباس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ علی بن عبد اللہ کو اپنے حق امامت کی وصیت کر گئے ہیں۔ فرقہ کیسانیہ اس بنیاد پر ان کا طرفدار ہو گیا۔ لیکن علی بن عبد اللہ صرف نام کے وصی تھے۔ کام جو کچھ کیا ان کے بیٹے محمد نے کیا۔ اور وہی ان کے بعد امام بھی قرار پائے۔

جس زمانہ میں علی بن عبد اللہ نے وفات پائی تقریباً اسی زمانہ میں امامیہ کے امام محمد باقر کا انتقال ہوا۔ امامیہ نے ان کے بیٹے جعفر صادق کو امام تسلیم کر لیا۔ یہ لوگ کبھی طالب خلافت نہیں ہوئے البتہ زیدیوں نے امام زید کی حمایت اور نصرت کا علم کوفہ میں بلند کیا وہ مقتول اور مصلوب ہوئے پھر

ان کے بعد ان کے بیٹے یحییٰ کو اٹھایا ان کا انجام بھی یہی ہوا۔

لیکن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نہایت عقیل اور دانشمند تھے۔ انھوں نے یہ سوچ لیا کہ خلافت اور سلطنت کا ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل کرنا فوری جوش کے ساتھ ممکن نہیں ہے اور تاوقتیکہ ایک کثیر التعداد اس مقصد کی حمایت کے لئے تیار نہ کی جائے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے انھوں نے اپنے شیعوں میں سے داعیوں کی ایک جماعت منتخب کی کہ جو لوگوں میں اہل بیت کی امامت کی تبلیغ کرے اور کسی شخص کا نام نہ لے کیونکہ یہ خوف تھا کہ اگر کسی امام کا نام متعین کر دیا جائے گا تو جس وقت بنی امیہ کو خبر ہو گی وہ اس کو قتل کر ڈالیں گے۔

انھوں نے تبلیغ کے دو مرکز قرار دیئے۔ کوفہ اور خراسان۔

کوفہ کو تو اس وجہ سے منتخب کیا کہ وہ شیعہ کا اصلی گہوارہ تھا۔ اور خراسان کو اس خیال سے کہ وہاں کے لوگ نومسلم، جاہل اور اسلامی حریت، مساوات اور جمہوریت کے مفہوم سے ناآشنا تھے۔ ان کے یہاں سلاطین اور ملوک کی جو تاریخ تھی اس کے لحاظ سے ان کو یہ سمجھا دینا بہت آسان تھا کہ رسول اللہ صلعم کے قریبی رشتہ دار اور اہل بیت خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ علاوہ بریں اہل ایران و خراسان زمانہ قدیم سے صاحب ریاست حکومت تھے اور بنی امیہ نے ان کو بالکل محکوم بنا رکھا تھا اور حکومت میں

کسی قسم کا حصہ نہیں دیا تھا اس لئے وہ دل سے انقلاب کے خواہاں بھی تھے۔
چنانچہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو خراسان روانہ کرتے وقت جو
تقریر کی تھی اس میں کہا تھا کہ :۔

کوفہ اور سواد کوفہ کے باشندے حضرت علی اور ان کی اولاد کے
شیعہ ہیں۔ بصرہ اور بس کے اطراف کے لوگ عثمانی ہیں جن کا یہ خیال ہے
کہ بندہ مقتول بن قاتل نہ بن۔ اہل جزیرہ دین سے خارج ہیں۔
نام مسلمانوں کے۔ اخلاق عیسائیوں کے۔ شام والے جاہل اور سرکش
ہیں اور سوائے بنی امیہ کے کسی کو نہیں جانتے بلکہ اور مدینہ والوں پر
ابوبکر اور عمر کی عقیدت غالب ہے۔ لہٰذا تم لوگ مشرق کا رخ کرو
جدھر سے دنیا کا چراغ (سورج) نکلتا ہے وہاں کے لوگوں کے
دل سادے، سینے چوڑے، بدن قریہ اور سر بڑے ہیں اور وہ
تعداد میں بھی بہت ہیں۔

جمعیت خفیہ تبلیغ کی یہ جمعیت دوسری صدی ہجری کے آغاز میں عمر بن
عبدالعزیز کے عہد خلافت میں قائم کی گئی۔ گو اس وقت
علی بن عبداللہ زندہ تھے لیکن اصل کام کرنے والے ان کے بیٹے محمد تھے۔
کوفہ کے مرکز میں انھوں نے اپنے خاص خانہ زاد غلام میسرہ کو متعین
کیا اور خراسان میں محمد بن خنیس، اور ابو عکرمہ سراج دو شخصوں کو بھیجا کہ

دو مختلف مقامات پر قیام کریں۔

مندرجہ ذیل بارہ نقیب منتخب کئے گئے:۔

(۱) سلیمان بن کثیر خزاعی (۲) مالک بن ہیثم خزاعی

(۳) طلحہ بن زریق خزاعی (۴) عمرو بن اعین خزاعی

(۵) عیسیٰ بن اعین خزاعی (۶) قحطبہ بن شبیب طائی

(۷) لاہز بن قریظہ تمیمی (۸) موسیٰ بن کعب

(۹) قاسم بن مجاشع (۱۰) ابو داؤد خالد بن ابراہیم شیبانی

(۱۱) ابو ہریرہ شبل بن طہمان الحنفی (۱۲) عمران بن اسمٰعیل المعیطی

ان نقیبوں کی ماتحتی میں ستر اشخاص اور مقرر کئے گئے کہ ان کی ہدایت کے مطابق کام کریں[1]۔ طریقہ کار کے لئے خود محمد بن علی نے ایک دستور العمل لکھکر ہر ایک کو اس کی ایک ایک نقل دے دی۔

یہ دعاۃ اسی وقت جاکر اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک تہائی صدی کی کوشش کے بعد اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے یعنی ۱۳۲ھ میں انھوں نے محمد بن علی کے بیٹے سفاح کو کوفہ میں خلیفہ بنایا۔ اور بنی امیہ کی خلافت کا خاتمہ کر دیا۔

---

[1] اسی سے صوفیہ نے طریقہ تبلیغ اخذ کیا۔ امام کی جگہ غوث اور دو قائم بالامر کی بجائے دو قطب پھر بارہ ابدال اور ستر اوتاد۔

یہ مدت عمل دو دور میں منقسم ہے۔ دور اول میں دعوت محض زبانی اور خیالی تھی۔ کیونکہ ان مبلغین کے پاس کوئی قوت اس وقت نہ تھی۔ جس سے کام لیتے۔ علاوہ بریں اس زمانہ میں بنی امیہ میں شقاق و نفاق باہمی زیادہ نہیں تھا۔ اور ان کی شوکت غالب تھی اس لئے ان کے خوف سے یہ لوگ مخفی طور پر اپنے خیالات کی اشاعت اور تبلیغ کرتے تھے یہ حالت ۲۹ سال تک رہی۔

دور ثانی میں جب ان کا حلقۂ اثر بڑھ گیا اور ابو مسلم خراسانی امام کی طرف سے امیر ہو کر آیا تو اس نے قوت سے کام لینا شروع کیا۔

دَورِ اوّل

(سنہ ۱۰۰ھ سے سنہ ۱۲۸ھ تک)

سنہ ۱۰۰ھ سے ان داعیوں نے خراسان میں اپنی تبلیغ شروع کی۔ ظاہر میں سوداگروں کے بھیس میں گھومتے اور خفیہ طور پر لوگوں کو امامت اہلبیت کی تلقین کرتے اور وہاں سے اپنی کارروائیوں کی کیفیت کوفہ میں بھیجتے۔ قائم کوفہ ان کو حمیمہ میں امام کے پاس ارسال کرتا تھا۔

نیز ہر سال مکہ میں حج کے موقع پر ان میں سے کچھ لوگ جاتے۔ وہاں امام سے ملکر اس کو مفصل حالات سے آگاہ کرتے۔ اور ہدایتیں اور احکامات لے کر پھر واپس آتے۔ اس طرح پر خراسان سے حمیمہ تک تعلقات قائم تھے۔ امام کا حمیمہ میں قیام ان کارروائیوں کے اخفا میں بہت ممد و مفید تھا۔ علاوہ بریں دارالخلافہ کے قرب کی وجہ سے وہ وہاں کے حالات سے بھی اچھی طرح باخبر رہتے تھے۔

سنہ ۱۰۲ھ میں امیر خراسان سعید خزیمہ کو ایک تمیمی شخص نے اطلاع

دی کہ اس دیار میں بعض لوگ اس قسم کے پائے جاتے ہیں جو امامت اہل بیت کی بیعت لیتے ہیں۔ سعید کے پتہ لگا کر ان کو بلایا۔ اور پوچھا کہ تم کس قسم کی باتیں یہاں پھیلاتے ہو کیا تم اہلبیت کی طرف سے داعی ہو کر آئے ہو۔

ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تو سوداگر ہیں۔ ہم کو دعوت اور تبلیغ سے کیا تعلق۔ اس نے کہا کہ تم کو یہاں اگر کوئی شخص پہچانتا ہو تو اس کو لاؤ۔ وہ ربیعہ اور یمین کے چند اشخاص کو لے گئے۔ جنہوں نے یہ کہا کہ ہم ان کو جانتے ہیں اور ان کی طرف سے ضامن ہیں۔ یہ کوئی کام آپ کی منشاء کے خلاف نہیں کریں گے۔ اس پر سعید نے ان کو چھوڑ دیا۔

سنہ ۱۰۵ھ میں اس جماعت میں بکیر بن ماہان شامل ہو گیا۔ جو دولت عباسیہ کا شیخ الشیوخ اور داعی اعظم سمجھا جاتا ہے۔ یہ چونکہ دولت مند آدمی تھا اس لئے اس نے اپنی دولت سے اس تبلیغ میں قیمتی مدد پہنچائی۔

اسی دوران میں قایم کوفہ میسرہ کا انتقال ہو گیا امام نے بکیر کو اس کی جگہ پر مقرر کر دیا۔

اسد بن عبداللہ قسری امیر خراسان کو سنہ ۱۰۷ھ میں ان داعیوں کے متعلق کچھ اطلاع ملی اس نے ان میں سے ایک جماعت کو گرفتار کیا جس میں ابو عکرمہ۔ ابو محمد صادق۔ محمد بن خنیس۔ اور عمار عبادی وغیرہ تھے وہ اگرچہ اصل حقیقت سے واقف نہ ہو سکا۔ لیکن یہ یقین اس کو ضرور ہو گیا کہ یہ ایک سیاسی

جماعت ہے جو موجودہ حکومت کی دشمن ہے۔ اس بنیاد پر ہاتھ پاؤں کٹوا کران کو سولی پر چڑھا دیا۔ صرف عمار عبادی کسی طرح بچ کر نکل گیا۔ اور کوفہ میں پہنچکر بکیر بن ماہان قایم بالامر کو اس اندوہناک سانحہ کی اطلاع دی اس نے امام کو لکھا وہاں سے جواب آیا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس دعوت حق میں چند جانوں کی قربانیاں قبول فرمائیں ابھی کچھ جانیں اور بھی ہیں جو اس راہ میں نثار ہوں گی۔

عمار عبادی پھر خراسان آیا۔ وہاں دوبارہ اسد کے ہاتھ میں پڑ گیا اور پھر نہیں بچ سکا۔

اسد اس جماعت کے لئے اس قدر سخت تھا کہ ان میں سے جس کو پالیتا تھا زندہ نہیں چھوڑتا تھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں یہ تحریک بہت دبی رہی۔ سنہ ۱۰۹ھ میں وہ معزول کر دیا گیا۔ تو نقیبوں کو پھر تبلیغ کا موقعہ ملا۔ لیکن سنہ ۱۱۶ھ میں وہ دوبارہ وہاں کا امیر ہو کر آیا اس نے اس جماعت کے ساتھ پھر وہی سختی شروع کی اور ان میں سے بعضوں کو قتل اور بعضوں کو قید کیا۔

ایک بار سلیمان بن کثیر مالک بن ہشیم موسیٰ بن کعب لاہز بن قریظہ۔ خالد بن ابراہیم۔ اور طلحہ بن زریق وغیرہ۔ اس کی گرفت میں آ گئے مگر اس زمانہ میں اہل یمن اور مضر میں قومی عصبیت خراسان میں بہت بڑھی ہوئی تھی ان

نقیبوں نے اس سے کہا کہ ہم لوگ آپ کے ہم قوم ہیں۔ اہل مضر نے محض عصبیت کی وجہ سے یہ الزام ہمارے اوپر لگایا، تاکہ آپ کے ہاتھ سے ہم کو قتل کرا دیں۔ ہمارا کام سوداگری ہے۔ امامت کی تلقین و تبلیغ سے ہم کو کیا واسطہ؟

اس تدبیر سے انھوں نے اسد کی ہمدردی حاصل کر لی۔ اور سب کے سب چھوٹ گئے۔

سنہ ۱۲۰ھ میں اسد انتقال کر گیا۔ اس کے بعد اس جماعت نے بے خوف ہو کر اس تحریک کو پھیلا دیا۔

ادھر دو سبب اور بھی پیدا ہو گئے۔ جن سے اس جماعت کو اپنے مقصد کی تکمیل کا موقع مل گیا۔

پہلا سبب خاندان بنی امیہ میں باہمی نزاع پیدا ہو گئی اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ سنہ ۱۲۵ھ میں جب ولید ثانی خلیفہ ہوا اور اس نے لوگوں پر ناجائز سختیاں کرنی شروع کیں تو اس کے چچازاد بھائی یزید نے اس کے اوپر مختلف قسم کے الزامات لگا کر اس کو ملعون کرنا شروع کیا۔ چونکہ یزید زاہد و عابد تھا اس لئے لوگوں کو اس کی باتوں پر یقین آ گیا۔ چنانچہ ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی اس نے اس کی مدد سے ولید کو قتل کر کے تخت خلافت پر قبضہ کر لیا۔

یہ دیکھکر امرائے بنی امیہ نے شام کے مختلف اضلاع سے فوجیں لے کر ولید کے قصاص کے لئے یزید پر چڑھائی کی اور بڑی بڑی خونریز لڑائیاں پیش آئیں یزید اسی درمیان میں انتقال کر گیا۔ اور اس کی بجائے اس کا بھائی ابراہیم خلیفہ ہو گیا۔ مروان بن محمد جو خاندان بنی امیہ کا رکن اعظم اور جزیرہ و آرمینیہ کا امیر تھا اور ایک طاقتور فوج رکھتا تھا۔ ابراہیم کی خلافت پر رضامند نہ ہوا۔ اور دمشق پر چڑھائی کی ابراہیم خوف سے بھاگ گیا اور مروان نے اپنی خلافت کی بیعت لی۔

ان باہمی جنگوں کی وجہ سے بنی امیہ میں اتحاد باقی نہیں رہا۔ اور ان کی قوت اور شوکت گھٹ گئی۔

دوسرا سبب خراسان میں عربی قبائل کے جو لوگ تھے ان میں جاہلانہ عصبیت پیدا ہو گئی۔

اسد بن عبداللہ قسری جب وہاں امیر ہوا تو اس نے قومی حمیت کی وجہ سے یمنی عربوں کی جن کی تعداد وہاں زیادہ تھی طرفداری کی اور نزاری عربوں سے عداوت اور نفرت کا اظہار کیا اور سختی سے پیش آیا۔

اسد کے بعد وہاں کا امیر نصر بن سیار ہوا جو مضر کے قبیلہ بنی کنانہ سے تھا۔ اس لئے نزاریوں کی حمایت کی اس لئے وہاں عربوں کے دو فریق ہو گئے۔ نزاری اور یمنی نزاریوں کا پشت پناہ خود امیر نصر بن سیار

تھا اور یمنیوں کا سردار جدیع بن شبیب تھا جو کرمانی کے نام سے مشہور تھا کیونکہ اس کی ولادت کرمان میں ہوئی تھی۔

نصر اور کرمانی میں پہلے نہایت گہری دوستی تھی لیکن اس قبائلی عصبیت نے باہم مخالفت ڈال دی۔

نزاریوں میں بھی دو فریق تھے۔ ایک ربیعہ دوسرا مضر۔ اہل ربیعہ زیادہ تر شیبان بن سلمہ حروری خارجی کے ساتھ تھے جو بنی امیہ کی خلافت کو نہیں تسلیم کرتا تھا۔ اور اپنی الگ ایک جماعت بنائے ہوئے لوگوں کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی دعوت دیتا تھا۔

اس قومی عصبیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ نصر اور کرمانی میں باہم جنگ ہوئی۔ نصر نے شکست کھائی اور مرو کو جو خراسان کا صدر مقام ہے چھوڑ کر نکل گیا۔ کرمانی نے مضری عربوں کے مکانات تک کھدوا دیئے

اسی زمانہ میں امام محمد بن علی نے حمیمہ میں وفات پائی ان کے جانشین ان کے بیٹے ابراہیم ہوئے۔ نیز بکیر بن ماہان قائم کوفہ نے بھی انتقال کیا۔ اس کی جگہ پر اس کا داماد ابو سلمہ خلال حفص بن سلیمان جو بنی حارث کے موالی میں سے تھا مقرر کیا گیا۔

امام ابراہیم کے یہاں ایک نہایت حوصلہ مند عزم و ہمت نوجوان ابو مسلم خراسانی تھا۔ یہ پہلے عیسیٰ بن معقل کا غلام تھا اس کے ہاتھ سے

بکیر بن ماہان نے خرید لیا۔ اور تشیع کے اصول تلقین کر کے ۱۲۵ھ میں حمیمہ میں امام محمد کے پاس بھیج دیا۔ ماہان کے انتقال کے بعد یہ امام ابراہیم کے پاس رہا۔

امام ابراہیم نے صیغۂ تبلیغ کو اپنے باپ سے بھی زیادہ توجہ اور تن دہی کے ساتھ جاری رکھا۔ انھوں نے یہ دیکھا کہ ادھر امرائے بنی امیہ خانہ جنگی میں مبتلا ہیں ادھر مشرق میں قبائل عربیہ میں منافرت ہے لہٰذا اب وقت آگیا ہے کہ میدان عمل میں قوت سے کام لیا جائے اس لئے ابو مسلم کو جس میں غیر معمولی ہمت اور عالی حوصلگی کے آثار تھے انھوں نے خراسان میں بھیجا اور اپنی جماعت کو لکھا کہ اس کو میں تمہارا امیر بنا کر بھیجتا ہوں اس کی اطاعت کرو۔ خود ابو مسلم کو یہ وصیت کی۔

دیکھو! تم خاص ہمارے گھر کے آدمی ہو۔ ہماری باتوں کو یاد رکھنا اور ان ہی کے مطابق عمل کرنا۔ وہاں پہنچ کر اہل یمن کی تعظیم و تکریم کر کے ان کو اپنے ساتھ ملا لینا۔ کیونکہ بلا ان کے ملائے ہوئے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ربیعہ پر ہرگز اعتماد نہ کرنا۔ اور مضر کو جانی دشمن سمجھنا۔ اگر تم سے یہ ہو سکے کہ خراسان میں کوئی عربی بولنے والا نہ چھوڑو تو اس میں دریغ نہ کرنا۔ کسی شخص پر تم کو کسی قسم کا شک ہو یا شبہ پڑ جائے تو

اس کو قتل کر دینا اور جس معاملے میں دشواری پیش آئے اس
میں شیخ النقبار بن کثیر سے مدد لینا۔ اس کو میرا قائم مقام
سمجھنا اور اس کی مخالفت نہ کرنا۔

اہل یمن کی حمایت کی اس لئے وصیت کی تھی کہ وہ بوجہ قومی عصبیت
کے خلافت بنی امیہ کے دشمن تھے۔ بخلاف مضر کے کہ وہ اس کے حامی تھے مگر
باوجود اس کے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر ہو سکے تو مضری اور یمنی سب کا خاتمہ
کر دینا۔ کیونکہ ان کو اہل عرب پر اس قدر اعتماد نہ تھا جس قدر کہ خراسانیوں پر تھا۔
ابو مسلم ۱۲۸ھ میں وہاں پہنچا۔ عربوں کی باہمی عداوت کی وجہ سے
موقع پا کر ایک سال تک اس نے اپنا حلقہ اثر بڑھایا۔ اس کے بعد امام کی
زیارت کے لئے روانہ ہوا لیکن جب قومس میں پہنچا تو وہاں اس کو امام کا فرمان
ملا کہ میں تمہارے پاس یہ علم جس کا نام النصر ہے بھیجتا ہوں تم اس کو لے کر
خراسان میں واپس جاؤ اور جو مخالف میرے لئے لاتے ہو اس کو قحطبہ کے
ہاتھ بھیج دو۔ وہ مجھ سے حج کے موسم میں مکہ میں آکر ملے۔

ابو مسلم اس حکم کے مطابق واپس چلا آیا۔ اور اب اس نے اعلان دعوت
اور قوت سے کام لینے کی تیاری شروع کی۔

دورِ ثانی

۱۲۹ھ سے ۱۳۲ھ تک

ابومسلم نے مرو کے متصل ایک گاؤں سفیدنج میں قیام کیا وہاں سے خراسان میں ہر جگہ اپنے داعیوں کو بھیجا۔ رمضان ۱۲۹ھ میں جابجا سے ان لوگوں کو طلب کیا۔ جو امامت اہلبیت کی بیعت کر چکے تھے۔ وہ سب آکر فراہم ہوئے۔ اس نے دو علم ظل اور سحاب جو امام وقت کی طرف سے اس کو موصول ہوئے تھے۔ امامت کی حمایت کے لئے کھڑے کئے۔ اپنی جماعت کو عباسی شعار کے مطابق سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا۔ اور ان کو اسلحہ اور ساز وسامان دیگر جنگ کے لئے تیار کیا۔

سب سے پہلے نصر بن سیار والی خراسان کو ایک تہدید آمیز خط بھیجا۔ اس نے برہم ہو کر اپنے غلام یزید کے ہمراہ سواروں کا ایک دستہ اس کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ ابومسلم نے مالک بن ہیثم کے ساتھ ایک فوج کو مقابلہ میں بڑھایا۔ فریقین میں ایک گاؤں کے متصل جس کا نام آلین تھا۔

معرکہ آرائی ہوئی اس میں شیعہ غالب رہے اس غلبہ کے بعد لوگ جوق درجوق ابومسلم کی جماعت میں شامل ہونے لگے۔ اور اس کی اس قدر تعداد بڑھ گئی کہ وہ عدم گنجائش کی وجہ سے سیفدنج کو چھوڑ کر ایک بڑے قصبہ ماخوان میں جاکر ٹھہرا۔ اور اس کے ارد گرد خندق کھود کر فصیل بنا کر اس کو محفوظ کرلیا۔ سات ہزار آدمی ہر وقت اس کے ساتھ رہتے تھے۔

نصر بن سیار نے ابومسلم کی قوت کو بڑھتے ہوئے دیکھکر چاہا کہ عرب کو باہم متحد کرلے۔ چنانچہ اس نے ربیعہ کے سردار شیبان کو لکھا کہ ہم اور تم اگرچہ باہم اختلاف رکھتے ہیں لیکن یہ جدید جماعت ہم دونوں کی دشمن ہے۔ لہٰذا اس کے مقابلہ کے لئے تم میرے ساتھ متحد ہو جاؤ۔ شیبان کی بھی خواہش ہوئی کہ وہ نصر کے ساتھ مصالحت کرلے۔ اسی درمیان میں نصر نے کرمانی کو بھی بلایا۔ لیکن وہ موافقت پر راضی نہیں ہوا۔ اس لئے اس کو قتل کرا دیا۔ کرمانی کا بیٹا علی اہل یمن کے ساتھ اپنے باپ کے خون کے مطالبہ کے لئے اٹھا ابومسلم نے جو اسی تاک میں لگا تھا علی کے پاس پیغام بھیجا کہ میں جانتا ہوں کہ تم مظلوم ہو اور اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتے ہو اس لئے جس طرح ممکن ہو شیبان کو نصر کی مصالحت سے روکو ورنہ تم قصاص نہیں حاصل کرسکو گے۔ علی نے شیبان سے ملکر اس کو اس کے ارادہ سے باز رکھا۔ نصر کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے شیبان کو لکھا کہ تم سخت دھوکے میں آ گئے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں

کہ یہ شورش جو اٹھ رہی ہے اس قدر عظیم الشان ہے کہ اس کے مقابلہ میں میں تمہارے لئے کچھ نہیں ہوں۔

شیبان نے بھی سوچا اور اس فتنہ کو بڑھتا ہوا دیکھکر نصر کے ساتھ ایک سال کے لئے صلح کر لی۔ ابو مسلم نے علی کو باپ کے خون کے انتقام پر اکسایا۔ اس نے شیبان سے مدد مانگی وہ چونکہ صلح کر چکا تھا اس لئے نصر کے مقابلہ میں مدد نہ دے سکا۔ اب مجبور ہو کر علی نے ابو مسلم سے امداد کی درخواست کی اس کا تو یہ عین مقصد تھا لکھ بھیجا کہ میں اپنی قوت سے تمہارے ساتھ ہوں نصر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ابو مسلم کے پاس معاہدہ کے لئے ایک وفد بھیجا۔ شیبان کی طرف سے بھی ایک جماعت گئی اور کرمانی بھی پہنچے یہ تینوں وفود ایک ساتھ ماخوان میں داخل ہوئے۔

ابو مسلم نے اہل یمن اور ربیعہ کے ساتھ مصالحت کر لی لیکن اہل مضر کی نسبت کہا کہ یہ مروان کے عمال اور ائمہ اہل بیت کے قاتل ہیں ان سے کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں سمجھتا۔ مضری مایوس اور رنجیدہ وہاں سے چلے اور اہل یمن اور ربیعہ خوش خوش واپس ہوئے لیکن ان کی تقدیر ان کے اوپر ماتم کر رہی تھی۔

ابو مسلم نے قبائل عرب میں جبکہ وہ متحد ہو جانے والے تھے تفرقہ ڈال کر اپنی کامیابی کے لئے راستہ صاف کر لیا۔ جمادی الاول ۱۳۰ھ میں

اس نے علی کو لکھا کہ تم نصر کے اوپر حملہ کرو۔ میں مدد کے لئے آتا ہوں۔ لیکن چونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ تم کو اپنے ساتھ ملا کر میرے مقابلہ میں نہ لائے اس لئے پہلے تم اس طرف سے مرو میں داخل ہو کر اس کے ساتھ جنگ شروع کرو۔ پھر میں اس طرف سے داخل ہوں گا۔ علی نے اس کے حکم کی تعمیل کی ابومسلم جس وقت مرو میں داخل ہوا اس وقت نصر اور علی کی فوجوں میں نہایت سخت جنگ ہو رہی تھی اس نے یہ آیت پڑھی۔

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ

وہ شہر میں داخل ہوا جس وقت کہ وہاں کے باشندے بے خبر تھے اس میں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا ایک اس کے حامیوں میں سے تھا اور ایک اس کے دشمنوں میں سے۔

تو ان دونوں کو جنگ سے روک دیا اور خود دارالامارۃ پر قبضہ کر لیا۔ نصر وہاں سے روپوش ہو کر بھاگ گیا۔

مرو اب ابومسلم کے قبضہ میں تھا اس نے وہاں کے لوگوں سے بیعت لی اور جتنے مضری ملے ان سب کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد شیبان کے پاس کہلا بھیجا کہ آکر بیعت کرو اس نے انکار کیا اور مرو کو چھوڑ کر سرخس کی طرف نکل گیا ابومسلم نے اس کے تعاقب میں ایک فوج بھیجی جس نے اس کو مع اس کے تمام

ساتھیوں کے تہ تیغ کر ڈالا۔

کرمانی کے دونوں بیٹوں علی اور عثمان نیز دوسرے یمنی سرداروں کو بھی ابومسلم نے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اب سارا خراسان اس کے قبضہ میں آگیا۔ اس نے وہاں ہر طرف اپنے عمال بھیجے اور صوبہ کا انتظام کر کے اس کو اپنے قابو میں کیا۔

نصر کے پیچھے قحطبہ میں شبیب طائی کو ایک فوج گراں دے کر روانہ کیا۔ وہ شہر بہ شہر اس کا تعاقب کرتا ہوا چلا جاتا تھا۔ نصر راستہ میں بیمار ہوا اور سادہ میں پہنچکر انتقال کر گیا۔ قحطبہ نے رے پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنے بیٹے حسن کو ہمدان کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں سے نہاوند شہرزور اور موصل تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ قحطبہ بھی وہاں گیا۔ اور اپنے بیٹے حسن کو ساتھ لے کر عراق کی طرف پیش قدمی کی۔

مروان کی طرف سے یزید بن عمرو بن ہبیرہ وہاں کا امیر تھا اس نے کوفہ سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر دریائے فرات کے مغربی ساحل پر مقابلہ کیا۔ کئی دن تک لڑائی ہوتی رہی اسی اثنا میں قحطبہ نے وفات پائی اس کی بجائے اس کا بیٹا حسن امیر الجیش ہوا وہ مرتے وقت یہ وصیت کر گیا کہ جب تم کوفہ میں پہنچنا تو تمام معاملات کو وہاں کے قائم بالامر ابوسلمہ خلال کی سپرد کر دینا اور اس کی اطاعت کرنا۔ کیونکہ وہ وزیر آل محمد ہے۔

ابن ہبیرہ نے متعدد لڑائیوں کے بعد شکست کھائی اور واسط کی طرف چلا گیا۔ حسن قوتح کے ساتھ محرم سنہ ۱۳۲ھ میں کوفہ میں داخل ہوا۔ اور اپنے باپ کی وصیت کے مطابق امارت ابو سلمہ کے حوالہ کردی اس نے حسن کو مع چند دیگر رؤسا قوتح کے واسط کی طرف ابن ہبیرہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ نیز حمید بن قحطبہ کو مدائن مسیب بن زہیر اور خالد بن برمک کو دیر قنی مہلبی اور شراحیل کو عین التمر اور بسام کو اہوازکی طرف فوجیں دے کر بھیجا۔

ادھر خراسان اور عراق میں یہ تمام کارروائیاں ہو رہی تھیں ادھر امراء بنی امیہ شام اور حجاز میں باہمی منازعت میں مشغول تھے۔

انکشاف حقیقت

اس مدت مدید میں جو کچھ شیعہ کرتے رہے خلفاء بنی امیہ اس سے مطلقاً بے خبر رہے کیونکہ اس راز کو سوائے نقباء اور خواص شیعہ کے اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ امام وقت کون ہے عوام سے صرف اہلبیت کی حمایت کی بیعت لی جاتی تھی کسی کا نام ظاہر نہیں کیا جاتا تھا۔

آخر میں امام ابراہیم کا ایک خط جو انھوں نے ابو مسلم کے نام روانہ کیا تھا۔ اور جس میں یہ لکھا تھا کہ خراسان میں جتنے عرب ہیں ان سب کو قتل کردو خلیفہ مروان کے ہاتھ لگا اس نے اسی وقت ان کو حمیمہ سے گرفتار کرا کے حران میں قید کر دیا وہ اسی قید میں مر گئے۔ گرفتاری کے وقت اپنے بھائی

ابوالعباس سفاح کو اپنا آدمی مقرر کر کے اپنے متعلقین کو یہ حکم دے گئے تھے کہ ان کی اطاعت کرنا۔ ابوسلمہ خلال نے ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ان کے سارے خاندان کو لاکر کوفہ میں ایک مکان میں اتارا۔ ان کا حال اپنی جماعت سے بھی مخفی رکھا۔ اور خود کوفہ سے باہر تین میل کے فاصلہ پر قیام کیا۔

حسن نے جب عراق فتح کر کے تمام اختیارات اس کی سپرد کر دیئے تو اس کی یہ خواہش ہوئی کہ امامت کو بنی عباس کی بجائے بنی فاطمہ میں منتقل کرے۔ اس وقت ان میں سے تین شخص ممتاز تھے۔ امام جعفر صادق عبداللہ بن حسن بن حسن اور عمر اشرف بن زین العابدین۔ سب سے پہلے اس نے امام جعفر کو لکھا کہ آپ امامت قبول فرمائیں ان کو قاصد نے جس وقت یہ خط لے جاکر دیا تو انھوں نے کہا کہ ابوسلمہ ہمارا شیعہ نہیں ہے اس سے ہم کو کیا تعلق قاصد نے کہا کہ خط پڑھ لیجئے انھوں نے چراغ کو قریب کر کے اس کی لو پر خط کو رکھ کر جلا دیا اور کہا کہ یہی اس کا جواب ہے۔

جب ان سے مایوسی ہوئی تو عبداللہ کو لکھا۔ وہ اس خط کو پڑھکر فوراً مشورہ کے لئے امام جعفر کے پاس گئے انھوں نے کہا کہ اہل خراسان تمہارے شیعہ کب تھے۔ کیا تم نے ابومسلم کو وہاں بھیجا تھا۔ کیا تم ان میں سے کسی کے نام یا صورت سے بھی آشنا ہو۔ ان باطل آرزوؤں میں نہ پڑو مجھے یہ پیغام میرے پاس بھی آیا تھا میں نے اس کو رد کر دیا۔ یہ سنکر وہ بالکل خاموش ہو رہے

اور کچھ جواب نہیں دیا۔

آخر میں اس نے عمر اشرف کو لکھا۔ انھوں نے کہا کہ میں اس خط کے لکھنے والے کو نہیں جانتا۔ اس لئے اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

شیعہ بنی عباس میں سے بعض رؤساکو ابو سلمہ کی اس مخفی کاروائی کا علم ہو گیا۔ اس لئے انھوں نے عجلت کی اور آکر ابوالعباس سفاح کو خلافت کا سلام کیا۔ ابو سلمہ نے بھی پیران کی تقلید کی۔ لیکن ابوالعباس کے دل میں اس کی طرف سے یہ کینہ بیٹھ گیا اور اس کا جو نتیجہ ہوا وہ آگے آتا ہے۔

اعلان خلافت

ابوالعباس نے ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ کو جامع کوفہ میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ خطبہ میں حمد و صلاۃ کے بعد اپنی قرابت رسول پر فخر کیا اس کے بعد بنی امیہ کے ظلم و ستم کا حال بیان کر کے کہا کہ :-

ہم اہل خیر و صلاح ہیں۔ ہم سے ظلم و فساد کا اندیشہ نہیں ہے۔ اے اہل کوفہ! تم ہمیشہ ہمارے محب رہے۔ اس اثناء میں تم نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ اور سخت سے سخت ظلم سہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ تم کو ہمارا زمانہ مل گیا اور اس دولت کی سعادت حاصل ہو گئی۔ میں تمہاری تنخواہوں میں ۱۰۰ سو درہم کا اضافہ کرتا ہوں۔ اور تمہاری خوش نصیبی پر مسرور ہوں۔

ابوالعباس سفاح کو اس وقت شدت کا بخار تھا یہ کہکر وہ بیٹھ گیا اس کا چچا داؤد بن علی جو نہایت زبان آور تھا۔ منبر پر اس کے بازو میں کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

ہم نے اس خلافت کی کوشش زر و جواہر جمع کرنے کے لئے نہیں کی ہے۔ نہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ عالی شان محلات اور باغات تعمیر کریں اور ان میں نہریں جاری کریں۔ بلکہ ہم نے دیکھا کہ ہمارے حقوق ہضم کئے جا رہے تھے۔ ہمارے بنی اعمام کی تحقیر کی جاتی تھی۔ علویوں کے اوپر مظالم ڈھائے جاتے تھے اور ان کے مال پر دست درازیاں روا رکھی جاتی تھیں۔ ان امور کو ہم برداشت نہیں کر سکے۔

اب اللہ رسول اور ان کے عم محترم عباس کا ذمہ ہے کہ ہم تمہارے ساتھ کتاب و سنت کے مطابق برتاؤ کریں گے اور وہی طریقہ رکھیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔

اس کے بعد کوفیوں کی بہت مدح سرائی کی کہ انھوں نے اہلبیت کی حمایت و نصرت میں بہت کچھ قربانیاں کی ہیں۔ پھر ان کو امیدیں دلائیں آخر میں کہا کہ:۔

یہ یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس منبر پر بجز حضرت علی اور اسکے بعد (سفاح کی طرف اشارہ کر کے) کوئی خلیفہ برحق

نہیں بیٹھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ خلافت برابر ہمارے ہاتھ میں
رہے گی اور ہمیں اس کو آخری زمانہ میں حضرت عیسٰی کے سپرد کریں گے۔

ان دونوں تقریروں کے بعد سفاح اٹھکر قصر امارت میں چلا گیا۔ اور اس کے بھائی ابو جعفر منصور نے لوگوں سے اس کی خلافت کی بیعت لی۔

خاتمہ بنی امیہ

بیعت خلافت کے بعد سب سے اہم معاملہ خلیفہ مروان کا استیصال تھا جو ایک لاکھ بیس ہزار فوج لئے ہوئے جزیرہ میں تھا۔ سفاح نے اپنے چچا عبداللہ کی ماتحتی میں ایک لشکر گراں اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ دجلہ کی ایک شاخ دریائے زاب کے کنارے پر فریقین میں سخت جنگ ہوئی آخر میں عبداللہ فتحیاب ہوا۔ اور مروان کا لشکر جس میں منتخب اہل شام تھے اس کا تابع فرمان ہو گیا۔ مروان بھاگ کر حران میں آگیا جہاں اس کا بھتیجا ابان عامل تھا۔ عبداللہ اس کے تعاقب میں گیا ابان نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبداللہ نے اس کو امان دی۔ مروان وہاں سے نکلکر قنسرین چلا گیا۔ عبداللہ بھی اس طرف بڑھا۔ وہ قنسرین سے حمص اور وہاں سے دمشق کی طرف بھاگا۔ عبداللہ نے پہنچ کر دمشق کو فتح کیا اور وہاں کے امیر ولید بن معاویہ کو قتل کر ڈالا مروان اردن اور فلسطین ہوتا ہوا مصر میں نکل گیا اور وہاں کے ایک گاؤں بوصیر کے کلیسہ میں پناہ گزین ہوا۔ عبداللہ نے اس کے پیچھے صالح بن علی کو ایک دستہ

فوج کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس نے ابو صیر میں پہنچکر ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں مروان کو قتل کیا۔ اس کے قتل سے بنی امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

واسط میں ابن ہبیرہ کے پاس بھی ایک قوی فوج تھی حسن بن قحطبہ جب وہاں فوجیں لے کر پہنچا تو وہ قلعہ گیر ہو گیا۔ حسن نے گیارہ مہینے تک محاصرہ رکھا۔ جب مروان کے قتل کی خبر پہنچی تو ابن ہبیرہ نے صلح کی درخواست کی۔ سفیروں کی آمد ورفت کے بعد ابو جعفر منصور نے اس کو امان دی وہ حاضر ہو گیا اور عہد نامہ لکھا گیا لیکن اسی درمیان میں ابو مسلم کا خط پہنچا۔ جس میں اس نے لکھا تھا کہ ابن ہبیرہ کا باقی رکھنا مصلحت کے خلاف ہے۔ اس وجہ سے ابو جعفر نے اس کو مع اس کے ساتھیوں کے قتل کر دیا۔ حالانکہ ابھی اس عہد نامہ کی روشنائی بھی خشک نہیں ہونے پائی تھی۔

خلافت عباسیہ

اس دولت کو شیعہ نے دینی عقیدت کے نام سے قائم کیا عوام کے قلوب پر وہ یہ کہکر اثر ڈالتے تھے کہ امامت آل محمد صلعم کا حق ہے۔ ان ہی کو ملنی چاہیئے اور آل مروان جنہوں نے اس کو غصب کر رکھا ہے کسی طرح پر اس کے مستحق نہیں ہیں ان دعاۃ نے بنی امیہ کے متعلق سینکڑوں قسم کے عیوب مشہور کئے اور ان کی مذمت میں بہت سی موضوع اور جھوٹی حدیثیں لوگوں میں پھیلائیں۔

دعوت امامت کے لئے خاص وجوہات کی بنا پر جن کو ہم پیچھے لکھ چکے ہیں کوفہ اور خراسان کا انتخاب کیا گیا۔ تاکہ یہاں کے باشندوں کو آل محمد کی حمایت کے لئے مستعد کرکے ایک قوت تیار کی جائے جو آل مروان کے مقابلہ میں بروقت ضرورت عقیدت مندی کے ساتھ امامت اہلبیت کے قیام میں امداد کرے۔

چنانچہ اہل خراسان کے دلوں میں یہ تخم بو دیا گیا کہ بنی امیہ سے جنگ کرنا اور خلافت کو ان سے چھین کر اہلبیت کو دلانا ایک مقدس فرض ہے۔ اہل جو عرب تھے ان میں چونکہ یہ عقیدت نہیں تھی اس لئے امام نے ابومسلم کو یہ وصیت کی تھی کہ اگر تم سے ہوسکے تو کسی عربی بولنے والی زبان کو وہاں باقی نہ چھوڑنا یہ ایسی وصیت تھی جس میں صرف اپنے فوری مفاد کا خیال پیش نظر رکھا گیا ورنہ دین اور عقل دونوں کے خلاف تھی۔

اہل عجم جن کی سلطنت قدیم سے دنیا کی عظیم الشان دولت تھی عہد بنی امیہ میں اپنے آپ کو عرب کا غلام دیکھ کر اس نئی سازش میں شریک ہوگئے اور انہوں نے چاہا کہ خلافت کے منتقل کرنے میں ہم مدد کریں تاکہ اس انقلاب میں حکومت میں ہم کو بھی حصہ مل جائے اس لئے یہ نزاع اگرچہ بظاہر بنی عباس اور بنی امیہ کی تھی لیکن درحقیقت عرب و عجم کی تھی۔ اس دولت کی تعمیر میں خون ناحق بہت بہایا گیا امام نے ابومسلم کو وصیت کردی تھی کہ جس کے بارے میں

تم کو شبہ ہوا اس کو قتل کر دینا۔ ظاہر ہے کہ خراسان میں ایک جماعت کثیر اس کے جھنڈے کے نیچے آئی۔ حزم و احتیاط کے لحاظ سے اس کو بہت سے لوگوں پر شک کرنا لازمی تھا۔ وہ اس وصیت کے مطابق ایسے لوگوں کو بے دریغ تہ تیغ کر دیتا تھا یہاں تک کہ عرب اور عجم میں سے اس نے جس قدر آدمیوں کو قتل کیا ان کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ شمار کی گئی ہے۔

عرب زمانہ جاہلیت سے وفا عہد میں ممتاز تھے۔ اور اسلام نے تو خاص طور پر اس کی تاکید کی۔ لیکن بانیان دولت عباسیہ نے اس صفت کو بھی اپنی سیاسیات میں نظر انداز کر دیا تھا۔ جو لوگ ان کے اوپر اعتماد کرتے تھے ان کے ساتھ بھی یہ اپنی ضرورت کے موقع پر غداری کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ بدعہدی اور بے وفائی خلفائے عباسیہ میں سلسلہ بہ سلسلہ چلی آئی اور محمد بن علی طبا طبائی کو بھی اپنی کتاب الفخری میں لکھنا پڑا کہ:۔

دولت عباسیہ کا شیوہ مکر، چالاکی اور غداری تھا۔ اور قوت و طاقت کی بہ نسبت اس کی سیاسیات میں بدعہدی و فریب کا جز غالب تھا۔

ممالکِ اسلامیہ

وہ خلافت جس کی بنیاد عرب کے باہر حضرت ابوبکر نے ڈالی اور جس کو حضرت عمر اور عثمان نے بڑھا کر اس وقت دنیا کی سب سے قوی ترین دولت بنایا۔ پھر بنی امیہ نے اس کے حدود مشرق اور مغرب میں وسیع کئے جو بنی عباس کے قبضہ میں آئی اس موقع پر اس کا ایک مجمل خاکہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ آئندہ یہ اچھی طرح سمجھ میں آسکے کہ اس اسلامی امانت اور وراثت کو انھوں نے کس طرح رکھا۔

اس سلطنت کا طول کاشغر سے سوس اقصیٰ تک جو ساحل بحر ظلمات پر واقع ہے مقدسی کے بیان کے مطابق ۲۶۰۰ فرسخ تھا۔ اور عرض بحیرۂ قزوین سے نوبیا تک اس میں بڑے بڑے ممالک شامل تھے جن میں متعدد ولایات تھیں ان کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) جزیرۃ العرب

اس میں چار ولایات تھیں۔

(۱) حجاز۔ اس کا صدر مقام مکہ تھا۔ طائف۔ طیبہ، مینبع جار اور جدہ وغیرہ اس کے ماتحت تھے۔

(۲) یمن۔ دو حصوں میں منقسم تھا۔ ساحل بحر کی طرف کے حصہ کا نام تہامہ اور اس کا مرکز زبید تھا۔ اور کوہستانی حصہ کا نام نجد اور اس کا مرکز صنعا تھا احقاف بھی اس میں شامل تھا جس میں حضرموت اور مہرہ واقع ہیں۔

(۳) عمان۔ اس کا صدر مقام صحار تھا جو ساحلِ بحر ہند پر ہے۔

(۴) ہجر۔ اس کا مرکز شہر احسار تھا۔ اس میں یمامہ داخل تھا جس کا سب سے بڑا بازار حجر تھا۔

اب عمان اور ہجر میں خوارج اور یمن میں شیعہ زیدیہ کی آبادی زیادہ ہے باقی حصوں کے باشندے اہلسنت ہیں۔

(۲) عراق

ولایات ۶

(۱) کوفہ۔ اس کے ماتحت عین التمر اور قادسیہ وغیرہ تھے۔

(۲) بصرہ۔ ابلہ و عبادان تک اس کا رقبہ تھا۔

(۳) واسط۔ فم الصلح اس ولایت کا مشہور شہر تھا۔

(۴) مدائن۔ ساسانی پایہ تخت، نہروان اور جلولا اس کے تابع تھے۔

(۵) حلوان۔ خانقین اور شروان اس میں واقع ہیں۔

(۶) سامرا۔ اس ولایت کے مشہور شہروں میں کرخ۔ عکبرا، انبار ہیت اور تکریت تھے۔

عراق کو قدیم زمانہ میں اقلیم بابل کہتے تھے دونوں دریا دجلہ اور فرات اس میں واقع ہیں عباسیوں نے اسی کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ یہ حصہ اس وقت علوم و تمدن کا مرکز۔ عیش و ثروت کا گہوارہ اور دنیا کے سیاحوں کے لئے تماشہ گاہ بن گیا تھا یہاں کے اصل باشندے نبطی عرب تھے۔

عراق کا طول ساحل بحر سے مقام سن تک ۱۲۵ فرسخ اور عرض عذیب سے حلوان تک ۸۰ فرسخ تھا۔

(۳) اقلیم جزیرہ

قدیم تاریخوں میں اس کا نام آقور یا آشور لکھا گیا ہے یہ وہ حصہ ہے جو دجلہ اور فرات کے مابین واقع ہے اس میں تین ولایات تھیں۔

(۱) دیار ربیعہ۔ اس کے مشہور مقامات میں سے۔ حدیثہ، سنجار، نصیبین، دارا اور راس العین تھے۔

(۲) دیار مضر۔ اس کا صدر مقام رقہ تھا اس میں باجروان، حران

(۳) دیار بکر۔ اس کا مرکز آمد تھا۔ میا فارقین اور حصن کیفا وغیرہ اور اس کے تابع تھے۔

جزیرہ میں اسلام سے قبل عدنانی قبائل آکر آباد ہو گئے تھے انھیں کے نام سے ان حصوں کے نام رکھے گئے اس کے حدود روم (الیشیائے کوچک) اور آرمینیہ تک جا کر ملتے ہیں۔

(۴) اقلیم شام

ولایات ۶

(۱) قنسرین۔ صدر مقام حلب تھا۔ انطاکیہ۔ باس۔ سمیساط منبج۔ مرعش۔ اسکندرونہ، اور معرۃ النعمان اس کے تابع تھے۔

(۲) حمص۔ اس کے مشہور شہر سلمیہ۔ تدمر۔ لاذقیہ اور انطرسوس تھے

(۳) دمشق۔ بانیاس۔ صیدا۔ بیروت وغیرہ اس کے ماتحت تھے۔

(۴) اردن۔ اس کا صدر مقام طبریہ تھا۔ صور۔ عکا۔ بیسان۔ طرابلس اور اذرعات اس کے تابع تھے۔

(۵) فلسطین۔ اس کا مرکز رملہ تھا۔ بیت المقدس۔ عسقلان۔ یافہ۔ ارسوف۔ قیساریہ اور اریحا اسی میں واقع ہے۔

(۶) شراۃ۔ صدر مقام صغر تھا۔ مآب۔ عمان۔ تبوک اور اذرح اسی میں

شامل تھے۔

اسلام سے پہلے شام میں عرب پہنچ گئے تھے۔ عہد بنی امیہ میں یہ دولت اور شوکت کا مرکز تھا۔ کیونکہ ان کا پایہ تخت دمشق میں تھا۔ شمال میں اس کی سرحد روم سے ملتی ہے۔

(۵) مصر

ولایت ۷

(۱) جفار۔ اس کا مرکز فرما تھا اسی حصہ میں بقارہ۔ وارده اور عریش شامل تھے۔

(۲) حوف۔ صدر مقام بلبیس تھا۔ مشتول اور قانوس اس کے ماتحت تھے۔

(۳) ریف۔ اس کا مرکز عباسیہ تھا اس کے مشہور مقامات میں سے دمنہور۔ سنہور۔ سطنوف۔ بیج۔ محلہ کبیرہ اور وقہلہ تھے۔

(۴) اسکندریہ رشید۔ مریوط۔ برلس۔ اور ذات الکمام اس کے ماتحت تھے۔

(۵) مقدونیہ۔ اس کا مرکز فسطاط تھا۔ عزیزیہ۔ جیزہ اور عین الشمس اس کے تابع تھے۔

(۶) صعید۔ اس کا صدر مقام اسوان تھا۔ قوص۔ اخمیم۔ بلونا اور الفیوم وغیرہ اس کے ماتحت تھے۔

مصر کے قدیمی باشندے قبطی تھے۔ اپنے اپنے عہد حکومت میں بہت سے یونانی اور رومی بھی آکر آباد ہو گئے تھے۔ جو فت میں چند عربی خاندان بھی سکونت گزین تھے۔

جب اس کو مسلمانوں نے فتح کیا تو کثرت سے عرب وہاں جاکر آباد ہو گئے اور مفتوح قوموں میں رشتہ داریاں کر کے ان کو اپنے ساتھ مخلوط کر لیا۔ یہاں تک کہ عہد عباسی میں یہاں کے لوگ بالعموم مسلمان ہو گئے اور عربی زبان بولنے لگے۔

(۶) مغرب

ولایات ۷

(۱) برقہ۔ اسی میں رمادہ اور طرابلس شامل تھے۔

(۲) افریقیہ۔ اس کا صدر مقام قیروان تھا۔ اس وقت اس کے مشہور مقامات میں سے سفاقس۔ سوسہ۔ تونس۔ بونہ۔ منستیر۔ اور جزیرہ بنی زغنانہ تھے۔

(۳) تاہرت۔ اس کے تابع مطماطہ اور وہران تھے۔

(۴) سجلماسہ۔ درعہ۔ اصیلی اور ناذرنہ اس میں شامل تھے۔

(۵) فاس۔ پہلے اس کا صدر مقام سوس اودنے تھا۔ عہد عباسیہ میں فاس آباد کیا گیا۔ اسی ولایت میں بصرہ۔ درعہ۔ صنہاجہ ہوارہ اور سلا

داخل تھے۔

(۶) سوس اقصیٰ۔ اس کا مرکز طرنالہ تھا اس کے مشہور مقامات اغمات اور ماسہ تھے۔

(۷) اندلس۔ صدر مقام قرطبہ تھا۔

اندلس کے باشندے رومی و نیز لیتنوط اور بربر تھے اسلامی فتح کے بعد بھی پانچویں صدی ہجری تک مسلمانوں کی تعداد وہاں زیادہ نہیں بڑھ سکی۔ اس کے بعد سے ان کا شمار بڑھنا شروع ہوا۔

عباسیوں کی حکومت میں یہ ولایت نہیں آئی۔

(۷) ماوراء النہر

ولایت ۶

یہ وہ خطہ ہے جو دریائے جیحوں کے مشرق میں ہے۔ لبشاری نے لکھا ہے کہ ماوراء النہر نہایت سیر حاصل اور زرخیز ملک ہے وہاں کے باشندے دینہدار، علم کے شائق، شجاع اور تنومند ہیں۔ جہاد سے نہیں تھکتے۔ تفریق سے دور اور اتحاد کے شیدائی ہیں۔ عفت، پاکیزگی اور مہمان نوازی میں مشہور ہیں۔

(۱) فرغانہ۔ اس کے اخنت نصر آباد اوز کند اور مرغینان وغیرہ تھے۔

(۲) اسبیجاب۔ فاراب، ترار، طراز اور ملا سکون اس کے مشہور مقامات تھے۔

(۳) شاس۔ اس کا صدر مقام نبکث تھا۔

(۴) اشروسنہ۔ اس کا مرکز بنجکث تھا۔

(۵) صغد۔ سمرقند کے خطہ کا نام تھا

(۶) بخارا۔ بیکند وغیرہ اس کے تابع تھا۔

اس اقلیم کا سب سے بڑا دریا جیحون ہے۔ جس سے متعدد شاخیں نکلتی ہیں اس کے علاوہ اس میں چھ دریا اور بھی ہیں جن کے کناروں پر بڑے بڑے شہر آباد ہیں۔ مثلاً ختل کا صدر مقام ہلبک۔ تیرکاث (خوارزم کا مرکز) جرجان۔ ترمذ۔ کالف تخیدہ زم فربر اور آمل وغیرہ۔

(۸) خُراسَان

ولایت ۹

(۱) بلخ۔ اس کے ماتحت طخارستان تھا جس کے مشہور شہر لوائج اور طالقان ہیں

(۲) غزنین۔ کابل اس کے تابع تھا۔

(۳) لبست۔ بعض مورخ اس کو غزنین کے ساتھ ملا کر ایک ولایت قرار دیتے ہیں اور اس کا نام بلستان رکھتے ہیں۔

(۴) سجستان۔ یعنی سیستان۔ اس کا مرکز زرنج تھا۔

(۵) ہرات۔ بادغیس اسی میں شامل تھا۔

(۶) جوزجان ۔ اس کا صدر مقام یہودیہ تھا۔

(۷) مروشاہجہاں ۔ اس کے تابع مرورود تھا۔

(۸) نیشاپور ۔ بیہق۔ طوس۔ نسا۔ اور ابیورد اس میں شامل تھے۔

(۹) قہستان ۔ اس کا صدر مقام قائن تھا۔

اسلامی ممالک میں خراسان سب سے زیادہ معمور اور شاداب تھا یہیں کے باشندوں کی بدولت دولت عباسیہ قائم ہوئی اسلامی علوم و فنون کے اہل کمال زیادہ تر اسی خطے سے پیدا ہوئے۔

(۹) اقلیم دیلم

ولایات ۵

(۱) قومس۔ اس کا مرکز دامغان تھا۔ سمنام اور بسطام وغیرہ اس کے تابع تھے۔

(۲) جرجان۔ اس کا صدر مقام شہرستان تھا استرآباد اور آبسگون اس کے ماتحت تھے۔

(۳) طبرستان۔ دار الامارہ آمل میں تھا۔ سالوس اور ساریہ بھی اسی میں شامل تھے۔

(۴) دیلمان۔ اس کا مرکز بردان تھا۔

(۵) خزر۔ اس کا صدر مقام بھی آمل ہی کے نام سے مشہور تھا اس کے ممتاز مقامات میں سے بلغار اور سمندر تھے دریائے آمل اسی کے رقبہ میں سے گزرتا تھا۔

عہد عباسیہ میں اس اقلیم میں اسلام کی اشاعت زیادہ ہوئی۔

(۱۰) رحاب

ولایات ۳

(۱) اران۔ اس کا صدر مقام بردعہ تھا۔ تفلیس۔ شروان۔ طلاز کرد۔ اور باب الابواب اس کے ماتحت تھے۔

(۲) آرمینیہ۔ اس کا مرکز دبیل تھا۔ بدلیس، خلاط، سوئے۔ سلماس، اردبیہ۔ مراغہ۔ مرند۔ اور قالیقلا اسی میں شامل تھے۔

(۳) آذربیجان - اس کا امیر اردبیل میں رہتا تھا۔ تبریز اسی ولایت میں تھا۔

اس اقلیم کے اصلی باشندے کرد۔ ارمن اور ایرانی ہیں۔ اس میں سے دیلمی کرد اور رس گزرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی زیادہ تر عہد عباسی میں اسلام لائے۔

(۱۱) اقلیم الجبال

ولایات ۳

(۱) رے ۔ آوہ ۔ ساوہ ۔ قزوین ۔ اور ابہراس کے ماتحت تھے۔

(۲) ہمدان۔

(۳) اصفہان۔

(۱۲) خوزستان

ولایات ۷

(۱) سوس ۔ عراق اور کوہستان کی سرحد پر ہے۔

(۲) تستر ۔ (شوستر)

(۳) جندلیسا پور۔

(۴) عکر مکرم۔

(۵) اہواز۔

(۶) دروق۔

(۷) رامہرمز۔

(۱۳) فارس

ولایات ۶

(۱) ارجان۔

(۲) خرہ اردشیر۔ اس کا صدر مقام سیراف تھا۔

(۳) دارالجبرد۔

(۴) شیراز۔ بیضا اور فسا اس کے ماتحت تھے۔

(۵) سابور۔ اس کا مرکز شہرستان تھا۔ گازرون۔ نوبندجان۔ اور توز اس کے تابع تھے۔

(۶) اصطخر (استخر) ایران کا قدیم پایۂ تخت تھا۔

اس اقلیم میں اہل فارس کے ساتھ کردون کی بھی ایک کثیر تعداد تھی۔

(۱۴) کرمان

ولایات ۵

(۱) بردسیر۔ ماہان۔ گرگان اور زرند اس میں شامل تھے۔

(۲) نرماسیر۔

(۳) سیرجان۔

(۴) بم۔
(۵) جیرفت۔ متصل ساحل بحر۔

(۱۵) سندھ

ولایات ۴

(۱) مکران۔ اس کا صدر مقام تیجپور تھا۔

(۲) طوران۔ دارالامارہ مقام قصدار تھا۔

(۳) خاص سندھ۔ اس کا مرکز منصورہ تھا دیبل اسی کے ماتحت تھا۔

(۴) ویہند۔

اس اقلیم میں دریائے مہران (سندھ) ہے جو مصر میں دریائے نیل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

ان پندرہ ممالک میں سے چھ کی زبان عربی تھی۔

یہ طویل و عریض سلطنت خراسانی شیعہ کی امداد سے بنی عباس کو ملی تھی۔

ولایتِ عہد

حصہ دوم میں خلافت کے بیان میں ہم اس امر کو تفصیل کے ساتھ لکھ آئے ہیں کہ وہ جمہوری ہے۔ اور خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کی عام رضامندی سے ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ انھیں کی صلاح و فلاح اور انہیں کی مہمات کے انتظام کے لئے مقرر ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے خود اپنے اختیار سے بلا کسی نص کے حضرت ابوبکر کو منتخب کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

بیعت اس معاہدہ کو کہتے ہیں جو اجراء عقدِ بیع کے وقت بائع اور مشتری میں ہاتھ ملا کر کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ جانبین کا معاہدہ ہے یعنی خلیفہ ان کو کتاب و سنت پر چلائے گا اور وہ ان احکام میں جو رضا جوئی حق کا ذریعہ ہیں اس کی اطاعت کریں گے۔ یہی بیعت دراصل خلیفہ کی قوت کی اصلی بنیاد ہے۔ کیونکہ اس کے بعد امت پر اس کی اطاعت شرعی طور پر لازم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو بکر نے انتخاب خلیفہ کا ایک دوسرا طریقہ اختیار فرمایا یعنی بہ کہ مشورہ اہل رائے انھوں نے ایک شخص کو اپنا قائم مقام منتخب کر دیا کہ لوگ اس بات کی بیعت کریں کہ میرے بعد اس کو خلیفہ بنائیں گے اسی کو ولی عہدی کہتے ہیں۔

حضرت ابو بکر نے اس انتخاب میں مشورۂ عام اور خیر خواہی امت کا خیال رکھا تھا اور حضرت عمر کو اپنا ولیعہد بنایا تھا جو نہ ان کے ہم قبیلہ تھے نہ رشتہ دار۔ خلافت راشدہ کے بعد امیر معاویہ نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا۔ مگر انھوں نے خاص اپنے بیٹے یزید کو ولیعہدی کے لئے منتخب کیا۔ اور اپنے موافقوں سے برائے نام مشورہ لیکر مخالفوں سے بھی بیعت لے لی۔ اس کے بعد بنی امیہ نے اسی طریقہ کو سلسلہ وار جاری رکھا۔ مشورہ کو بھی نظر انداز کر دیا۔ اور باختیار خود محض اپنے عزیزوں اور بیشتر اپنے بیٹوں کو ولی عہد بناتے رہے۔ بلکہ اکثر ایک کے بجائے دو دو کو ولیعہد مقرر کر دیتے تھے جس سے اور بھی فساد بڑھتا گیا۔ اور آخر میں ان کے زوال کا موجب ہوا۔

بنی عباس نے بھی ان کی تاریخ سے مطلق عبرت نہیں پکڑی اور وہی دستور ولیعہدی کا برقرار رکھا اور دو دو اور تین تین ولیعہد مقرر کرنے لگے۔ چنانچہ اس بدنظمی کی بدولت ان پر بھی وہی مصیبتیں آئیں جو بنی امیہ پر آئی تھیں۔

سفاح نے جو پہلا عباسی خلیفہ تھا اپنے بھائی ابوجعفر منصور کو اور اس کے بعد اپنے بھتیجے عیسٰے بن موسٰی کو ولیعہد بنایا۔ جب منصور تخت خلافت پر آیا۔ اور اس کا بیٹا مہدی جوان ہوا تو اس کے اوپر یہ امر نہایت گراں گزرا کہ میرے بعد عیسٰے خلیفہ ہو جائے۔ اور میرا بیٹا محروم رہے اس لئے اس نے چاہا کہ خلافت میں عیسٰے کا درجہ مہدی کے بعد کر دے عیسٰے اس پر راضی نہیں تھا۔ اس وجہ سے اس پر بہت سختی کی۔ زہر کا پیالہ بھی اس کو پلایا لیکن وہ سخت جان تھا نہیں مرا۔ مگر مجبور ہو کر اس کو اپنی تاخیر پر رضامند ہونا پڑا۔ حالانکہ اسی عیسٰے نے منصور کے عہد میں عظیم الشان کام انجام دیئے تھے۔ اور بڑی بڑی مہمات سر کی تھیں۔

مہدی جب خلیفہ ہوا تو اس نے بھی اس بات کا اعادہ کیا۔ جو منصور نے کی تھی یعنی عیسٰی پر سختی شروع کی کہ وہ ولیعہدی سے مطلقاً دست بردار ہو جائے۔ تاکہ وہ اپنے دونوں بیٹوں ہادی اور ہارون کو ولی عہد بنائے۔ طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانے کے بعد عیسٰے نے تنگ آ کر دست برداری لکھ دی۔ اب مہدی نے بھی وہی قدیمی غلطی کی۔ اور اپنے بعد اپنے دونوں بیٹوں ہادی اور ہارون کو یکے بعد دیگرے ولیعہد کر گیا۔

ہادی نے خلیفہ ہو جانے کے بعد ہارون کو ولیعہدی سے نکال کر اپنے نوعمر بیٹے کو ولیعہد کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ ہارون کی امداد کے لئے قوی

دست باز و موجود تھے اس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکا اور انہیں جھگڑوں میں اس کی وفات بھی ہو گئی۔ جس کے بارے میں بعض لوگوں کا بیان ہے کہ زہر سے ہوئی۔

ہارون نے خلیفہ ہو جانے کے بعد پہلے مامون کو ولیعہد بنانا چاہا۔ لیکن چونکہ وہ کنیز کے شکم سے تھا اس لئے زبیدہ کے اثر سے مجبور ہو کر ۱۷۵ھ میں امین کی ولیعہدی کا فرمان لکھا جس کی عمر اس وقت تین سال سے زائد نہ تھی۔ دس سال کے بعد جعفر بن یحییٰ برمکی کی کوشش سے جو مامون کا اتالیق تھا۔ مامون کے لئے بھی عہد نامہ لکھا۔ پھر عبدالملک بن صالح کے مشورے سے اپنے تیسرے بیٹے قاسم کو بھی ولیعہد بنایا اور اس کا لقب موتمن رکھا اس کے بعد کل ممالک اسلامیہ کو ان تینوں میں تقسیم کر دیا۔

مشرقی حصہ خراسان وغیرہ مامون کو دیا۔ مشرقی حصہ مصر اور شام امین کو۔ جزیرہ موتمن کو اور ہر ایک کو مستقل امیر بنا دیا۔ اس طرح اپنی اولاد میں باہمی فتنہ و فساد کا تخم خود اپنے ہاتھوں سے بو دیا۔

اس کے بعد جب حج کے لئے گیا تو خاص حرم میں امین اور مامون کے لئے دو عہد نامے لکھے۔ اہل حرم کے سامنے دونوں بھائیوں کی موجودگی میں یہ محضر سنائے گئے۔ علماء فقہاء امراء اور تمام حاضرین یہاں تک کہ اللہ اور فرشتے سب اس کے اوپر گواہ بنائے گئے اور سخت سے سخت تاکیدیں اور

شرطیں کی گئیں کہ اس عہد نامہ کو نہ توڑیں۔ اور باہم خونریزی نہ کریں۔

لیکن ہارون جب گزر گیا اور امین تخت پر آیا تو اس کے دل میں بھی وہی خواہش پیدا ہوئی جو اس کے اسلاف کے دلوں میں ہوئی تھی یعنی اس نے چاہا کہ مامون کو ولایت عہد سے دستبردار کرا کے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنائے مامون خراسان کا والی تھا اس کے پاس فوجی قوت بھی تھی اس بنا پر اس نے انکار کر دیا۔ امین نے فوج بھیجی اور آخر وہ خونی واقعات پیش آئے جس سے عالم اسلامی میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔ خود بغداد کا نہایت سخت محاصرہ ہوا یہاں تک کہ امین مارا گیا اور مامون خلیفہ ہوا۔

مامون نے صرف اپنے بھائی معتصم کو اپنا جانشین بنایا تھا اسی طرح معتصم نے بھی صرف اپنے بیٹے واثق کو ولی عہد کیا تھا۔ اور واثق بلا عہد ولایت لکھے ہوئے گذر گیا اس کی موت کے بعد ارکان دولت نے متوکل کو منتخب کر لیا۔ متوکل نے پھر وہی غلطی کی جو ہارون نے کی تھی۔ یعنی اس نے بھی اپنے تینوں بیٹوں منتصر، معتز، اور مؤید کو یکے بعد دیگرے ولیعہد بنایا اور ہر ایک کو دو دو علم عطا کئے۔ ایک سیاہ جو لواء عہد تھا اور ایک سپید جو لوائے حکومت تھا۔ اور کل ممالک اسلامیہ کو ان میں تقسیم کر دیا۔

منتصر کو افریقہ۔ مغرب۔ شام۔ جزیرہ۔ حجاز۔ عراق۔ یمن۔ اہواز۔ مکران اور سندھ۔

معتز کو۔ خراسان۔ طبرستان۔ آرمینیہ۔ آذربائیجان اور فارس۔
موئد کو۔ جند حمص۔ جند دمشق۔ جند فلسطین۔

ہارون کی اولاد کا انجام دیکھ لینے اور یہ سمجھ لینے کے بعد کہ بنی عباس میں عہد کا کوئی احترام نہیں ہے متوکل نے اپنے اس فعل میں مطلق دوراندیشی سے کام نہیں لیا۔

آخر میں بعض وجوہ کی بنا پر اپنے بڑے بیٹے منتصر کو ولیعہدی سے معزول کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ وہ مستقل امیر تھا اور اس کے پاس ترکوں کی ایک جماعت تھی اس نے متوکل کو قتل کر دیا۔ اور خلیفہ ہو گیا۔ چالیس دن کے بعد اپنے دونوں بھائیوں کو بلا کر ولیعہدی سے معزولی کا فرمان سنا دیا۔ موید نے تسلیم کر لیا لیکن معتز نے مخالفت کی مگر بالآخر مجبور ہو کر ماننا پڑا اور یہ سب کچھ محض شخصی استبداد کا جذبہ تھا۔ ورنہ منتصر کے کوئی اولاد بھی اس قابل نہیں تھی کہ اس کو ولیعہد بناتا۔ چنانچہ وہ بلا ولیعہد بنائے گذر گیا۔

اس کی وفات کے بعد موالی نے مستعین بن محمد بن معتصم کو لا کر تخت نشین کیا جس کو انھوں نے متوکل کی اولاد کے خوف سے چھپا رکھا تھا اس زمانہ سے خلافت ترکی غلاموں کے قبضہ میں آگئی وہی جس کو چاہتے تھے خلیفہ بناتے تھے اور جس کو چاہتے تھے معزول کرتے تھے صرف پندرہویں عباسی خلیفہ معتمد نے اپنے بھتیجے معتضد کو اپنا ولیعہد بنایا اور اس نے اپنے

بیٹے مکتفی کو اس کے بعد سے پھر خلیفہ کا عزل و نصب ترکوں کے ہاتھ میں رہا۔

بنی بویہ کے زمانہ میں کل اختیارات انہیں کے ہاتھ میں تھے خلفاء صرف نام کے لئے رکھے جاتے تھے۔ اس عہد میں جس قدر خلیفہ ہوئے سب کے سب معزول ہوتے رہے۔ صرف قادر عرصہ تک قائم رہا۔ اور اس نے اپنے بیٹے قائم کو ولیعہد بنایا اس کے بعد سے خلافت کا سلسلہ اس طرح رہا کہ باپ سے بیٹے کو ملتی رہی۔

۶۵۶ھ میں ہلاکو نے جو چنگیز خان کا پوتا تھا۔ بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں کے آخری عباسی خلیفہ مستعصم کو قتل کر ڈالا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عہد عباسی میں باوجود اس کے کہ ہر قسم کے علوم و فنون کی اشاعت ہوئی۔ لیکن خلافت کے لئے کوئی معقول نظام نہیں تجویز کیا گیا۔ جس کا نتیجہ آخر میں آ کر تباہی اور بربادی ہوا۔

(۱) سفاح

ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس
اس کی ماں ریطہ قبیلہ بنی حارث کی تھی اس کی ولادت سنہ ۱۰۴ھ میں حمیمہ
میں ہوئی جہاں اس کا خاندان سکونت گزین تھا۔

محمد بن علی نے اپنے بڑے بیٹے ابراہیم کو وصی بنایا تھا۔ ابراہیم جب گرفتار ہوئے اور ان کو یقین ہوگیا کہ میں زندہ نہیں بچوں گا تو سفاح کے لئے امامت کی وصیت کر گئے۔ یہ مع اپنے تمام خاندان کے ابوسلمہ وزیر آل محمد کے ساتھ کوفہ میں آگیا۔

۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ مطابق ۳۰ اکتوبر سنہ ۷۴۹ء میں کوفہ میں اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی لیکن اس وقت تک بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان زندہ تھا۔ جب وہ مصر میں ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲ھ مطابق ۵ اگست سنہ ۷۵۰ء میں قتل کر دیا گیا تو اس کی مستقل خلافت کا آغاز ہوا۔

کوفہ چونکہ شیعہ آل علی کا مرکز تھا اس لئے بنی عباس نے وہاں اپنا

دارالخلافہ رکھنا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ چنانچہ وہ حیرہ پھر اور پھر وہاں سے انبار میں منتقل ہو گئے۔

احوال خلیفہ

مروان کے قتل کے بعد بنی عباس کی مشکلات ختم نہیں ہوئیں، کیونکہ بہت سے امرا اور روساء نے جو بنی امیہ کے حامی تھے بغاوتیں کیں۔ سفاح کا عہد خلافت زیادہ تر ان ہی بغاوتوں کے دبانے میں گذرا۔

جو لوگ عالی خیال اور بلند حوصلہ ہوتے ہیں وہ قدرت پا جانے کے بعد مخالفوں کے دلوں کو معافی اور حسن سلوک سے اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کا قصور معاف کر کے ان کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اہل قریش کو جنہوں نے اسلام کی عداوت اور آنحضرت اور مسلمانوں کو ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی عام معافی دیدی۔ اور بجز خاص مجرموں کے کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ مگر بنی عباس نے اپنے خاندانی اور ایک جد کے بھائیوں بنی امیہ پر غلبہ پا کر جس طرح ان کو مٹایا اور ان کے فنا کرنے میں جس قساوت قلبی کا اظہار کیا اس کی مثال اسلامی تاریخ میں نہیں ہے۔

داؤد بن علی نے جو سفاح کا چچا تھا مکہ مدینہ میں جس قدر بنی امیہ تھے ان سب کو قتل کر ڈالا اس کے بھائی سلیمان بن علی نے بصرہ میں یہی کیا۔

جن کو قتل کرنا تھا ان کے پاؤں پکڑوا کر کھنچوا کر راستوں میں ڈال دیتا تھا۔ عبداللہ بن علی نے شام میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ایک ایک بنی امیہ کو مار ڈالا۔ بجز شیر خوار بچوں یا ان لوگوں کے جو روپوش ہو کر بھاگ گئے کوئی اس کے ہاتھ سے نہیں بچ سکا۔ یہاں تک کہ اس نے جوش انتقام میں خلفاء بنی امیہ۔ امیر معاویہ۔ یزید اور عبدالملک وغیرہ کی قبریں کھدوا ڈالیں اور ان کی بوسیدہ ہڈیوں کو بھی نکال کر پھنکوا دیا۔ ہشام بن عبدالملک کی نعش صحیح و سالم نکلی تھی۔ صرف ناک گل گئی تھی۔ اس کو کوڑوں سے پٹوا کر سولی پر چڑھا دیا پھر آگ میں جلایا۔ اور راکھ ہوا میں اڑا دی۔

عراق میں خود سفاح نے بھی یہی کیا۔ ایک بار دربار میں وہ تخت پر بیٹھا ہوا تھا ایک جانب کرسیوں پر بنی ہاشم اور دوسری جانب گدوں پر بنی امیہ تھے۔ اسی اثنا میں ایک شاعر نے آکر بنی امیہ کے مظالم میں چند اشعار اس کو سنائے۔ سفاح کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اس نے بنی امیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کمبختو! ہمارے جن عزیزوں کو تم نے قتل کیا وہ تو فنا ہو گئے۔ اور تم ابھی تک اس دنیا میں عیش کرنے اور لذت اٹھانے کے لئے زندہ ہو پھر خراسانیوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے اوپر ٹوٹ پڑے اور سب کو قتل کر ڈالا صرف ایک شخص عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز داؤد بن علی کی سفارش سے بچ سکا۔

بنی عباس کی یہ سخت گیری بنی امیہ ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ خود

اپنے ارکان سلطنت پر بھی انھوں نے ہاتھ بڑھایا۔ ابوسلمہ خلال جو وزیر آل محمد کے لقب سے مشہور تھا۔ اور جس نے اس دولت کے قائم کرنے میں بڑی خدمت انجام دی تھی۔ سفاح اس سے اس بنیاد پر ناراض تھا۔ کہ اس نے اس خلافت کو آل علی کی طرف منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے اس کے قتل کے درپے ہوا۔ مگر اس میں ابومسلم کی لئے لینی بھی ضروری تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی منصور کو خراسان میں بھیجا ابومسلم نے کہا کہ آپ لوگ خاموش رہیں۔ میں خود اس کا بندوبست کردوں گا منصور واپس آیا۔ ابومسلم نے ایک خراسانی کو کوفہ میں بھیجا۔ اور اس کو یہ حکم دیا کہ جہاں ابوسلمہ کو پا جائے قتل کردے وہ آکر چھپا رہا۔ ابوسلمہ سفاح کے دربار سے نکلکر جب شارع عام پر آیا تو اس نے پہنچکر اس کو قتل کر دیا۔ چند غوغائیوں نے وہاں جمع ہوکر شور مچا دیا کہ کسی خارجی نے اس کو مار ڈالا۔

اسی زمانہ میں ابومسلم نے سلیمان بن کثیر خزاعی شیخ النقباء جس نے اس سلطنت کے قائم کرنے میں ابوسلمہ سے کم کوشش نہیں کی تھی یہی الزام لگایا کہ وہ بہ نسبت آل عباس کے آل علی کا ہوا خواہ ہے۔ حالانکہ یہ وہ شخص ہے کہ امام ابراہیم نے جب ابومسلم کو خراسان میں امیر بنا کر بھیجا تھا۔ تو اس کو یہ حکم دیا تھا کہ اہم معاملات میں تم اسی شیخ سے مشورہ لینا۔ اور اس کو میرا قائم مقام سمجھنا۔

ابومسلم نے اس کو بلایا۔ اور کہا کہ تم کو یہ بات یاد ہے کہ امام نے مجھے حکم دیا تھا کہ جس پر مجھ کو شبہ ہو اس کو قتل کردوں! اس نے کہا کہ ہاں!

ابومسلم نے کہا کہ مجھ کو تمہارے اوپر شبہ ہے کہ تم امام کے سچے خیرخواہ نہیں ہو اس نے اللہ کا واسطہ دلانا شروع کیا۔ لیکن ابومسلم نے ایک نہیں سنی اور اس کو قتل کر دیا۔

الغرض سفاح کا عہد بنی امیہ کو مٹانے اور ہر طرف سے جو رخنے نظر آئے ان کو بند کرنے میں گزرا جس کی نسبت ذرا بھی شبہ ہوتا تھا وہ قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح نہ صرف بے جا خونریزی اور سفاکی حد سے زیادہ ہوئی۔ بلکہ بدعہدی اور پیماں شکنی کی مثال قائم ہو گئی جس کی وجہ سے کبرا سلطنت کے دلوں سے اطمینان کے ساتھ خلوص جاتا رہا۔

امرار

سفاح کے عہد میں جس قدر امرا مقرر کئے گئے وہ سب بنی عباس میں سے تھے اس لئے کہ غیروں پر اعتماد نہیں تھا ان امرا میں سے تین شخص اپنے نفوذ اور اثر کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ عبداللہ بن علی والی شام و مصر۔ ابوجعفر منصور والی عراق و جزیرہ۔ ابومسلم امیر خراسان۔ یہی لوگ سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ مگر ان میں باہم خلوص و اتحاد نہیں تھا۔

ابومسلم کی طاقت اور شوکت کو دیکھ کر ابوجعفر از روئے حسد کے اس کا سخت دشمن ہو گیا تھا۔ اور بار بار سفاح سے اصرار کرتا تھا کہ اس کو قتل کر دو وہ بھی راضی تھا لیکن صرف اس خوف سے جرأت نہیں کرتا تھا کہ کہیں خراسانی جن کی بدولت یہ سلطنت قائم ہوئی ہے اس کے قتل سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔

عبداللہ بن علی خلافت کی آرزو رکھتا تھا۔ اس کو یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ کہیں منصور سفاح سے اپنی ولیعہدی کا فرمان نہ لکھائے اس لئے آپس میں دونوں میں صفائی نہ تھی۔

۱۳۶ھ میں ابومسلم نے سفاح سے حج کی اجازت طلب کی۔ وہ چونکہ اس کو امیر الحاج نہیں بنانا چاہتا تھا۔ اسلئے منصور سے کہا کہ تم بھی حج کے لئے درخواست دیدو اس کی عرضی پر حکم لکھ دیا کہ تم امسال امیر الحج ہو۔ اور ابومسلم کو جواب دیا کہ تم حج کے لئے آؤ لیکن چونکہ منصور نے بھی حج کی درخواست کی تھی اس لئے میں نے اس کو امیر الحاج مقرر کر دیا ہے ابومسلم نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ اور لکھا کہ مجھے خوشی ہے کہ میں ان کی ماتحتی میں حج کروں لیکن اپنے خاص لوگوں سے کہا کہ کیا منصور کو اسی سال حج کرنا ضروری تھا۔ یہ دونوں قافلے ایک ساتھ ایک ہی راستے سے مکہ کو چلے۔ راہ میں ابومسلم نے اپنی شوکت اور فیاضی کا اس قدر اظہار کیا کہ منصور کا رشک و حسد اور بھی بڑھ گیا۔ اور آئندہ یہی ابومسلم کے قتل کا موجب ہوا۔

ولیعہدی

۱۳۶ھ میں سفاح نے اپنے بھائی منصور اور اسکے بعد عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی کی ولیعہدی کیلئے فرمان لکھا اس عہد کو حریر کے پارچے پر لکھوا کر پہلے اس پر اپنی مہر لگائی پھر اپنے اہل خاندان کی مہریں لگوا کر عیسیٰ بن موسیٰ کے حوالے کیا۔

وفات

اسی سنہ میں وہ چیچک کے مرض میں مبتلا ہوا اور یوم یکشنبہ ۱۲ ذی الحجہ مطابق ۱۰ر جون ۷۵۲ء کو مقام انبار میں وفات پائی۔

یوم بیعت سے وفات تک اس کی مدت خلافت ۴ برس ۹ مہینے رہی اور مروان کے قتل کے بعد سے ۲ سال ۹

(۲) منصور

ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ۔ اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام سلامہ تھا۔ اس کی پیدائش حمیمہ میں ۹۵ھ میں ہوئی تھی۔

خلافت عباسیہ کے لئے جدوجہد اور اس کے انتظام و اہتمام میں یہ سفاح کا دست راست تھا۔ جس وقت اس کی وفات ہوئی یہ حج کے لئے گیا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ ولیعہد ثانی نے اس کے لئے بیعت لی اور اس کو صورت حال سے مطلع کیا وہ واپس آرہا تھا کہ راستہ میں قاصد ملا۔ عجلت کے ساتھ انبار پہنچ کر تخت نشین ہوا۔

احوال خوارج داخلیہ

منصور کو اپنی خلافت کے لئے بنی امیہ یا ان کے حامیوں کی طرف سے تو کوئی اندیشہ نہ تھا۔ کیونکہ ان کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ لیکن تین طرف سے اس کو ڈر لگا ہوا تھا۔

(۱) اپنے چچا عبداللہ بن علی کی طرف سے۔ کیونکہ بنی عباس میں اس کی شخصیت نہایت ممتاز تھی۔ اور چونکہ سفاح نے اس کو سپہ سالار عام مقرر کر دیا تھا۔ اس لئے شام جزیرہ اور موصل وغیرہ کی تمام فوجیں اس کے قبضہ میں تھیں۔

اور وہ بڑی قوت اور شوکت رکھتا تھا۔ واپسی میں جب منصور کو سفاح کی موت کی اطلاع ہوئی تو اس نے ابومسلم سے اس خطرہ کا اظہار بھی کیا تھا۔

(۲) خود ابومسلم سے۔ جو دولت عباسیہ کا اعلیٰ بانی تھا کیونکہ اس کی طاقت بھی زبردست تھی اور تمام مہمات ملکی میں وہ دخیل تھا ابوجعفر کو یہ ڈر تھا کہ کہیں مجھ کو اپنا مخالف سمجھکر یہ خلافت کو کسی دوسرے کے ہاتھ میں منتقل نہ کردے۔

(۳) اپنے بنی اعمام آل علی سے۔ بالخصوص محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن ابی طالب کی طرف سے اس کو بہت خطرہ تھا۔ اور یہ خوف اس کے دل میں اس وقت سے اور بھی بڑھ گیا جب اس نے دیکھا کہ اس کے امیر الحج ہونے کی وجہ سے محمد مذکور اور ان کے بھائی ابراہیم دونوں حج میں شریک نہیں ہوئے۔

ان تینوں خطرات کو اس نے اچھی طرح سمجھ لیا چونکہ وہ صاحب ہمت و جرات ہوشمند اور مدبر تھا۔ اس لئے یہ سوچا کہ انھیں دشمنوں سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں کام لیکر ان کی قوت کو توڑ دے۔

عبداللہ بن علی

عیسٰے بن موسیٰ نے عبداللہ کو بیعت کے لئے بلایا۔ وہ اس وقت رومیوں سے لڑکر واپس آرہا تھا۔ حران میں پہنچکر اس نے فوج کو جمع کیا۔ اور ان سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔

منصور نے ابومسلم کی ماتحتی میں نہایت سازوسامان کے ساتھ ایک لشکر گراں ترتیب دیکر اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔

عبداللہ کے ساتھ خراسانی فوج کا بھی حصہ تھا۔جس کا امیر حمید بن قحطبہ تھا۔عبداللہ نے خیال کیا کہ شاید یہ لوگ ابو مسلم کی وجہ سے میرا ساتھ نہ دیں۔اس لئے حمید کو ایک خط دیکر زفر بن عاصم والی حلب کے پاس بھیج دیا اور اس کے جانے کے بعد خراسانیوں کو جو کئی ہزار تھے قتل کرا دیا۔ادھر راستہ میں حمید نے جب اس خط کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ مضمون پایا کہ جس وقت یہ تمہارے پاس پہنچے اس کو قتل کر دینا اس وجہ سے وہ حلب نہیں گیا۔اور اپنے ساتھیوں کو لئے ہوئے عراق کی طرف پلٹا۔خراسانیوں کے قتل اور حمید کے نکل جانے کی وجہ سے عبداللہ کے لشکر میں ابتری پیدا ہو گئی وہ ان کو لئے ہوئے حران سے نصیبین میں آگیا جو ایک مستحکم فوجی مقام تھا اور وہاں جنگ کی تیاری میں مشغول ہوا۔

ابو مسلم نے وہاں پہنچکر دیکھا کہ عبداللہ نے ایک مضبوط مرکز پر مورچہ جما لیا ہے جس کو فتح کرنا دشوار ہے اس لئے اس کو خط لکھا کہ مجھ کو تم سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ میں ملک شام کا والی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی طرف کو جا رہا ہوں عبداللہ اس کی چال کو سمجھ گیا لیکن اس کے ساتھ جو شامی افسر تھے وہ مضطرب ہوئے کہ ہم یہاں ہیں یہ شام میں پہنچکر نہ معلوم ہمارے گھر والوں پر کیا کیا سختیاں کرے۔اس لئے انھوں نے عبداللہ کو مجبور کیا کہ شام کی طرف چلو۔وہ ان کو لے کر نکلا اور ملک شام کی طرف چلا۔ابو مسلم موقع پا کر نصیبین میں داخل ہو گیا اور اس محفوظ مقام کو اپنا مرکز بنا لیا۔عبداللہ نے دیکھا کہ حریف اپنے داؤں

میں کامیاب ہو گیا مجبوراً اس جگہ آکر خیمے ڈالے جہاں پہلے ابو مسلم کی فوج تھی۔ فریقین میں جنگ شروع ہوئی۔

شامی تعداد میں زیادہ اور ساز و سامان کے لحاظ سے خراسانیوں سے بہتر حالت میں تھے۔ لیکن جو موقع ابو مسلم نے حاصل کر لیا تھا اس کی وجہ سے اہل شام ان کو مغلوب نہ کر سکے۔ چھ مہینے تک برابر لڑائی جاری رہی۔ اور کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔

یوم سہ شنبہ ۷ رجمادی الاول ۱۳۷ھ کو ابو مسلم نے حسن بن قحطبہ کو جو اس کے میمنہ کا امیر تھا حکم دیا کہ آج میسرہ میں زیادہ فوج کو رکھو اور میمنہ میں صرف وہ لوگ رہیں جو منتخب بہادر ہیں۔ عبداللہ نے یہ دیکھکر اپنے میمنہ کی طرف زیادہ زور دیا۔ اور میسرہ کو خالی چھوڑ دیا۔ ابو مسلم نے قلب اور میمنہ کو ایک ساتھ اس کے میسرہ پر بڑھایا جس سے شامیوں کا زور ٹوٹ گیا اور وہ شکست کھا گئے۔

عبداللہ بن علی سے اس وقت ایسا فعل سرزد ہوا جس کو بنی ہاشم ہمیشہ اپنے لئے عار سمجھتے رہے یعنی وہ میدان چھوڑ کر بھاگا اس کے ہمراہیوں نے ہر چند اس سے کہا کہ بھاگنا سپاہی کا کام نہیں ہے اس سے پہلے خود تم ہمیشہ مروان کو گالیاں دیتے تھے کہ وہ موت سے ڈر کر بھاگ گیا آج خود اسی ننگ کو کیوں گوارا کرتے ہو مگر اس کا قدم نہیں رکا ابو مسلم نے فتح کے بعد شامیوں کو امن عام دے دیا۔

عبداللہ بصرہ پہنچا۔ وہاں اس کا بھائی سلیمان بن علی والی تھا۔ کچھ دنوں تک اس کے پاس چھپا رہا۔ منصور کو خبر ہو گئی۔ اس نے سلیمان کو لکھا کہ عبداللہ کو میرے پاس بھیج دو۔ میں اسے امان دیتا ہوں۔ سلیمان اس کو خود اپنے ساتھ لے کر گیا۔ منصور نے باوجود امان دے دینے کے قید کر دیا۔ یہاں تک کہ قید ہی میں سنہ ۱۴۷ھ میں وہ مرا۔

ابومسلم

منصور کو ابومسلم کے ہاتھوں عبداللہ کی طرف سے اطمینان نصیب ہو گیا لیکن اب خود ابومسلم کی اس کو فکر ہوئی کیونکہ اس فتح سے اس کا رتبہ اور بھی بڑھ گیا۔ اور منصور کی طبیعت اس قسم کی تھی کہ وہ اپنے سوا کسی کی عظمت کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اس کے خطوط ابومسلم کے پاس جاتے ہیں تو وہ ان کا مذاق اڑاتا ہے۔ اس وجہ سے اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو اس کا خاتمہ کر دے۔

اسی درمیان میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ ابومسلم کے دل میں بھی منصور کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا۔ وہ یہ کہ جب شامیوں پر اس نے فتح پائی تو منصور نے ایک شخص کو اس کے پاس بھیجا اور لکھا کہ جو کچھ مال غنیمت ملا ہو اس کو اچھی طرح شمار کر کے اس کے حوالہ کر دیا۔ ابومسلم نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ خون کے معاملہ میں مجھ پر اعتماد کیا جاتا ہے اور مال کے معاملہ میں نہیں۔ اور اس قدر برہم ہوا کہ اس کے قتل کرنے کا حکم دیا لیکن اس کے حاشیہ نشینوں نے کہا کہ اس غریب کا قصور کیا ہے۔

اس لئے چھوڑ دیا۔ اس شخص نے آکر سارا ماجرا منصور کو سنایا۔

منصور بہت احتیاط کرتا تھا کہ اس کے دل میں اس کی طرف سے کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہونے پائے۔ کیونکہ اس کو خطرہ تھا کہ اگر وہ بدگمان ہو کر خراسان میں چلا گیا تو اس کے اوپر قابو پانا دشوار ہوگا اس لئے کہ وہاں اس کی طاقت زبردست ہے جب یہ صورت پیدا ہو گئی تو اس نے فوراً ابومسلم کو فرمان بھیجا کہ بجائے خراسان کے میں تم کو شام اور مصر کا والی مقرر کرتا ہوں تم شام میں رہو اور اپنی طرف سے جس کو چاہو مصر کا امیر بنا کر بھیج دو۔

اس فرمان سے وہ اور بھی غضبناک ہوا اور کہا کہ خراسان میری ولایت ہے میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی کل فوج کو لے کر مشرق کیطرف روانہ ہوا منصور نے دیکھا کہ اب اگر یہ خراسان تک پہنچ گیا تو ایک ایسی جنگ پیش آئیگی جس کا نتیجہ نامعلوم ہے لہذا اس کا فیصلہ جس تدبیر سے ممکن ہو اس سے پہلے کر دینا چاہیئے یہ سوچ کر وہ انبار سے مدائن میں آگیا۔ اور ابومسلم کو حکم بھیجا کہ تم یہاں آکر مجھ سے ملو اس نے جواب میں لکھا کہ:۔

امیرالمومنین کا اب کوئی دشمن باقی نہیں رہا۔ جس کی طرف سے خطرہ ہو اور ہم نے آل ساسان کی روایات میں یہ سنا ہے کہ سکون کی حالت میں بادشاہوں کو زیادہ خطرہ اپنے وزیروں کی طرف سے ہوا کرتا ہے۔ اس لئے آپ کے قرب سے گریزاں ہیں اور چاہتے ہیں کہ دور رہ کر

وفاداری کے ساتھ اطاعت کرتے رہیں۔ لیکن اگر آپ کو اس
کے خلاف اصرار ہے اور آپ وہی کرنا چاہتے ہیں جو مرکوز خاطر
ہے تو یہ اس پیمان کے خلاف ہے جو ہمارے ساتھ کیا گیا ہے۔

اس خط سے منصور کے دل میں انتقام کی آگ اور بھڑک اٹھی کیونکہ ابومسلم نے اپنی قوت کے اعتماد پر نہ صرف اس کے حکم کی مخالفت کی تھی بلکہ اپنے آپ کو اس کے مقابل رکھکر ایک قسم کی دھمکی بھی دی تھی منصور نے جواب دیا۔

میں نے تمہارا خط پڑھا۔ تم ان خیانت کار وزرا میں سے نہیں
ہو جو اپنے جرموں کی وجہ سے بادشاہوں سے ڈرتے تھے اور اپنے
بچاؤ کے لئے سلطنت میں انقلاب پیدا کرنے کی سازشیں کرتے تھے۔
بلکہ تم نے اس دولت کی عظیم الشان خدمت کی ہے اور ہم کو
تمہاری خیرخواہی اور اطاعت پر کامل اعتماد ہے اسی لئے یہ خط
ولیعہد عیسٰے بن موسیٰ کے ہاتھ تمہارے پاس بھیجا جاتا ہے کہ اس
کی باتوں سے تم کو اطمینان ہو جائے اور اگر دل میں کسی قسم کا وسوسہ
ہو تو نکل جائے۔

منصور نے عیسٰے کے ہمراہ ابوحمید مروزی کو بھی جو ایک نہایت زبان آور آدمی تھا بھیجا اور اس سے کہہ دیا کہ پہلے ابومسلم سے نہایت نرمی سے گفتگو کرکے یہاں آنے پر راضی کرنا اگر وہ انکار کرے تو پھر اس سے کہنا کہ امیرالمؤمنین نے قسم کھائی ہے

کردیتے نہیں آؤ گے تو میں خود آؤں گا۔ تم بھاگو گے تو تمہارا پیچھا کروں گا یہاں تک کہ سمندر یا آگ میں اگر جا گھسو گے تو میں بھی تمہارے پیچھے اس میں گھسوں گا اور یا ماروں گا یا مروں گا۔

ابو حمید نے حسب ہدایت پہلے ابو مسلم سے شیریں زبانی کے ساتھ گفتگو کی اس نے خراسانیوں سے مشورہ لیا۔ انھوں نے کہا کہ منصور کے پاس تمہارا جانا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی نیت تمہاری طرف سے صاف نہیں معلوم ہوتی اس بنا پر اس نے ابو حمید سے کہا کہ میں نہیں جا سکتا۔ اس وقت ابو حمید نے دوسرا پیام سنا دیا۔ اس کو سنکر اس کا دل بیٹھ گیا۔

ادھر منصور نے دوسری کارروائی یہ کی کہ ابو مسلم کے نائب کو جو اس کی غیبت میں خراسان کا حاکم تھا وہاں کی مستقل حکومت کا فرمان لکھ کر بھیج دیا۔ ابو مسلم نے دیکھا کہ منصور نے اس کا تعلق خراسان سے بھی منقطع کر دیا اس لئے اب کوئی صورت بجز اس کے نہ رہی کہ وہ خلیفہ کے پاس حاضر ہو۔ چنانچہ خراسان سے مڑ کر مدائن کی طرف روانہ ہوا۔

منصور نے اس کے قتل کا قطعی فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن اپنے اس ارادہ کو نہایت مخفی رکھا تھا یہاں تک کہ جب ابو مسلم مدائن کے متصل پہنچا تو اس نے امراء و رؤسا کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا۔ اور جس وقت وہ دربار میں آیا اس سے نہایت خوش ہو کر ملا جس سے اس کا دل مطمئن ہو گیا اور خوف جاتا رہا۔

دوسرے دن ابومسلم کے دربار میں آنے سے قبل منصور نے عثمان بن نہیک رئیس شرطہ کو حکم دیا کہ چار سپاہیوں کو پس پردہ چھپا رکھے جو میری تالی بجانے پر نکلکر اس کو قتل کردیں۔

جب ابومسلم دربار میں آیا تو منصور نے اس سے گفتگو شروع کی اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت چھوٹا نیزہ تھا دیکھنے کے بہانہ سے اس کو بھی لے لیا۔ پھر اس نے جتنا فرمانیاں کیں تھیں ان کو گنانا شروع کیا آخر میں کہا کہ تم میرے حکم کے خلاف خراسان کی طرف کیوں روانہ ہوئے۔ ابومسلم کو خوف پیدا ہوا منصور نے اسی درمیان میں تالی بجائی۔ ان چاروں سپاہیوں نے نکلکر ابومسلم پر حملہ کردیا۔ وہ چلاتا رہا کہ مجھکو بڑی بڑی مہمات کے لئے باقی رکھیے اور قتل نہ کرائیے لیکن چند لمحوں میں اس کا کام تمام کردیا گیا۔

اس کے ہمراہیوں نے جب سنا تو ان میں جوش پیدا ہوا۔ اور انھوں نے جاکر قصر شاہی کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن ابوجعفر نے ان کو اس قدر اشرفیوں کے توڑے دے دیئے کہ وہ خوش ہوگئے۔ ان کے روسا و امرار کو بڑے بڑے صلے اور گراں بہا خلعتیں بخشیں۔

ابومسلم کے قتل کے بعد منصور کو اطمینان ہوگیا اور اس نے یہ سمجھا کہ اب میری خلافت کا دور شروع ہوا۔

ابومسلم نہایت عالی حوصلہ، باہمت، مدبر اور فرزانہ امیر تھا۔ اگر اس میں

سفاکی نہ ہوتی تو وہ دنیا کے ممتاز سپہ سالاروں میں شمار کیا جاتا۔ لیکن اس نے دولت عباسی کی تاسیس میں بے حد خون بہایا۔ یہاں تک کہ امام ابراہیم کے اس حکم کے مطابق کہ جس پر تم کو شبہ ہو اس کو قتل کر دینا۔ اس نے شیخ النقبا سلیمان بن کثیر کو بھی محض خیالی تہمت پر قتل کر ڈالا۔

جب اس دولت کا اصول یہ قرار پا چکا تھا تو پھر وہ خود کیونکر اس سے بچتا۔ منصور کو بھی اس کی نیت پر شبہ ہوا۔ اس لئے اس نے اس کا کام تمام کرا دیا۔ یہ بھی ایک سنت الٰہی ہے جس کو اس نے قرآن میں بیان کر دیا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ط

اسی طرح ظالموں ہی میں سے ان کے اعمال کی بدولت ہم ایک کو دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں۔

محمد بن عبد اللہ نفس زکیہ

شیعہ اہل بیت کے دو فرقے امامیہ اور زیدیہ عرب و عجم میں کثرت سے پھیلے ہوئے تھے اور ان کی دعوت عام تھی۔ بنی عباس نے اپنی امامت کی تلقین میں اسی وجہ سے کسی امام کا نام متعین کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اس دعوت عام سے نفع اٹھائیں۔ چنانچہ انھوں نے بھی محض امامت اہلبیت کی تبلیغ کی۔ اور اس تدبیر سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

بنی فاطمہ نے ان کو بھی ویسا ہی ظالم اور غاصب قرار دیا۔ جیسا کہ

بنی امیہ کو وہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ امامت ان کے نزدیک صرف بنی فاطمہ کا حق تھی۔ ان میں سے اس وقت دو شخص ممتاز تھے ایک امام جعفر صادق جو فرقہ امامیہ کے امام ششم تھے۔ دوسرے محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن کا لقب ان کے پاکیزہ صفات کی وجہ سے نفس زکیہ تھا اور اہل بیت کے اکثر لوگ ان کو مہدی مانتے تھے۔

امام جعفر صادق تقدیر پر صابر و شاکر رہے انھوں نے بنی عباس کے خلاف کسی قسم کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ معتقدوں کو تاکید کیا کرتے تھے کہ خاموش رہیں لیکن محمد نفس زکیہ اپنی خلافت کے لئے سخت کوشاں تھے۔ بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان کے زمانہ ہی میں اکثر رؤسا بنی ہاشم نے ان کی امامت پر بیعت کی تھی۔ اور ان کو مہدی تسلیم کیا تھا اس بیعت میں سفاح اور منصور بھی شامل تھے۔ اسی وجہ سے جب عباسیوں نے خلافت قائم کی۔ تو انھوں نے سفاح کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اور چاہا کہ خود اپنی خلافت کا دعویٰ کریں سفاح نے ان کو خط لکھا وہ چونکہ اس کے احسانمند تھے۔ اس لئے ان کے زمانہ میں مخالفت سے باز رہے۔

محمد کے ایک دوسرے بھائی ابراہیم بن عبداللہ تھے ان کو خراسان کی ایک جماعت امام مانتی تھی۔ اور ان کی حمایت کے لئے تیار تھی۔

جب منصور خلیفہ ہوا تو چونکہ اس کو ان دونوں بھائیوں کا حال معلوم تھا۔

بنی امیہ کو وہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ امامت ان کے نزدیک صرف بنی فاطمہ کا حق تھی۔ ان میں سے اس وقت دو شخص ممتاز تھے ایک امام جعفر صادق جو فرقہ امامیہ کے امام ششم تھے۔ دوسرے محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن جن کا لقب ان کے پاکیزہ صفات کی وجہ سے نفس زکیہ تھا اور اہل بیت کے اکثر لوگ ان کو مہدی مانتے تھے۔

امام جعفر صادق تقدیر پر صابر و شاکر رہے انھوں نے بنی عباس کے خلاف کسی قسم کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ معتقدوں کو تاکید کیا کرتے تھے کہ خاموش رہیں لیکن محمد نفس زکیہ اپنی خلافت کے لئے سخت کوشاں تھے۔ بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان کے زمانہ ہی میں اکثر رؤسا بنی ہاشم نے ان کی امامت پر بیعت کی تھی۔ اور ان کو مہدی تسلیم کیا تھا اس بیعت میں سفاح اور منصور بھی شامل تھے۔ اسی وجہ سے جب عباسیوں نے خلافت قائم کی۔ تو انھوں نے سفاح کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اور چاہا کہ خود اپنی خلافت کا دعویٰ کریں سفاح نے ان کو خط لکھا وہ چونکہ اس کے احسانمند تھے۔ اس لئے ان کے زمانہ میں مخالفت سے باز رہے۔

محمد کے ایک دوسرے بھائی ابراہیم بن عبداللہ تھے ان کو خراسان کی ایک جماعت امام مانتی تھی۔ اور ان کی حمایت کے لئے تیار تھی۔

جب منصور خلیفہ ہوا تو چونکہ اس کو ان دونوں بھائیوں کا حال معلوم تھا۔

اور وہ ان کا رازدار رہ چکا تھا اس لئے اس کو ان کی طرف سے ہر وقت خطرہ تھا۔ ۱۳۶ھ میں جب وہ امیر الحج ہو کر گیا تھا تو ان دونوں میں سے کوئی حج میں بھی نہیں آیا تھا۔ اس وجہ سے اس کا شبہ اور بھی قوی ہو گیا تھا۔

زیاد بن عبداللہ حارثی اس وقت مدینہ کا عامل تھا منصور نے اس سے پوچھا کہ محمد نفس زکیہ کے کیا ارادے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ان کی طرف سے آپ کوئی اندیشہ نہ فرمائیں۔ میں ان کو دربار میں حاضر کر دوں گا۔ منصور نے بنی ہاشم کے ایک ایک شخص کو الگ الگ بلا کر محمد کی بابت دریافت کیا۔ ہر ایک نے یہ جواب دیا کہ پہلے وہ خلافت کے طالب تھے مگر تم لوگوں کے تسلط کے بعد ان کا یہ خیال جاتا رہا۔ اور وہ تمہاری مخالفت کے لئے آمادہ نہیں ہیں لیکن حسن بن زید بن حسن بن علی نے صاف صاف ان کے حالات منصور کو سنا دیئے۔ اور کہہ دیا کہ وہ تیاری میں مصروف ہیں۔ اور کسی نہ کسی وقت تمہارے مقابلہ کے لئے ضرور آئیں گے۔ یہ سنکر بیدار مغز منصور کی آنکھیں کھل گئیں۔

وہ برابر محمد کی جستجو میں مصروف رہا۔ زیاد والی مدینہ جو محمد کی طرف سے اطمینان دلا کر گیا تھا جب ان کو نہیں حاضر کر سکا تو اس کو معزول کر کے محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو وہاں کا عامل بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ جس قدر مال چاہو۔ خرچ کرو مگر محمد کا پتہ لگاؤ۔ اس نے بھی بہت کوشش کی لیکن محمد اس کے ہاتھ نہ آئے اس وجہ سے اس کو بھی معزول کر کے رباح

بن عثمان کو بھیجا۔ وہ سنہ ۱۴۴ھ میں مدینہ میں آیا۔ پہلے محمد بن خالد سابق امیر مدینہ اور اس کے کاتب کو سزا دی۔ اس کے بعد محمد کی جستجو کرنے لگا۔ وہ قبائل میں روپوش تھے اور اپنے گھر میں کبھی آتے جاتے تھے۔ رباح کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بنی حسن میں سے تیرہ آدمیوں کو پکڑ کر منصور کے پاس بھیجا۔ ان کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی مقید تھے۔ کیونکہ وہ ماں کی طرف سے بنی حسن سے رشتہ رکھتے تھے نیز ان کی بیٹی نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم سے بیاہی تھی۔ منصور نے ان لوگوں پر اور خاص کر محمد عثمانی مذکور پر اس قدر سختیاں کیں جو لکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے اکثر ہلاک ہو گئے۔

یہ وہی بنی عباس ہیں جنہوں نے تمام دنیا میں یہ غلغلہ ڈال رکھا تھا کہ ہم قاتلان اہل بیت کے انتقام کے لئے اٹھے ہیں۔ حالانکہ بنی امیہ کے زمانہ میں ائمہ اہل بیت میں سے جو لوگ مقتول ہوئے تھے وہ میدان جنگ میں لڑ کر مقتول ہوئے تھے۔ انھوں نے اہل بیت کے کسی ایک فرد کو بھی اس ظالمانہ طریقہ سے پکڑ کر ہلاک نہیں کیا تھا۔

اپنے خاندان پر ان مظالم کو دیکھکر محمد نفس زکیہ کو تاب ضبط نہ رہی۔ یکم رجب سنہ ۱۴۵ھ کو وہ ۲۵۰ آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے وہاں کے باشندوں نے ان کا ساتھ دیا۔ امیر مدینہ رباح نے مقابلہ کرنا چاہا مگر

اس کو لوگوں نے گرفتار کر کے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔

نفس زکیہ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا۔

حاضرین! ہمارا اور اس ظالم منصور کا جو معاملہ ہے وہ آپ سے مخفی نہیں ہے اس نے اپنے تشرکا سبز گنبد کعبہ کی تحقیر کے لئے بنایا ہے وہ اللہ کا دشمن ہے فرعون نے بھی اسی قسم کی سرکشی کی تھی جس کی وجہ سے اس پر عذاب آیا تھا۔ اے اللہ! تو اس کو بھی برباد کر دے۔

دین اسلام کی حفاظت کے اصلی حقدار مہاجرین اولین کے بیٹے اور فرزندان انصار ہیں۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے مدینہ کو اس خیال سے اپنا مرکز نہیں بنایا ہے کہ یہاں کے لوگ زیادہ قوت رکھتے ہیں بلکہ صرف اس وجہ سے کہ میں یہاں کے باشندوں سے محبت رکھتا ہوں۔ میں تو یہاں اس وقت آیا ہوں جب کہ دنیائے اسلام کے ہر مقام کے لوگوں نے میری امامت کی بیعت کر لی ہے۔

اہل مدینہ یہ سنکر خوش ہو گئے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں تھی۔ بلکہ منصور نے اپنی طرف سے جا بجا ایسے لوگوں کو متعین کر دیا تھا جو محمد کے پاس خطوط بھیجا کرتے تھے کہ یہاں کے لوگ آپ کی امامت پر راضی ہیں اس سے ان کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ ہر مقام کے لوگ میری امامت کو تسلیم کر چکے ہیں اور حمایت

کے لئے آمادہ ہیں۔

دوسری خرابی یہ پڑگئی کہ انھوں نے اپنے بھائی ابراہیم سے یہ طے کیا تھا کہ جس دن مدینہ میں خروج کروں اسی دن تم بصرہ میں اپنی جماعت کو لے کر کھڑے ہو۔ منصور دونوں کے مقابلہ سے عاجز رہے گا لیکن ابراہیم اسی زمانہ میں بیمار ہو گئے۔ اس لئے یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ نفس زکیہ نے اپنی طاقت کا جس قدر اندازہ لگایا تھا وہ غلط ہو گیا۔

ان سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ انھوں نے مدینہ کو اپنا مرکز بنایا۔ جس کی تمام ضروریات باہر سے پوری ہوتی ہیں۔ اور جو چار دن بھی محاصرہ کو برداشت نہیں کرسکتا محمد بن خالد قسری نے ان سے کہا بھی کہ آپ نے مدینہ کو کیوں منتخب کیا۔ یہ تو ایسا مقام ہے کہ یہاں کا پانی ہی اگر کوئی دو دن باہر سے روک دے تو یہاں کے لوگ پیاسے مر جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ یمن میں چلیں میں ایک لاکھ جنگ آوروں کے ساتھ آپ کی مدد کروں گا۔ لیکن وہ راضی نہیں ہوئے۔

منصور اس زمانہ میں بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا۔ جب اس کو اطلاع پہنچی تو اس نے ربیع بن عبداللہ سے کہا کہ محمد نے تو لوٹی ذوت کا علم کھڑا کردیا۔ اس نے پوچھا کہ کہاں۔ جواب دیا کہ مدینہ میں اس نے کہا وہاں کیا ہے نہ آدمی نہ سامان اپنے آپ کو مفت تباہ کر لیا۔

منصور کو زیادہ خطرہ کوفہ کی طرف سے تھا۔ کیونکہ یہاں شیعہ آل علی کی کثرت تھی۔ اس لئے اس نے فوراً پہنچکر اس کے دروازے بند کرا دیئے۔ تاکہ باہر سے اس کا تعلق منقطع ہو جائے۔ اس کے بعد محمد نفس زکیہ کے نام خط لکھا۔

از جانب ابوجعفر عبداللہ بن محمد امیرالمومنین بنام محمد بن عبداللہ

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑیں اور دنیا میں فساد پھیلائیں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں۔ یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں برخلاف کاٹ لئے جائیں۔ یا ملک بدر کر دیئے جائیں۔ بجز ان لوگوں کے جو قبل اس کے توبہ کر لیں کہ تم ان کے اوپر قابو پاؤ۔

اس لئے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا واسطہ دلا کر عہد و پیمان کرتا ہوں کہ اگر اس سے پہلے کہ میں تمہارے اوپر قابو پاؤں تم توبہ کر لو گے تو میں تمہاری اور تمہارے تمام بھائیوں۔ ساتھیوں اور معتقدوں کی جو اس بغاوت میں شریک ہیں جان بخشی کر دوں گا۔ نیز دس لاکھ درہم تم کو عطا کروں گا کہ جہاں چاہو وہاں رہو۔ اور تمہاری جو ضروریات ہوں گی ان کو پورا کرتا رہوں گا۔ تمہارے اہل بیت اور شیعہ میں سے

جو لوگ میرے قید خانوں میں ہیں ان کو چھوڑ دوں گا اور کسی قسم کی تکلیف نہیں دوں گا اگر تم اس پر راضی ہو تو اپنے کسی معتمد کو بھیج دو وہ آکر مجھ سے عہدنامہ لکھوا لے۔

اس کے جواب میں نفس زکیہ نے لکھا کہ:۔

از جانب محمد بن عبداللہ مہدی امیرالمؤمنین بنام عبداللہ بن محمد میں بھی تمہارے لئے اسی قسم کی امان پیش کرتا ہوں جس قسم کی تم نے میرے سامنے پیش کی ہے۔ تم جانتے ہو کہ خلافت ہمارا حق ہے۔ ہماری ہی فضیلتوں اور ہمارے ہی شیعوں کی بدولت تم نے اس کو حاصل کیا ہے ہمارے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہ وصی اور امام تھے ہم جو ان کے بیٹے ہیں زندہ ہیں پھر ہمارے ہوتے ہوئے تم کیسے اس کے وارث ہو گئے۔ تمہیں یہ بھی خوب معلوم ہے کہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں بنی ہاشم میں سے جو فضائل اور مفاخر نسبی ہم کو حاصل ہیں وہ کسی کو حاصل نہیں ہو سکے۔ زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی فاطمہ بنت عمرو کے شکم سے ہم ہیں۔ نہ کہ تم خاص کر میں ہاشم کی اولاد میں نسب میں سب سے بہتر اور ماں باپ کے لحاظ سے سب سے بڑھکر ہوں میری رگوں میں

امہات اولاد کا غیر عربی خون مطلق نہیں ہے۔ میرے نسب کو اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ سے ممتاز رکھا۔ انبیار میں سب سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں ان کا بیٹا ہوں۔ صحابہ میں میرے باپ حضرت علی ہیں جو اسلام میں سب سے اول علم میں سب سے فائق اور جہاد میں سب سے افضل تھے میری ماں حضرت خدیجہ ہیں جنہوں نے امت میں سب سے پہلے نماز پڑھی۔ پھر حضرت فاطمہ ہیں جو ان کی بیٹیوں میں سب سے بہتر اور جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ اسلام کے بعد ہاشم کے بہترین فرزند حضرت حسن اور حسین ہیں جو بہشتی جوانوں کے سید ہیں ان میں سے بڑے کا میں بیٹا ہوں۔

اب دیکھو! حضرت علی والدین کی طرف سے ہاشم کے بیٹے ہیں۔ امام حسن والدین کی طرف سے عبدالمطلب کے بیٹے ہیں اور میں والدین کی طرف سے رسول اللہ کا بیٹا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہمارا امتیاز ہمیشہ سے قائم رکھا یہاں تک کہ جہنم میں بھی اس نے اس کا لحاظ رکھا۔ یعنی میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو جنت میں سب سے بڑا درجہ رکھتا ہے اور اس شخص کا بیٹا ہوں جو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب پائے گا اس طرح پر نیکوں میں

سب سے بڑھکر نیک اور گناہگاروں میں سب سے کمتر
گناہگار کا فرزند ہوں۔

میں اللہ کو گواہ کر کے تم کو ہر چیز کی سوائے کسی حد شرعی یا
کسی مسلمان یا معاہد کے حق کے جو تمہارے ذمہ عاید ہو امان
دیتا ہوں اور میں بہ نسبت تمہارے عہد کا زیادہ پابند ہوں
تم نے جو مجھے امان دی ہے وہ کون سی ہے ابن ہبیرہ والی
یا وہ جو تم نے اپنے چچا عبداللہ یا ابومسلم کو دی تھی۔؟

عبرت کا مقام ہے کہ نسبی مفاخر جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نخوت جاہلیت قرار دے کر فتح مکہ کے دن پاؤں سے روند ڈالا اور جس کو قرآن نے مٹا کر مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ انھیں کو یہ ائمہ اپنی امامت اور استحقاق خلافت کے ثبوت میں کس کس طرح سے پیش کرتے تھے۔ درحقیقت ان کے مقاصد شخصی تھے نہ کہ جمہوری۔

منصور کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اس کے کاتب نے اس کا جواب لکھنے کی اجازت مانگی۔ منصور نے کہا کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے جب حسب نسب اور خاندان کے جھگڑے آپڑے تو خود مجھے جواب لکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے لکھا۔

از ابوجعفر عبداللہ بن محمد امیرالمومنین بنام محمد بن عبداللہ۔
تمہارا خط مجھ کو ملا۔ عوام کو برانگیختہ کرنے اور جہلا میں مقبول

نبینے کے لئے یہ تم نے نسبی مفاخر جوڑ رکھے ہیں جن کی ساری
بنیاد عورتوں پر ہے۔ حالانکہ عورتوں کا وہ درجہ نہیں ہے۔ جو
چچا کا ہے تم کو معلوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس وقت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا اس وقت ان کے چچاؤں
میں سے چار شخص زندہ تھے۔ (حمزہ۔ عباس۔ ابوطالب۔ اور
ابولہب) ان میں سے دو اسلام لائے۔ جن میں سے ایک میرا
باپ تھا۔ اور دو کافر ہے جن میں سے ایک تمہارا باپ تھا۔
تم نے عورتوں کا ذکر کر کے ان کی قرابت پر جو فخر کیا ہے یہ نادانی
ہے اگر عورتوں کی نسبی فضیلت میں سے کوئی حصہ ملتا تو ساری
فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب
کے لئے ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو اپنے
دین سے سربلند کرتا ہے۔

تعجب ہے کہ ابوطالب کی والدہ فاطمہ بن عمرو پر بھی تم نے فخر
کیا ہے سوچو تو کہ ان کے بیٹوں میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے
اسلام کی ہدایت کی اور اگر کرتا تو اس کے زیادہ حقدار نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے والد عبداللہ ہو سکتے تھے۔ لیکن وہ تو جس کو چاہتا
ہے اسی کو ہدایت کرتا ہے تم نے اس پر بھی فخر کیا ہے کہ حضرت علی

والدین کی طرف سے ہاشمی ہیں اور حسن والدین کی طرف سے عبدالمطلب
کے بیٹے ہیں۔ اور تمہارا النسب والدین کی طرف سے رسول اللہ تک
پہنچتا ہے۔ اگر یہ واقعی کوئی فضیلت ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اس کے زیادہ مستحق ہوتے مگر وہ تو صرف ایک طرف سے ہاشمی ہیں
پھر تم اپنے آپ کو رسول اللہ کا بیٹا کہتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ
کو اس سے قطعی انکار ہے۔ اس نے صاف صاف اپنی کتاب میں
فرما دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی
کے بھی باپ نہیں ہیں۔ ہاں تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ تم ان کی
بیٹی کی اولاد ہو اور یہ بیشک ایک قریبی رشتہ ہے لیکن اس
کے ذریعہ سے کسی کی میراث نہیں مل سکتی۔ اور نہ اس سے تم امامت
کے حقدار ہو سکتے ہو۔

اس قرابت کی بنیاد پر تمہارے باپ حضرت علی نے ہر طرح سے
خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ حضرت فاطمہ کو ابوبکر سے لڑا کر
رنجیدہ کرایا۔ اسی عرصہ میں ان کی بیماری کی بھی کسی کو اطلاع نہیں
دی۔ اور جب انھوں نے انتقال کیا تو رات ہی کو ان کو لے جا کر
دفن کر دیا لیکن کوئی ابوبکر کو چھوڑ کر ان کی خلافت پر راضی
نہیں ہوا۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانہ میں بھی وہ موجود تھے لیکن یہ تم نے سنا ہو گا کہ آپ نے نماز پڑھانے کا حکم کس کو دیا تھا۔

ابوبکر کے بعد حضرت عمر ان کے قائم مقام ہو گئے۔ اور پھر خلافت اصحاب شوریٰ میں آئی۔ اس میں بھی وہ انتخاب میں نہ آسکے۔ اور حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے۔ ان کے بعد انھوں نے طلحہ اور زبیر پر سختی کی۔ سعد بن وقاص سے بیعت لینی چاہی انھوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔

جب حضرت علی گذر گئے تو امام حسن ان کی جگہ پر آئے معاویہ نے ان کے اوپر لشکرکشی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے کچھ رقم لے کر اپنے شیعہ اور خلافت دونوں کو امیر معاویہ کے ہاتھ بیچ دیا۔ اور مدینہ میں چلے گئے۔ لہٰذا اگر تمہارا کچھ حق بھی تھا تو تم فروخت کر چکے۔

تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں بھی تمہارے لئے امتیاز کا لحاظ رکھا کہ تمہارے باپ ابوطالب کو اس میں سب سے کمتر عذاب ملے گا۔ نہایت افسوسناک ہے۔ اللہ تعالےٰ کا عذاب خواہ کم ہو یا زیادہ کسی مسلمان کے لئے فخر کی چیز نہیں ہے اور نہ

اس میں کوئی فضیلت ہے۔

یہ جو تم نے لکھا ہے کہ تمہاری رگوں میں عجمی خون مطلق نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم سے بھی بڑھکر اپنے آپ کو سمجھتے ہو حالانکہ وہ ہر لحاظ سے تم سے افضل تھے۔ خود تمہارے ہی خاندان میں زین العابدین تھے وہ تمہارے دادا حسن بن حسن سے بہتر تھے۔ پھر ان کے بیٹے محمد باقر تمہارے باپ سے بہتر اور ان کے بیٹے جعفر صادق تم سے بہتر ہیں حالانکہ ان سب کی رگوں میں عجمی خون ہے۔

تم یہ بھی دعویٰ کرتے ہو کہ نسب اور ماں باپ کے لحاظ سے تم کل بنی ہاشم سے افضل ہو۔ بنی ہاشم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ تم کو یہ نوشتہ نظر رکھنا چاہیئے کہ قیامت کے دن اللہ کو بھی منہ دکھانا ہے۔

صفین کے معاملہ میں تمہارے باپ حضرت علی نے پنچوں سے یہ پیمان کیا تھا کہ ان کے فیصلہ پر رضامند ہو جائیں گے۔ تم نے سنا ہوگا کہ پنچوں نے ان کو خلافت سے معزول کیا تھا۔ یزید کے عہد میں تمہارے عم حسین بن علی ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے کوفہ میں آئے اور جو لوگ ان کے حامی تھے ان

ہی کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ ان کے بعد تمہارے خاندان
کے کئی آدمی یکے بعد دیگرے اٹھے بنی امیہ نے ان کو قتل کیا۔ اور
سولی پر چڑھایا۔ یہاں تک کہ ہم مستعد ہوئے اور ہم نے تمہارا اور
اپنا سب کا انتقام ان سے لے لیا وہ نماز کے بعد جو تمہارے اوپر لعنتیں
بھیجا کرتے تھے اس کو بند کیا۔ تمہارے رتبے بڑھائے اب ان ہی امور
کو تم ہمارے سامنے بطور حجت کے پیش کرتے ہو۔

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے حضرت علی کی فضیلت کا اظہار کیا ہے
تو ان کو ہم عباس حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہم سے بھی بڑھکر تسلیم
کرتے ہیں۔ وہ سب لوگ سالم اور محفوظ گذر گئے اور حضرت علی
ان جنگوں میں پڑے جن میں مسلمانوں کی خونریزی ہوئی۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ زمانہ جاہلیت میں سقایتہ حاج اور
زمزم کے متولی حضرت عباس تھے نہ کہ ابو طالب۔ حضرت عمر کی عدالت
میں تمہارے باپ نے اس کا مقدمہ بھی پیش کیا لیکن فیصلہ ہمارے
حق میں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت وفات پائی اس
وقت ان کے اعمام میں سے سوائے حضرت عباس کے اور کوئی
زندہ نہ تھا۔ اس لئے کل اولاد عبدالمطلب میں سے آنحضرت کے وارث وہی ہیں۔

پھر بنی ہاشم میں سے بہت سے لوگ خلافت حاصل کرنے کے لئے
اٹھے لیکن بنی عباس ہی نے اس کو حاصل کیا۔ لہذا قدیم استحقاق اور
جدید کامیابی حضرت عباس اور ان کی اولاد ہی کے حصہ میں آئی۔
بدر کی لڑائی میں تمہارے چچا طالب اور عقیل کی وجہ سے
مجبوراً حضرت عباس کو بھی آنا پڑا ورنہ وہ دونوں بھوکے مر جاتے یا عتبہ
اور شیبہ کے پیالے چاٹتے۔ ہمارے ہی باپ کی بدولت اس ننگ
عار سے بچے۔ نیز آغاز اسلام میں اس قحط کے زمانہ میں حضرت عباس
ہی نے ابو طالب کی مدد کی۔ تمہارے چچا عقیل کا فدیہ بھی بدر میں
انھوں نے ہی ادا کیا۔ الغرض جاہلیت اور اسلام دونوں میں ہمارے
احسانات تمہارے اوپر ہیں۔ ہمارے باپ نے تمہارے باپ پر احسان
کئے اور ہم نے تمہارے اوپر اور جن رتبوں پر تم خود اپنے آپ کو نہیں
پہنچا سکتے تھے ان پر ہم نے تم کو پہنچایا اور جو انتقام تم خود نہیں
لے سکتے تھے وہ ہم نے لئے۔ والسلام۔

اس خط و کتابت کے بعد جس میں سوائے فخر و مباہات اور اظہار عیوب کے
اور کچھ نہ تھا جنگ کا سامان ہونے لگا۔ منصور کو یہ ڈر تھا کہ کہیں اہل خراسان کو
محمد کے خروج کی خبر نہ ملے ورنہ وہ بھی ان کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے
کیونکہ ابو مسلم کے قتل کی وجہ سے بنی عباس سے وہ بیزار ہو گئے تھے۔ اس لئے

اس نے مشرق کے راستے بند کر دیئے۔ تاکہ ان کو کسی قسم کی اطلاع نہ پہنچ سکے۔
محمد کے مقابلہ کے لئے عیسیٰ بن موسیٰ ولیعہد کو منتخب کیا وہ ایک لشکر
لے کر مدینہ پہنچا اور وہاں کے رؤسا کو لکھا کہ وہ اس فتنہ میں نہ پڑیں اور اپنے جان و
مال کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔ چنانچہ بہت سے اہل مدینہ نے محمد کا ساتھ چھوڑ دیا۔
اور عیسیٰ کے پاس چلے آئے ان میں چند افراد اہل بیت کے بھی تھے۔
محمد نے مدینہ کے گرد حفاظت کے لئے خندق کھودی تھی عیسیٰ نے
چاروں طرف سے محاصرہ کیا۔ محمد نے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھکر اطاعت نامہ
لکھکر بھیجا۔ لیکن عیسیٰ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ آخر وہ اپنے خاص حامیوں
کو جن کی تعداد تین اور چار سو کے درمیان تھی ۱۴ر رمضان ۱۴۵ھ کو لے کر
میدان میں نکلے۔ اور لڑکر مقتول ہوئے ان کا سر منصور کے پاس بھیجا گیا۔ عیسیٰ
مدینہ میں داخل ہوا وہاں اس نے بنی حسن کے اموال ضبط کئے اور اہل مدینہ کو
امان عام دے کر ۱۹ر ماہ رمضان کو مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

ابراہیم

امام محمد کے بھائی بصرہ میں تھے یہاں بہت سے لوگوں نے ان کی
حمایت کی بیعت کی تھی۔ محمد کے خروج کے چند روز بعد انھوں نے
اپنی امامت کا جھنڈا بلند کیا اور بصرہ سے اہواز تک قبضہ کر لیا۔ منصور نے
عیسیٰ کو جو مدینہ سے مہم سے فارغ ہو چکے تھے لکھا کہ عجلت کے ساتھ پہنچکر اس
مہم کو بھی سر کرو۔

اسی دوران میں ابراہیم کو اپنے بھائی محمد کے قتل کی خبر ملی اس سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔ ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۵ھ کو عیسٰے نے پنچکران کو قتل کیا۔

یہ دونوں بھائی آل علی میں شجاعت، تقویٰ، علم اور عمل میں ممتاز تھے مگر تقدیر نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ میں امام مالکؒ نے محمد کی بیعت کا فتویٰ دیا تھا۔ عباسیوں نے ان کو کوڑوں سے پٹوایا اور عراق میں ابو حنیفہؒ نے ابراہیم کی حمایت کی تھی اسی وجہ سے منصور نے ان کو بغداد میں لے جاکر قید کر دیا۔ اسی قید میں ۱۵۰ھ میں انھوں نے وفات پائی

خراسانیوں کی طرف سے منصور کو خطرہ تھا کہ کہیں وہ آل علی پر اس کی سختیاں دیکھکر مخالف نہ ہو جائیں اس لئے معذرت میں ان کے امرا کی ایک جماعت کے سامنے اس نے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے:-

اہل خراسان! تم ہمارے شیعہ ہمارے مددگار، اور ہماری دولت کے بانی ہو۔ اگر تم ہم کو چھوڑکر کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو وہ ہم سے بہتر نہ ہوتا۔ اہل بیت جو ہمارے ہی بنی عم ہیں ان کو اور خلافت کو ایک مدت تک ہم نے چھوڑ رکھا اور کچھ نہیں بولے کہ دیکھیں یہ کیا کرتے ہیں۔

ان میں سب سے پہلے حضرت علی کے ہاتھ میں خلافت آئی۔

ان کا دامن مسلمانوں کے خون میں آلودہ ہوا اور ان کے عہد میں امت

میں تفرقہ پڑ گیا دونوں طرف سے پنچ مقرر ہوئے جنہوں نے
بالاتفاق ان کو معزول کیا اور جب انھوں نے اس فیصلہ کو تسلیم
نہ کیا تو ان ہی کے خاص اعوان و انصار میں سے جن پر ان کو اعتماد
تھا لوگ اٹھے اور اچانک ان کو قتل کر ڈالا۔ ان کے بعد امام حسن
ان کے جانشین ہوئے انھوں نے کچھ نہ کیا۔ معاویہ نے ان کے
سامنے مال پیش کیا اور مخفی طور پر یہ کہلا بھیجا کہ اپنے بعد میں تم کو
اپنا ولیعہد بنا دوں گا۔ اس دھوکے میں انھوں نے خلافت معاویہ کے
سپرد کر دی۔ اور مدینہ میں آکر اپنا وقت عورتوں میں گذارنے لگے۔
روزانہ ایک نکاح کرتے تھے اور روزانہ ایک طلاق دیتے تھے یہاں
تک کہ انہیں مشاغل میں انھوں نے اپنے بستر پر وفات پائی پھر
ان کے بھائی حسین اٹھے انکو کوفہ والوں نے جو اہل نفاق ہیں
بلایا اور قتل کرا دیا۔ ان کے بعد انھیں کوفیوں نے زید بن علی
کے ہاتھ پر امامت کی بیعت کی۔ زید کو میرے چچا داؤد بن علی اور
امام محمد باقر نے روکنے کی بہت کوشش کی اور سمجھایا لیکن اہل کوفہ
نے ان کو اس قدر ابھارا کہ وہ باز نہیں رہے اور پھر جب وقت
آیا تو ان کا ساتھ چھوڑ بیٹھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قتل ہوئے اور ان کا
جسم سولی پر لٹکا دیا۔

بنی امیہ نے اس غناب میں بنی عباس پر بھی سختیاں شروع کیں۔ اور ہماری عزت اور عظمت کو انھوں نے مٹا دیا۔ ہم کو قیدیوں کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے لگے۔ کبھی طائف میں کبھی شام میں کبھی شراۃ میں۔

اس مصیبت میں اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں کو ہماری حمایت کے لئے آمادہ کردیا جس کی بدولت ہمارا حق اور مٹا ہوا عزّو شرف ہم کو حاصل ہوگیا۔ اور خلافت اس کے اصلی وارثوں کے پاس آگئی۔ اب ہماری خلافت کے قائم ہوجانے کے بعد یہ لوگ جن سے پہلے کچھ نہ ہوسکا تھا ازروئے حسد اور عداوت کے لغاوتیں کرتے ہیں ہم جس قدر ان کے ساتھ احسان کرتے ہیں اسی قدر یہ سرکشی پر آمادہ ہوتے ہیں اور نقض بیعت اور شورش کرکے خود اپنے خون اور مال کو ہمارے لئے حلال کرتے ہیں۔

نظم ولایات ملکی انتظام جس طریق پر بنی امیہ کے عہد میں تھا اسی طریق پر بنی عباس کے زمانہ میں بھی رہا۔ ہر ولایت میں خلیفہ کی طرف سے ایک والی مقرر ہوتا تھا جس کے چار فرائض تھے۔ جہاد کفار۔ اقامتہ صلوٰۃ۔ تحصیل خراج۔ حفظ امن۔ ان امور میں سے والی جس کے لئے چاہتا تھا اپنی طرف سے نائب مقرر کردیتا تھا۔ قاضی کو خود خلیفہ مقرر

کرتا تھا۔ اور جن صوبوں میں جنگ کا زیادہ خطرہ رہتا تھا وہاں امیر الجیش بھی براہ راست دربار خلافت سے بھیجا جاتا تھا۔

ولایات بھی محدود اور متعین نہ تھیں۔ کبھی دو ولایتیں ایک ہی والی کے سپرد کر دی جاتی تھیں اور کبھی ایک ہی ولایت کے دو حصے کر کے ان میں دو والی مقرر کر دیئے جاتے تھے۔

منصور کے زمانہ میں زیادہ تر اسی کے اہل خاندان اور موالی صوبوں کی حکومتوں پر رہے۔ خلفائے عباسیہ بالعموم اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ کوئی والی کسی ولایت میں زیادہ عرصہ تک رہے کیونکہ ان کو یہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں یہ اپنے استقلال کا دعویٰ نہ کر بیٹھے۔

وزارت

عہد بنی امیہ میں وزیر کا عہدہ نہیں تھا۔ ارکان سلطنت امیر اور مشیر کہے جاتے تھے۔ عباسیوں کے زمانہ میں سب سے پہلے ابو سلمہ خلال اس لقب سے مشہور ہوا۔ سفاح نے جب اسکو قتل کرادیا۔ تو خالد بن برمک کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔ یہ بنی عباس کا داعی تھا۔ اور ان کی خلافت قائم کرنے میں اس نے خراسان میں بڑی خدمت انجام دی تھی۔ چونکہ یہ نہایت دانشمند فیاض اور ہر دلعزیز امیر تھا۔ اس لئے سفاح نے اس کو وزارت کے لئے منتخب کیا۔ لیکن ابو سلمہ کے اوپر جو واقعہ گذرا تھا اس ڈر سے یہ اپنے آپ کو وزیر نہیں کہتا تھا۔

منصور کی طبیعت میں استبداد تھا اور وہ اختیارات کو کسی شخص کے ہاتھ میں دینا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کے زمانہ میں وزراء کی کوئی شان یا اہمیت نہیں تھی۔ چنانچہ خالد اس عہدہ کو چھوڑ کر ایک صوبہ کی ولایت پر چلا گیا۔

ابوایوب

خالد کی جگہ پر ابوایوب موریانی وزیر ہوا۔ یہ اہواز کے ایک گاؤں موریان کا باشندہ اور عہد بنی امیہ میں سلیمان بن حبیب بن مہلب بن ابی صفرہ کا کاتب تھا۔ منصور اس زمانہ میں سلیمان کی ماتحتی میں کسی ضلع کا عامل ہوا۔ سلیمان نے اس کے اوپر غبن کا الزام قایم کرکے کوڑوں سے پٹوایا۔ اور چاہتا تھا کہ قتل کردے ابوایوب نے اس کو بچا لیا اس احسان کے بدلہ میں جب خلیفہ ہوا تو اس کو اپنا وزیر بنایا۔ لیکن ابوایوب چونکہ اس کی خصلت سے واقف تھا اس لئے اس کے سامنے نہیں جاتا تھا۔ اور ہر وقت اس سے خوف زدہ رہتا تھا۔ آخر کار اس کا یہ خوف صحیح نکلا۔ سنہ ۱۵۳ھ میں منصور نے اس پر عتاب نازل کیا۔ اس کو اور اس کے اہل خاندان کو سخت سزائیں دیکر قید کردیا۔ اور ان کے اموال ضبط کر لئے

ربیع بن یونس حاجب

منصور نے ابوایوب کو قید کرکے ربیع کو وزارت کا منصب دیا۔ یہ حضرت عثمان بن عفان کے غلام کیسان کی اولاد میں سے تھا نہایت بیدار مغز، ہوشمند

فصیح و بلیغ۔ فیاض عقیل اور حساب و کتاب میں ماہر منصور نے جس وقت
مکہ میں وفات پائی یہ ساتھ تھا اور اسی نے اس کے بیٹے مہدی کے لئے بیعت
لی۔ ہادی کے زمانہ تک برابر اپنے منصب پر قائم رہا۔ سنہ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔
یہ اگرچہ فرائض وزارت کے انجام دیتا تھا لیکن اس کا لقب حاجب تھا۔

حاجب حجابت اس عہد کا ایک ممتاز منصب تھا۔ بلا اجازت حاجب کے
کوئی شخص خلیفہ کے سامنے نہیں جا سکتا۔ خوارج نے حضرت
علی اور امیر معاویہ وغیرہ پر جس وقت حملے کئے اس وقت سے خلفاء نے
اس عہدہ کو قائم کیا تاکہ کوئی اچانک پہنچکر ان کو قتل نہ کر سکے۔ بڑے بڑے
امور سلطنت میں حاجب کا مشورہ ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اور خلافت عباسیہ
میں یہ عہدہ نہایت جلیل القدر تھا۔

کتابت حاجب کے بعد کاتب یعنی میر منشی کا رتبہ تھا۔ یہ خلیفہ
کے دربار سے حکام ولایات کے نام خطوط اور فرامین
لکھکر بھیجتا تھا۔ کبھی کبھی وزارت اور کتابت دونوں کام ایک ہی شخص کے
سپرد ہوتے تھے۔

قضاء ہر بڑے شہر میں فیصلہ مقدمات کے لئے ایک قاضی مقرر ہوتا تھا۔
منصور کے زمانہ تک قاضی القضاۃ کا عہدہ نہیں نکالا گیا تھا۔
اس عہد کے مشہور ترین قاضی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ تھے۔ جو اصحاب

ا ئے ہیں سے تھے۔ یہ تیس سال تک کوفہ میں قاضی رہے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

صاحب شرطہ۔ اس عہدہ پر توانا۔ عاقل اور بیدار مغز امراء مقرر کئے جاتے تھے جو امن قائم رکھیں اور چوری، رہزنی اور دیگر جرائم کا انسداد کریں۔ ہر صوبہ اور ہر شہر میں حکومت کا نظام تقریباً یہی تھا۔

فوج ہر سلطنت ان ہی لوگوں سے اپنی فوج کو مرتب کرتی ہے جن پر اعتماد ہوتا ہے بنی امیہ کے عہد تک فوج میں تمام تر عرب تھے اور اس کی قیادت اور امارت بھی ان ہی کے ہاتھوں میں تھی۔ بنی عباس نے چونکہ اپنی خلافت خراسانیوں کی امداد سے قائم کی اس لئے ان کے زمانہ میں ایک بڑی تعداد اہل مشرق کی فوج میں شامل ہو گئی۔

ابومسلم خراسانی افواج کا امیر تھا اور عبداللہ بن علی عربی افواج کا جب خراسانیوں نے عبداللہ بن علی کو نصیبین میں شکست دی اور عربی افواج کو مغلوب کر لیا۔ تو ان کے اوپر اور بھی اعتماد بڑھ گیا لیکن منصور اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ کہ خراسانیوں کی قوت بڑھ جائے اس لئے اس نے ابومسلم کو قتل کرا دیا۔ اور اپنے خاندان اور موالی میں سے بہت سے لوگوں کو فوج کی امارت دی۔ چنانچہ محمد اور ابراہیم کے مقابلہ میں خود ولی عہد سلطنت عیسٰے کو بھیجا۔

معن بن زائدہ منصور کے سپہ سالاروں میں سے معن بن زائدہ ہے

عہد بنی امیہ میں یہ ابن ہبیرہ امیر عراقین کی ماتحتی میں تھا۔ واسط کے محاصرہ کے زمانہ میں اس کا ساتھ دیا۔ اور بہادری کے ساتھ مدافعت کی اس کے قتل کے بعد منصور کے خوف سے روپوش ہو کر جا بجا پھرنے لگا۔ اتفاق یہ ہوا کہ خراسانیوں کی ایک جماعت جس میں تقریباً چھ سو آدمی تھے منصور سے ابو مسلم کا قصاص لینے کے لئے مستعد ہوئی۔ یہ لوگ کاشان کے متصل مقام بلیدہ میں جمع ہوئے اور وہاں سے روانہ ہو کر انبار میں پہنچے۔ جب شہر میں داخل ہو گئے تو منصور کو اطلاع ملی وہ مقابلہ کے لئے نکلا۔ معن اس وقت شاہی قصر کے سامنے موجود تھا۔ اس نے خلیفہ کی رکاب پکڑ لی اور کہا کہ آپ واپس جائیے۔ ہم مقابلہ کے لئے کافی ہیں۔ منصور نے واپسی سے انکار کیا اسی درمیان میں خراسانی وہاں پہنچ گئے۔ اور اس کے اوپر ٹوٹ پڑے۔ معن نے تھوڑے سے آدمیوں کی مدد سے ان کو مار بھگایا۔ اور اپنی سپہ گری کا جوہر دکھلا دیا۔ منصور اس کی بہادری سے حیران رہ گیا۔ اس کو شیر مرد کا خطاب دیا اور جب نام اور حال سے آگاہ ہوا تو امان عطا کی۔ اور دس ہزار درہم صلہ دے کر یمن کی امارت پر بھیج دیا۔ وہاں اس نے بغاوتوں کو مٹا کر امن و امان قائم کیا۔ اور نہایت لیاقت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے جب سیستان میں شورش بڑھی تو منصور نے اس کو وہاں کا والی بنا کر بھیجا۔ اس نے اس صوبہ کو بھی ٹھیک کیا۔ ۱۵۱ھ میں وہیں خارجیوں نے اس کو بے خبری میں قتل کر ڈالا۔ معن حلم اور دانائی میں ممتاز۔ سخاوت میں حاتم۔

اور شجاعت میں رستم تھا۔

عمرو بن العلاء

یہ بھی منصور کے امراء فوج میں سے تھا۔ طبرستان کے اطراف میں جو بغاوتیں ہوئیں ان کو اس نے فرو کیا۔ اسپہبد کے قلعہ کو لیا اور مصمغان کے بادشاہ کو شکست دیکر اس کے ملک پر قبضہ کیا۔

دار الخلافہ

سفاح نے انبار کو دار الخلافہ بنا لیا تھا۔ اور اس کے متصل ہاشمیہ میں ایک قصر تعمیر کرایا تھا۔ منصور جب خلیفہ ہوا تو ہاشمیہ میں گیا پھر اس نے چاہا کہ ایک نیا دار الخلافہ بنائے اس کے لئے بغداد کا موقع منتخب کیا۔ کیونکہ یہ دجلہ کے ساحل پر تھا۔ جہاں چین اور ہند سے ہر قسم کی چیزیں تجارتی نیز جزیرہ و آرمینیہ کی پیداوار کشتیوں کے ذریعہ آ سکتی تھیں۔ دوسری طرف دریائے فرات تھا۔ جس سے شام اور رقہ کے پھل اور میوے پہنچ سکتے تھے۔

اس نے اس کی داغ بیل دجلہ اور فرات کے مابین نہر صرہ کے کنارے پر ڈالی۔ اور اس کو اپنے مرتب کئے ہوئے نقشے کے مطابق آباد کیا شہر کی بنیاد مدور رکھی اور دو فصیلیں بنائیں ایک اندر جو قصر اور کارخانہ جات خلافت کے احاطے کے لئے تھی دوسری شہر کے باہر پھر ایک دجلہ سے اور دوسری فرات کی شاخ کرخایا سے نکالکر شہر میں پہنچائی۔ جن کے ذریعہ سے ہر جگہ پانی پہنچنے لگا۔

وسط شہر میں جامع مسجد تھی اور اسی سے ملحق قصر خلافت تھا اس کے اندر میں ایک ایوان تیس گز لمبا اور بیس گز چوڑا بنایا گیا۔ جس کا گنبد سبز تھا اس

لئے اس کا نام قبۂ خضرا رکھا گیا سطح زمین سے اس کی بلندی اسی گز تھی۔
اس کے اوپر ایک سوار کی مورت بنائی گئی جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔
محلہ کرخ میں چار نہریں پہنچائی گئیں۔ نہر دجاج۔ قلائین۔ طابق بزازین۔
منصور نے اپنے لئے ایک قصر دریا کے کنارے بھی بنوایا اور اس کا نام
خلد رکھا۔ سنہ ۱۵۱ھ میں ولیعہد مہدی کے لئے رصافہ آباد کرایا۔ اور اس میں
قصور اور محلات تعمیر کرا کے نہریں نکلوائیں۔ باغات اور میدان کی زمینیں
چھوڑ کر اس کے اردگرد بھی فصیل بنوائی اور خندق کھدوائی۔

بغداد کی تعمیر میں منصور نے تقریباً دو کروڑ دینار صرف کئے اور جب عمارتیں
تیار ہو گئیں تو جا بجا سے اہل علم وفن اور اہل صنعت وحرفت کو بلا کر وہاں جمع
کیا کثرت کے ساتھ لوگ آکر آباد ہوئے۔ تجارت کی بھی گرم بازاری ہوئی اور
اس عہد میں یہ دنیا کا بے نظیر شہر ہو گیا۔

احوال خارجیہ

منصور کے عہد میں عبدالرحمٰن بن معاویہ جو
بقایائے بنی امیہ میں سے تھا بھاگ کر اندلس
چلا گیا۔ اور وہاں اس نے اپنی مستقل حکومت قائم کر لی۔ منصور اگرچہ اس کا دشمن
تھا لیکن اس کی اولوالعزمی۔ عالی ہمتی اور بہادری کی ہمیشہ تعریف کرتا تھا کہ اتنے
دور دست ملک میں اکیلے جا کر اس نے کس طرح سلطنت کی بنیاد
ڈالی۔

روم میں منصور کا معاصر قسطنطین خامس تھا اس کے ساتھ شمال میں برابر جنگ جاری تھی۔ سنہ ۱۳۸ھ میں قسطنطین نے اسلامی چھاؤنی ملطیہ کو لوٹ لیا اور ویران کر ڈالا۔ منصور نے اپنے چچا صالح بن علی اور اپنے بھائی عباس بن محمد کو فوجوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ان لوگوں نے پہنچکر رومیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ اور ملطیہ کی از سر نو تعمیر کی۔

ام عیسےٰ اور لبانہ نے جو صالح کی بہنیں تھیں یہ منت مان رکھی تھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ بنی امیہ کی خلافت کو مٹا دے گا تو ہم راہ حق میں جہاد کریں گے۔ چنانچہ اس لڑائی میں انھوں نے اپنی نذریں پوری کیں اور دونوں شریک ہوئیں۔

رومیوں نے صلح کی اور مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

سنہ ۱۴۰ھ میں پھر انھوں نے سر اٹھایا۔ منصور نے حسن بن قحطبہ اور عبدالوہاب بن ابراہیم کو صائفہ فوج کے ساتھ بھیجا۔ رومی اسلامی فوج کا حال سنکر پلٹ گئے۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب موقع پاتے تھے اسلامی سرحد میں گھس کر لوٹ مار کرتے تھے اور پھر بھاگ جاتے تھے۔ سنہ ۱۵۵ھ میں انھوں نے مصالحت کا عہد کیا۔

مشرقی سرحدوں پر بھی شورشیں برپا تھیں لیکن منصور نے بیدار مغزی کے ساتھ فوجوں کا انتظام کیا۔ جس کی وجہ سے ہر جگہ امن قائم ہو گیا۔

صفات منصور شجاعت۔ عالی ہمتی۔ بیدار مغزی۔ علم اور مدبری کے لحاظ سے منصور خلفاء عباسیہ میں سب سے فائق تر تھا۔ اس خلافت کا بانی اور اس کا رعب و اقتدار قائم کرنے والا وہی تھا۔ کام سے وہ کبھی تھکتا نہ تھا۔ صبح سے عصر تک انتظام فوج۔ تدبیر مہمات اور رعایا کے معاملات کے انفصال میں مصروف رہتا۔ عصر کی نماز کے بعد اپنے خانگی امور اور اہل و عیال کو دیکھتا پھر شام کو لوگوں کے ساتھ بیٹھتا۔ عشا کی نماز کے بعد اطراف ممالک سے جو خطوط اور اطلاعات موصول ہوتی تھیں ان کو پڑھتا پھر سو جاتا۔ رات کے آخری حصہ میں اٹھکر اطمینان کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھتا۔ جب صبح صادق طلوع ہوتی تو مسجد میں جا کر فجر کی نماز پڑھاتا۔ اس سے فارغ ہو کر ایوان خلافت میں آکر بیٹھ جاتا۔ اور کام شروع کر دیتا۔

جس وقت تک وہ دربار میں رہتا تھا لوگ اس کے رعب سے لرزتے تھے۔ لیکن جب وہ گھر یا مجلس میں بیٹھتا تھا تو خنداں اور بشاش رہتا تھا۔

ایک بار دربار میں اس نے کہا کہ سلطنت کے لئے چار قسم کے آدمیوں کی سخت ضرورت ہے اور وہی دراصل حکومت کے ارکان ہیں لوگوں نے تفصیل دریافت کی۔ کہا کہ ایک قاضی جو بلا رو رعایت اور بلا خوف ملامت محض حق کو پیش نظر رکھکر فیصلہ کرے۔ دوسرا صاحب شرطہ جو کمزور پر قوی کا ہاتھ نہ بڑھنے

دے۔ تیسرا صاحب خراج جو رعایا سے نرمی اور ایمانداری کے ساتھ تحصیل کرے اور ان کو تکلیف نہ دے۔ اور چوتھا ہائے چوتھا۔ یہ کہکر اپنی انگلی دانتوں سے کاٹنے لگا۔ لوگوں نے پوچھا تو کہا کہ دیانت دار پرچہ نویس جو ان سب کی خبریں صحیح صحیح بے کم و کاست خلیفہ کو لکھتا رہے۔

منصور کو یہ معلوم تھا کہ جاسوسی کا صیغہ چھوڑ دینے کی بدولت بنی امیہ تباہ ہوئے۔ اس لئے اس نے اس کی طرف بہت توجہ کی۔ اس کی خواہش تھی کہ اپنے خاندان کو اس کام کے لئے متعین کرے لیکن اس میں ان کی ذلت سمجھکر اپنے غلاموں کو مقرر کیا۔ ہر مقام سے روزانہ قاضیوں کے فیصلے۔ عمال کی کارروائیاں اور بازاروں کے اجناس کے نرخ وغیرہ ہر قسم کی خبروں کے پرچے اس کے پاس پہنچتے تھے اس کی وجہ سے وہ جزئیات سے باخبر رہتا تھا۔ اور جہاں کہیں کوئی خرابی دیکھتا تھا فوراً اس کا تدارک کر دیتا تھا۔

ایک بار ایک عرب کو حضرموت کا والی بنا کر بھیجا اس کی نسبت خبریں پہنچیں کہ وہ زیادہ تر اپنے اوقات شکار میں گزارتا ہے منصور نے اس کو معزول کر دیا اور لکھا کہ میں نے تم کو رعایا کے انتظام کے لئے بھیجا ہے نہ کہ وحشی جانوروں کے شکار کے لئے۔

منصور کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ وہ شدائد اور مصائب میں مستقل اور ثابت القلوب رہتا تھا۔ جس وقت وہ خلیفہ ہوا تھا اس کے

ار دگرد ہر طرف خطرات تھے لیکن اس نے اپنی اولوالعزمی اور ثبات قلب کی وجہ سے ان سب پر غلبہ حاصل کر لیا۔

منصور کفایت شعاری میں مشہور تھا۔ سلطنت کی آمدنی اور اخراجات پر نہایت غائر نظر رکھتا تھا۔ شاعروں کو بھی کبھی کوئی بڑا صلہ نہیں دیا خود اپنے اور اپنی اولاد کے اخراجات میں بھی تخفیف مدنظر رکھتا تھا۔ پرانے کپڑوں میں پیوند لگوا کر پہنتا تھا۔ عمال کی تنخواہ اس نے صرف تین سو درہم رکھی تھی۔ یہی مامون کے عہد تک قائم رہی۔ فضل بن سہل نے اپنی وزارت میں اس کو بڑھایا۔

یہ منصور کی کفایت شعاری ہی کا نتیجہ تھا کہ جب اس نے وفات پائی تو خزانے اس قدر معمور تھے کہ مہدی ان کو اپنی زندگی بھر بے دریغ خرچ کرتا رہا اور کبھی اس کو یہ خیال بھی نہیں آیا کہ یہ ختم ہو جائیں گے۔

منصور علم قرآن و حدیث میں بلند پایہ رکھتا تھا اور اس کی تقریر بہنایت فصیح اور دلکش ہوتی تھی۔

سیاسی قابلیت کے لحاظ سے بنی امیہ میں جو رتبہ عبد الملک بن مروان کا تھا۔ وہی بنی عباس میں اس کا تھا۔ لیکن اس میں بدعہدی زیادہ تھی۔ جو کسی طرح خلفاء اور سلاطین کے لئے زیبا نہیں ہے ابن ہبیرہ کو عہد نامہ لکھ دینے کے بعد اس نے قتل کر دیا۔ اپنے چچا عبد اللہ کو امان دے کر پھر قید کیا اسی طرح ابو مسلم کو عزت سے بلایا اور ذلت سے قتل کرایا۔

اردے لے بنت منصور حمیری کے ساتھ یہ عہد لکھکر شادی کی کہ اس کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کرے گا لیکن تھوڑے ہی دن کے بعد اس کی خلاف ورزی کرنی چاہی اور جا بجا سے فقہاء سے اس معاملہ میں فتویٰ طلب کرنے لگا۔ تاکہ اس کی بدنامی انھیں حاملان شرع کے اوپر رہے۔ لیکن اردی بھی ہوشمند عورت تھی۔ وہ جب سنتی کہ فلاں فقیہ سے خلیفہ نے اس معاملہ میں استفسار کیا ہے تو اپنے غلاموں کے ہاتھ اس کے پاس اشرفیوں کے توڑے بھیج دیتی اور اصل حقیقت سے آگاہ کر کے اس کے قلم کو روک دیتی۔

وفات

۱۵۸ھ میں منصور حج کو جا رہا تھا راہ میں بیمار ہوا اور مکہ کے متصل بر میموں میں پہنچکر ۶ ذی حجہ ۱۵۸ھ مطابق ۷ اکتوبر ۷۷۵ء کو انتقال کر گیا۔ ربیع حاجب نے اہل بیعت خلافت اور امرار فوج کو جو ساتھ تھے جمع کیا اور مہدی بن منصور کے لئے بیعت لی۔

پھر عباس بن محمد بن علی اور محمد بن سلیمان بن علی کو مکہ میں بھیجا اور انھوں نے وہاں خلیفہ کی وفات کا اعلان کیا۔ اور مقام ابراہیم اور رکن کے درمیان کھڑے ہو کر اہل حرم سے بیعت لی۔ منصور کی مدت خلافت ۶ دن کم ۲۲ سال رہی۔

اولاد منصور نے آٹھ بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔

محمد مہدی اور جعفر اکبر یہ دونوں بنت منصور حمیری کے شکم سے تھے۔
سلیمان۔ عیسےٰ اور یعقوب ان کی ماں فاطمہ تھی جو حضرت طلحہ کی اولاد میں سے تھی۔
جعفر اصغر۔ یہ ایک کردی کنیز کے شکم سے تھا۔
سالم۔ ان کی ماں ایک رومی ام ولد تھی۔
عالیہ۔ اس کی والدہ بنی امیہ میں سے تھی یہ اسحٰق بن سلیمان بن علی کے ساتھ بیاہی گئی۔

(۳) مہدی

محمد مہدی بن ابو جعفر منصور۔ اس کی والدہ اروائے حمیری تھی ولادت
سنہ ۱۲۶ھ میں ہوئی۔

۱۵ سال کے سن میں سنہ ۱۴۱ھ میں منصور نے اس کو امیر الجیش بنا کر خراسان
میں بھیجا۔ وہاں کے عامل عبد الجبار بن عبد الرحمٰن نے بغاوت کی تھی اس نے
اس مہم کو سر کیا۔ اس کے بعد طبرستان میں جہاد کیا سنہ ۱۴۴ھ میں واپس آیا منصور
نے اس کی شادی ریطہ بنت سفاح کے ساتھ کی۔ اور عیسےٰ بن موسیٰ ولیعہد کو
موخر کر کے سنہ ۱۴۷ھ میں اس کی ولیعہدی کا فرمان لکھا اور رے کا والی بنا کر بھیج
دیا۔ وہاں چار برس رہ کر سنہ ۱۵۱ھ میں واپس آیا۔ منصور نے بغداد کے مشرقی حصہ
میں رصافہ اسی کے لئے تعمیر کرایا۔ سنہ ۱۵۲ھ میں اس کو امیر الحج مقرر کیا۔ منصور کی
وفات کے دن ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۵۸ھ میں اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔

احوال داخلیہ

مہدی کے زمانہ میں خلافت عباسیہ کی بنیادیں مضبوط
ہو چکی تھیں جس قدر مخالف یا حریف تھے ان سب کا

استیصال ہو چکا تھا۔ آل علی کی طاقت مٹ چکی تھی۔ اور ان میں سے جو بڑے بڑے لوگ تھے وہ بغداد میں زیر حراست تھے۔ بقیہ مدینہ میں تھے جن پر وہاں کے امیر کی نگرانی تھی اور وہ روزانہ ان کی حاضری لیتا تھا۔ ان وجوہات سے مہدی نے ان سختیوں کا جاری رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ جو منصور کے زمانہ میں تھیں۔ چنانچہ اس نے تمام سیاسی قیدیوں کو جو بیشتر بدگمانی پر پکڑے گئے تھے چھوڑ دیا۔

اس کا عہد خوشحالی اور فارغ البالی کا تھا۔ کسی قسم کی شورش نہیں تھی اس وجہ سے اس نے اپنی توجہ زیادہ تر اصلاحات کی طرف مبذول کی۔ منصور کے بعد اس کا عہد بہت سی باتوں میں عبد الملک کے بعد ولید کے عہد سے مشابہ ہے

اس نے مکہ کے راستوں میں جا بجا قافلوں کے ٹھہرنے کے لئے سرائیں بنوائیں۔ قادسیہ سے زبالہ تک سفاح کے زمانہ میں جو راستہ بنوایا گیا تھا وہ خراب ہو گیا تھا۔ اس کو درست کرایا۔ اور اس میں جو سرائیں تھیں ان کی مرمت کرائی۔ ہر ہر منزل پر کنوئیں کھدوا کر ان کے متصل حوض بنوا دیئے اور یہ حکم دیا کہ یہ ہمیشہ بھرے رکھے جائیں تاکہ گذرنے والے قافلوں کے جانوروں کو پانی آسانی سے مل سکے۔ یہ عام قاعدہ مقرر کر دیا کہ ہر جذامی کو بیت المال سے وظیفہ دیا جائے۔ تاکہ روزی کی تلاش میں جا بجا راستوں میں ان کو نہ گھومنا پڑے اور یہ متعدی مرض پھیلنے نہ پائے۔ نیز قیدیوں کے عیال کو بھی جن کے

گندگی کوئی صورت نہ ہو روزینہ دیا جایا کرے۔ مکہ۔ مدینہ یمن اور عراق میں بریدکا سلسلہ جاری کیا۔ اور مسجد حرام کو اردگرد کے مکانات خرید کر بڑھایا۔

اس کو اپنی ناموری کا اس قدر شوق تھا کہ مسجد نبوی پر سے ولید بن عبدالملک کے نام کو مٹا کر اپنا نام لکھوادیا۔ تاریخ میں اس قسم کے اور بھی بعض بعض ملوک اور امرا ملتے ہیں جو آثار سلف پر سے ان کے ناموں کو مٹا کر اپنے نام کندہ کرا دیتے تھے تاکہ وہ ان کی یادگار سمجھے جائیں لیکن یہ ایک قسم کا احمقانہ فعل ہے۔ جو کسی بازاری آدمی کے لئے زیبا نہیں ہے چہ جائیکہ سلاطین کو۔

فتنۂ زنادقہ

مہدی کے زمانہ میں مرو کے کسی گاؤں میں ایک شخص مقنع خراسانی نمودار ہوا۔ جو تناسخ ارواح کا قائل تھا اس نے ہزاروں مسلمانوں کو اس عقیدہ کی تلقین کر کے گمراہ کر ڈالا۔ پھر ماوراالنہر میں جا کر اس کی اشاعت کرنے لگا۔ مہدی دین کے معاملہ میں بہت سخت تھا اس نے معاذ بن مسلم کو ایک فوج دے کر اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مقنع نے کش کے قلعہ میں پناہ لی آخر میں جب بچنے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو زہر گھول کر پہلے اپنے اہل و عیال پھر ساتھیوں کو پلایا پھر اس کے بعد آپ بھی پی کر خودکشی کر لی۔

مہدی کو جب کسی زندیق کی اطلاع ملتی تھی تو وہ اس کو قتل کی سزا دیتا تھا اس وجہ سے اس کے عہد میں بعض لوگوں کو اپنے دشمنوں کو ہلاک

کرانے کے لئے یہ ایک ذریعہ مل گیا تھا۔

وزارت

مہدی اس قدر مستبد نہیں تھا۔ جس قدر کہ اس کا باپ منصور تھا نیز اس کا زمانہ بھی امن وسکون کا تھا اس وجہ سے اس کے عہد میں وزارت کے اختیارات زیادہ بڑھ گئے۔ اور اس کی ایک عظمت اور شان قایم ہو گئی۔

ابوعبداللہ

مہدی کا سب سے پہلا وزیر ابوعبداللہ معاویہ بن لیسار ہوا۔ جو اشعریوں کے موالی میں سے تھا۔ یہ شخص علوم ادبیہ میں ماہر اور اپنے زمانہ کا بے نظیر انشا پرداز تھا۔ پہلے منصور نے اس کو اپنی وزارت کے واسطے منتخب کیا تھا۔ لیکن اس وقت چونکہ مہدی کے لئے بھی ایک لائق کارپرداز کی ضرورت تھی اس لئے اس کو اسی کا میر منشی کر دیا مہدی اس سے بہت خوش تھا۔ جب خلیفہ ہوا تو اسی کو وزیر اعظم مقرر کیا۔

ابوعبداللہ نے سلطنت کے تمام دفاتر کی تنظیم کی۔ اور ان کو از سر نو ترتیب دیا۔ خراج میں یہ ترمیم کی کہ نقد لگان کی جگہ پر پیداوار کے ایک حصہ کی تحصیل کا دستور مقرر کیا۔ اصول خراج پر ایک کتاب بھی لکھی جو اس مضمون پر اسلام میں سب سے پہلی تصنیف ہے اس میں اس کے قواعد اور اس کے متعلق احکام شرعیہ اور خلفاء سابقین کے طرز عمل کو تفصیل کے ساتھ لکھا۔

ربیع حاجب اس کا قدیمی دوست اور حامی تھا۔ چنانچہ منصور کے دربار میں جب اس کی کوئی شکایت پہنچتی تھی تو وہ اس کا ازالہ کر کے اس کے

دل کو اس کی طرف سے صاف رکھتا تھا۔ جب منصور وفات پا گیا اور ربیع نے مہدی کی خلافت کی بیعت لی اور وہاں سے بغداد واپس آیا تو مہدی کے یہاں بھی حاضری دینے سے پہلے وہ ابو عبداللہ سے ملنے کے لئے گیا ابو عبداللہ نے اس سے سرد مہری کا برتاؤ کیا۔ پہلے ایک عرصہ تک اس کو منتظر رکھا پھر عشاء کے بعد اندر بلایا اور جب وہ داخل ہوا تو نہ اس کی تعظیم کے لئے اٹھا نہ اپنی جگہ سے ہلا۔ بلکہ فرش پر تکیہ لگائے بیٹھا رہا۔ ربیع اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ابو عبداللہ نے مزاج اور سفر کی کیفیت کے متعلق اس سے رسمی گفتگو شروع کی اور مہدی کی بیعت لینے کے بارے میں جو اس کا سب سے بڑا کارنامہ تھا ایک لفظ بھی نہیں کہا اور جب ربیع نے خود اس کا تذکرہ شروع کیا تو کہا کہ ہاں مجھے یہ حالات معلوم ہو چکے ہیں وہ کبیدہ خاطر ہو کر وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور اپنے بیٹے فضل سے کہا کہ میں ابو عبداللہ کو اس کے تکبر کا مزہ ضرور چکھاؤں گا۔ چاہے اس کے پیچھے میرا جاہ و منصب اور مال و منال سب کچھ خاک میں مل جائے۔

ابو عبداللہ۔ فاضل۔ مخلص اور بے لوث وزیر تھا۔ اس لئے ربیع کو باوجود اپنی چالاکی کے بھی اس کی گرفت کا موقع نہیں ملتا تھا۔ لیکن اس کا بیٹا محمد ملحدوں کی صحبت میں رہتا تھا اور لوگ اس کو زندیق سمجھتے تھے ربیع جانتا تھا کہ مہدی زندیقوں کا دشمن ہے چنانچہ اس نے مہدی کو اس کے

خلاف بھڑکایا۔ اس نے محمد کو دربار میں بلایا اور کہا کہ قرآن سناؤ اس نے سنایا مگر غلط پڑھا مہدی ابو عبداللہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کہ تم نے تو مجھ سے کہا تھا کہ محمد قرآن کا حافظ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ لیکن ادھر دو سال سے یہ میرے ساتھ نہیں رہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس درمیان میں اس نے اس کی مزاولت چھوڑ دی ہے۔ مہدی نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ تم خود اٹھ کر اس زندیق کو قتل کرو۔ ابو عبداللہ مجبوراً اٹھا لیکن اٹھ کر گر پڑا۔ عباس بن محمد نے مہدی سے کہا کہ اس بڈھے کو معاف فرمائیے۔ مہدی نے اس کی سفارش منظور کی اور جلاد سے اس کو قتل کرادیا اب اس کے دل میں ابو عبداللہ کی طرف سے بھی بدگمانی پیدا ہو گئی۔ کیونکہ اس کے بیٹے کو قتل کرادینے کے بعد اس سے خلوص اور وفاداری کی امید نہیں ہو سکتی تھی۔

ربیع نے اپنے ذاتی بغض کی وجہ سے اس طرح پر خلیفہ اور اس کے وزیر کے مابین وحشت اور نفرت ڈال دی۔ اس کے بعد ابو عبداللہ کی شکایتیں حسب موقع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۶۱ھ میں مہدی نے ابو عبداللہ کو معزول کر دیا۔

یعقوب

ابو عبداللہ کے بعد مہدی نے یعقوب بن داؤد کو جو بنی سلیم کے موالی میں سے تھا۔ وزارت کا قلمدان بخشا۔ داؤد خراسان میں عہد بنی امیہ میں امیر نصر بن سیار کا کاتب تھا۔ اس کے دو بیٹے

یعقوب اور علی علم و ادب میں یکتائے روزگار تھے۔ بنی عباس کے زمانہ میں جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری کوئی توقیر نہیں ہے تو زیدیہ جماعت میں داخل ہو گئے۔ اور امام محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی امام ابراہیم کی امامت کی تبلیغ کرنے لگے۔ امام ابراہیم جب مقتول ہوئے تو یعقوب ان کے ساتھ تھا۔ منصور نے گرفتار کر کے اس کو قید کیا۔ مہدی نے جس وقت سیاسی قیدیوں کو رہا کیا اس وقت یہ بھی چھوٹا۔

مہدی کو زیدیہ کی طرف سے بہت خطرہ تھا۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ اگر کوئی ایسا شخص مجھ کو مل جائے جو اس فرقہ کے لوگوں پر اثر رکھتا ہو تو میں اس کو وزیر بنا لوں۔ تاکہ وہ اس جماعت کو قابو میں رکھے لوگوں نے یعقوب کا نام لیا۔ اس نے بلا کر گفتگو کی۔ اور عیسےٰ بن زید امیر زیدیہ کی نسبت دریافت کیا۔ یعقوب نے کہا کہ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ ان کی طرف سے کوئی شورش نہیں ہو گی۔

مہدی نے اس کو اپنے مقصد کے مطابق پاکر تمام ملکی کاروبار اس کے سپرد کر دیئے اس نے مشرق سے لیکر غرب تک کل بڑے بڑے عہدوں پر کبار زیدیہ کو مقرر کر دیا جس سے سلطنت کے کل مہمات ان کے ہاتھ میں آ گئے لیکن باوجود اس کے علوی اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہماری نگرانی کے لئے اس کو وزارت ملی ہے ادھر بنی عباس نے یہ خیال کیا کہ یہ

زیدیوں کو تقویت دے کر خلافت کو ان کے ہاتھ میں دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے مہدی سے کہا کہ یعقوب وزیر رئیس زیدیہ اسحٰق بن فضل کو بغاوت کے لئے ابھار رہا ہے اور وہ عنقریب اپنی جماعت کو لے کر ایک تاریخ مقرر کر کے بنی عباس کے خلاف اٹھ کھڑا ہو گا۔ یہ سنکر مہدی کے دل میں تردد پیدا ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی اثنا میں یعقوب نے مہدی سے اسحٰق کے لئے مصر کی ولایت کی سفارش کی۔ اس سے اس کا شبہ اور قوی ہو گیا اس نے یعقوب کو ایک کنیز عطا کی۔ جس کو یہ سکھلا دیا کہ اس کے تمام افعال اور اقوال سے مطلع کرتی رہے۔ پھر ایک علوی کو گرفتار کر کے اس کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اس کو لے جا کر قتل کرا دو۔ یعقوب نے اس کو لا کر مخفی طور پر چھوڑ دیا اور کنیز نے یہ کیفیت مہدی کو لکھ بھیجی اس نے سوار بھیج کر علوی کو پھر گرفتار کرا لیا اور دوسرے دن یعقوب سے اس کی نسبت دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ مہدی نے علوی کو طلب کر کے اس کے سامنے کھڑا کر دیا۔ یعقوب خوف زدہ ہو کر مہدی کے قدموں میں گر پڑا۔ اس نے مال و متاع ضبط کر کے اس کو مع اس کے گھر والوں کے قید کیا۔ اور اس کے تمام امراء کی معزولی کا فرمان لکھا۔

ابن ابی صالح یعقوب کے بعد فیض بن ابی صالح وزیر ہوا یہ نیشاپور کے ایک عیسائی خاندان سے تھا۔

فضل و ادب میں کامل سخی اور عالی حوصلہ لیکن متکبر اور تند مزاج تھا۔
مہدی کی وفات تک اپنے منصب پر رہا۔

احوال خارجیہ

خلافت بغداد کے تعلقات عبدالرحمٰن داخل امیر اندلس کے ساتھ روز ازل سے معاندانہ تھے منصور اور اس کے بعد مہدی دونوں اسی کوشش میں رہے کہ کسی طرح بنی امیہ کی اس سلطنت کو مٹا دیں لیکن بیچ میں افریقہ کے صحارا حائل تھے جن کو قطع کر کے فوج لے جانا اور ان سے لڑنا آسان نہ تھا۔ اس لئے صرف زبانی ہی دشمنی کا اظہار کرتے تھے۔

فرانس کا بادشاہ اس وقت شارلمین تھا جو اپنی سلطنت کی توسیع کے لئے کوشاں تھا اس نے مسلمانوں میں باہمی عداوت دیکھکر خلیفہ بغداد کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کرنے شروع کیے تاکہ ان کی ہمدردی حاصل کر کے اندلس پر حملہ کر سکے۔ اس کا جو نتیجہ ہوا اس کا ذکر آگے آئے گا۔

رومیوں کے ساتھ بھی سلسلہ جنگ جاری رہا۔ ۱۶۳ھ میں مہدی نے ایک عظیم الشان فوج لے کر خود رومیوں پر چڑھائی کی اور بہت سے مقاموں کو فتح کیا۔ قلعہ سمالا پر ۳۸ دن محاصرہ رکھا اور اس پر قبضہ کیا پھر واپس آیا۔
۱۶۵ھ میں اپنے بیٹے ہارون الرشید کو ایک لاکھ فوج کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف بھیجا۔ اس زمانہ میں ملکہ ایرینی وہاں حکمران تھی اس نے ہارون

سے نوے ہزار دینار سالانہ جزیہ پر صلح کی۔ واپسی میں ہارون کے حکم کے مطابق ہر ہر منزل میں اس نے اسلامی فوج کے لئے بازار لگوائے اور رہنما ساتھ کئے تاکہ وہ آرام سے گذر جائے۔

یہ صلح تین سال کے لئے ہوئی تھی۔ لیکن رومیوں نے صرف ایک سال رقم ادا کرکے دوسرے سال انکار کردیا۔ سلیمان بن علی والی جزیرہ خلیفہ کے حکم سے روم کی طرف بڑھا۔ اس نے رومیوں کو شکست دی اور بہت مال غنیمت حاصل کیا۔

ہند میں دیبلئے سندھ تک اسلامی قبضہ تھا۔ مہدی نے عبدالملک بن شہاب کو دس ہزار فوج کے ساتھ بحری راستہ سے بھیجا کہ وہ آگے بڑھے۔ اس نے پہنچکر شہر باربد کا محاصرہ کیا۔ اور تین دن میں اس کو فتح کرلیا۔ لیکن وہاں کی آب و ہوا مسلمانوں کو راس نہ آئی۔ اکثر بیمار ہوئے اور تقریباً ایک ہزار مرگئے اس لئے پھر کشتیوں کے اوپر واپس چلے گئے۔ راستہ میں طوفان آیا۔ جس میں بہت سی کشتیاں غرق ہوگئیں۔

صفات مہدی

مہدی کے اندر شرم وحیا اور معافی کی صفت زیادہ تھی۔ اکثر جب کوئی سیاسی مجرم اس کے سامنے لایا جاتا تھا تو وہ اس کو چھوڑ دیتا تھا۔ قرآن کا اس کے دل پر بہت اثر ہوتا تھا۔ ایک بار اس نے نماز میں یہ آیت پڑھی۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ
تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ؁

اگر تم کو بادشاہت ملے تو کچھ عجب نہیں کہ دنیا میں تم فساد پھیلاؤ
اور باہمی رشتوں کو توڑدو۔

اسی زمانہ میں موسیٰ بن جعفر علوی اس کے قید خانے میں تھے۔ ان کو بلوایا اور
کہا کہ میں نے یہ آیت پڑھی اور مجھے ڈر پیدا ہوا کہ اس کا مصداق کہیں ہیں نہ
ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ تم کو چھوڑدوں بشرطیکہ تم اس بات کا عہد کرو کہ
میرے خلاف بغاوت نہیں کروگے۔ انھوں نے وعدہ کیا اس نے رہا کردیا۔
سلطنت کے کاروبار نہایت محنت اور تندہی کے ساتھ کرتا تھا۔
قاضیوں کو فیصلوں کے لئے اپنے سامنے بٹھاتا تھا۔ اہل معاملہ اس
بے تکلف جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے خود اس کے اوپر دعوے کئے
قاضیوں نے ان کے حقوق دلوائے اور مہدی نے بے چون وچرا ان کے
فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کیا۔

مہدی حلیم الطبع۔ فیاض فصیح۔ زبان آور۔ عابد اور سنت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کا تابع تھا۔ بنی امیہ کے وقت سے خلفاء کے لئے مساجد میں
جو مقصورے بنائے گئے تھے اس نے تڑوا دیئے۔ نیز منبروں کو جو بہت اونچے
بنائے گئے تھے پست کرکے صرف اسی قدر بلند رکھا جس قدر کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تھا۔

ایک بار اس کا غلام ابو عون زیادہ بیمار ہوا۔ مہدی اس کی عیادت کو گیا اور اس سے کہا کہ اگر تمہاری کوئی خواہش ہو تو مجھے وصیت کر جاؤ میں پوری کر دوں گا۔ اس نے کہا کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ کیونکہ ایک مدت سے میں آپ کو اپنے سے ناراض دیکھتا ہوں مہدی نے کہا کہ تم شیخین کو برا کہتے ہو اس لئے میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرو۔ اس نے کہا کہ امیرالمومنین ہم دعوے لیکر کھڑے ہوئے تھے کہ خلافت اہل بیت کا حق ہے جن لوگوں نے اس کو ان سے چھین لیا وہ ظالم اور غاصب ہیں اس عقیدہ کی ہم کو تلقین کی گئی تھی، اور اسی کی ہم تبلیغ کرتے تھے اب اگر کوئی نئی بات پیدا ہو گئی ہے تو وہ فرمایئے ہم اسی کے مطابق چلیں۔

اصلیت یہ ہے کہ بنی عباس کی دعوت امامت میں ابتداءً رفض موجود تھا۔ لیکن آل علی کی طرف سے جو خطرات ان کے سامنے آئے ان کی بنا پر انھوں نے اس خیال کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت علی کو خلفائے راشدین ہی کا اسی رتبہ پر رکھنا مناسب سمجھا جس پر وہ تھے۔

ولیعہدی

مہدی نے بھی منصور کی طرح عیسےٰ بن موسیٰ پر سختیں کیں اور اس کو خلافت سے دست بردار ہونے پر

مجبور کر دیا۔ پھر اپنے دونوں بیٹوں موسیٰ ہادی اور ہارون الرشید کو ولیعہد بنایا۔

وفات

۱۶۹ھ میں مہدی جرجان کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں بیمار ہو گیا۔ ماسبذان میں پہنچکر ۲۲ محرم ۱۶۹ھ مطابق ۴ اگست ۷۸۵ء کو انتقال کر گیا۔ اس کی مدت خلافت دس سال اور ڈیڑھ مہینے رہی۔

(۴) ہادی

موسیٰ ہادی بن مہدی بن ابو جعفر منصور اس کی والدہ کا نام خیزران تھا وہ پہلے مہدی کی مملوکہ کنیز تھی۔ جب اس کے شکم سے ہادی اور ہارون پیدا ہوئے تو اس کی عزت مہدی کی نگاہ میں بڑھ گئی اس لیے ۱۵۹ھ میں آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔

ہادی کی ولادت ۱۴۴ھ میں ہوئی تھی۔ سولہ برس کے سن میں ولیعہد بنایا گیا۔ مہدی کی زندگی ہی میں فوج لے کر جرجان کی طرف گیا تھا یا اسی طرف تھا کہ مہدی نے راستہ میں وفات پائی۔ ہارون نے اس کے لئے بیعت لی۔ اور مہر عصا اور ردائے خلافت مع تعزیت اور تہنیت کے اس کے پاس جرجان میں بھیجا۔

احوال داخلیہ

ہادی بھی اپنے باپ کی طرح زندیقوں کا سخت دشمن تھا۔ خاص کر "یزدان مانی" کا جو نور ا در ظلمت دو خداؤں کی

پرستش کرتے تھے۔ مہدی نے بنی ہاشم میں سے داؤد بن علی کے ایک بیٹے اور یعقوب بن فضل کو زندیق ہونے کی وجہ سے گرفتار کیا تھا۔ چونکہ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ بنی ہاشم میں سے کسی کو قتل نہیں کروں گا اس لیے ان کو قید خانہ میں مقید کر دیا۔ اور ہادی کو وصیت کی کہ جب تم خلیفہ ہونا تو ان کو قتل کر دینا۔ ان میں سے داؤد کا بیٹا تو قید ہی میں مر گیا۔ لیکن یعقوب زندہ تھا ہادی نے باپ کی وصیت کے مطابق اس کو قتل کرا دیا۔

حسین بن علی

سنہ ۱۶۹ھ میں حسین بن علی بن حسن المثلث نے مدینہ میں اپنی امامت کا اعلان کیا۔ ان کے ساتھ کوفہ کے کچھ لوگ ہو گئے تھے۔ پہلے انہوں نے اہل مدینہ سے بیعت لی۔ پھر وہاں کے خزانہ پر قبضہ کیا۔ والی مدینہ عمر بن عبدالعزیز جو عبداللہ بن عمر بن خطاب کے پوتے تھے۔ ان کے مقابلے سے عاجز رہے۔

حسین بن علی اعلان امامت کے بعد گیارہ دن مدینہ میں رہے اس کے بعد ۲۴ ذی قعدہ کو اپنی جماعت کو لیکر حج کے لئے نکلے۔ ہادی نے محمد بن سلیمان عباسی کو اس سال امیر الحج مقرر کر کے حسین کے مقابلہ کا حکم دیا۔ مقام فخ میں فریقین میں جنگ ہوئی۔ حسین اور ان کے سارے ساتھی مارے گئے صرف دو شخص ادریس بن عبداللہ اور یحیٰی بن عبداللہ جو محمد نفس زکیہ کے بھائی تھے اس معرکہ سے بچکر نکل گئے۔ ادریس نے افریقہ میں جاکر

سلطنت قائم کی۔ اور یحییٰ نے بلاد دیلم میں پہنچکر علم مخالفت بلند کیا ان کے تذکرے حسب موقع آئیں گے۔

صفات ہادی ہادی نہایت قوی اور بہادر تھا۔ وہ زرہیں پہنے ہوتے گھوڑے پر کود کر سوار ہو جاتا تھا۔ اس نے اپنے دربار کو عام کر رکھا تھا۔ اور ربیع حاجب کو حکم دے رکھا تھا کہ کسی کو میرے پاس آنے سے نہ روکو۔ کیونکہ امیر کا پس پردہ بیٹھنا حکومت اور رعایا دونوں کے لئے مضر ہے اور اس سے برکت جاتی رہتی ہے۔

امور سلطنت میں وہ انہماک کے ساتھ مشغول رہتا تھا۔ اور فیاض اور خوش طبع تھا۔ مزاج میں غیرت بہت تھی۔ اس کی والدہ خیزران کے پاس جو مہدی کے وقت سے امور سلطنت میں دخیل ہو گئی تھی۔ امراء و روساء و اہل حاجت کثرت سے آمد و رفت رکھتے تھے ہادی نے اس ہجوم کو روک دیا۔ اور کہا کہ جو یہاں آئے گا میں اس کو سزا دوں گا۔ اور اس کی جائداد ضبط کر لوں گا اور خیزران سے کہا کہ تم اپنا وقت کار تسبیح اور تلاوت میں گزارو۔ چرخہ لے کر کاتو۔ امور سلطنت سے تم کو کیا واسطہ۔

نبیذ جس کو فقہاء عراق نے جائز کر رکھا تھا۔ پیتا تھا اور کسی قدر گانا سننے کا بھی شوق رکھتا تھا۔

ولیعہدی مہدی کے فرمان کے مطابق ہادی کے بعد ہارون ولیعہد تھا۔

لیکن ہادی نے اس کی جگہ پر اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد بنانا چاہا۔ بہت سے امراء فوج بھی اس کی رائے کے تابع ہو گئے۔ ہادی نے ہارون پر سختی شروع کی کہ ولیعہدی سے دست بردار ہو جائے۔ ہارون تنگ آکر چھوڑنے پر آمادہ بھی ہو گیا لیکن یحییٰ برمکی نے جو اس کا اتالیق اور کارپرداز تھا اس کو روکا۔ اس جھگڑے کو ہادی کی موت نے ختم کر دیا اور وہ اچانک بیمار ہوا اور تین دن میں انتقال کر گیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہارون اور یحییٰ کی سازش سے خیزران نے جو ہادی کی سختیوں سے ناراض تھی اس کو زہر دلوا دیا۔ اس کی کسی قدر تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب ہادی بیمار ہوا تو خیزران نے یحییٰ کے پاس اطلاع بھیجی کہ معاملہ بہت قریب ہے تم تیار رہو۔ چنانچہ یحییٰ نے وہ تمام فرامین جو امراء ولایات کے پاس بھیجے جانے والے تھے پہلے سے لکھکر تیار کر لئے۔ جس وقت ہادی کی وفات پائی فوراً برید کے ذریعہ سے اطراف ممالک میں ان کو بھیج دیا۔

وفات

۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ مطابق ۱۴ ستمبر سنہ ۷۸۶ء کو ۲۶ سال کی عمر میں ہادی نے عیسے آباد میں وفات پائی۔ اس کی خلافت ایک سال ایک مہینہ اور ۲۲ دن رہی۔

(۵) ہارون

ہارون الرشید بن مہدی خیزران کے بطن سے سنہ ۱۴۵ھ میں مقام رے میں پیدا ہوا اس کی تعلیم وتربیت اچھی ہوئی۔ سنہ ۱۶۲ھ میں سے انبار سے لے کر افریقہ تک کی امارت عطا فرمائی۔

سنہ ۱۶۵ھ میں ایک زبردست فوج جس کی تعداد ۹۵۷۹۳ تھی دیگر قسطنطنیہ کی طرف بھیجا اور سنہ ۱۶۶ھ میں ہادی کے بعد ولیعہد بنایا۔ سنہ ۱۶۹ھ میں جب اس کی شجاعت اور لیاقت کا ظہور ہوا تو چاہا کہ اس کو ہادی پر مقدم کر دے۔ لیکن اپنے اس ارادے کو پورا کرنے سے پہلے ہی وفات پاگیا۔

ہادی کے انتقال کے بعد ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ میں جب کہ اس کا سن ۲۵ سال کا تھا تخت خلافت پر بیٹھا۔

احوال داخلیہ

ہارون کا زمانہ خلافت عباسیہ کا بہترین زمانہ شمار کیا گیا ہے اس میں رفاہیت۔ ثروت۔ علم۔ ادب۔ طاقت

اور شوکت ہر لحاظ سے دولت عباسیہ اپنے سب سے بلند اور ارفع درجہ پر پہنچ گئی تھی۔ ہر قسم کے بڑے بڑے لوگ فراہم ہو گئے تھے جن کی بدولت ملک کی زینت اور اس کے ہر شعبہ میں ترقی ہوئی۔ اور ہارون کی شاہانہ تربیت اور اس کے بے مثل صفات نے ان ترقیوں کو ایسا فروغ دیا کہ یہ عہد تاریخ میں ممتاز اور نمایاں ہو گیا۔ اور اس کا بہت کچھ اثر امت اسلامیہ کے مستقبل پر بھی پڑا۔

حضارۃ بغداد

ہارون الرشید کے زمانہ میں بغداد اپنی انتہائی عظمت اور معراج کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ شاہزادوں امیروں اور رئیسوں نے ایسے ایسے عالی شان محلات تعمیر کرائے تھے جن کو دیکھ کر سیاح حیران ہو جاتے تھے۔ قصر خلافت اور وزراء کے مکانات بالخصوص برامکہ کی عمارتیں ایسی تھیں کہ اس وقت تمام دنیا میں ان کی نظیر نہ تھی جعفر بن یحییٰ نے اپنے قصر کی تعمیر میں بیس لاکھ درہم صرف کئے تھے دریائے دجلہ کے کناروں پر باغات اور تفریح کے مقامات تھے بڑے بڑے تاجروں کے مرتفع مکانوں اور جا بجا عظیم الشان مسجدوں اور ان کے سر بفلک میناروں کی وجہ سے شہر کی عجیب عظمت تھی۔ دجلہ کے دونوں طرف اس قدر کثرت کے ساتھ آبادی بڑھی کہ بغداد کی مردم شماری بیس لاکھ نفوس سے زائد ہو گئی۔

بحری اور بری دونوں راستوں سے سامان تجارت آتا تھا۔ اور چین ہند

افریقہ۔ شام اور جزیرہ وغیرہ کے تجار وہاں موجود تھے۔ مشرق و مغرب کے ہر قسم کے اسباب تجارت بازاروں میں بکھرے پڑے تھے۔ خود خلیفہ اور اس کے وزراء دلمرا اس بات کی حرص رکھتے تھے کہ بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور تجارت کا مرکز بن جائے۔ راستوں کی کامل حفاظت، امینت کا پورا بندوبست، اور تجارت کے لئے ہر قسم کی آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ثروت کی یہ کیفیت تھی کہ تمام اسلامی صوبوں سے خراج کی وہ رقمیں جو مقامی اخراجات سے فاضل ہوتی تھیں دار الخلافہ میں آتی تھیں۔ مورخین نے ان کا اندازہ چالیس کروڑ درہم سالانہ کیا ہے یہ سب خلیفہ کے بیت المال میں داخل ہوتی تھیں۔ وہ ان کو وزراء اہل دفاتر، فوج اور ملازمین کی تنخواہوں اور انعامات اور عطایا میں صرف کرتا تھا اس وجہ سے وہاں عام رفاہیت اور خوش حالی تھی۔ اور ادنیٰ و اعلیٰ سب آرام و راحت کی زندگی بسر کرتے تھے۔

دولت کے سیلاب کے ساتھ عیش اور لذت پرستی کے خس و خاشاک لازمی ہیں اس سے وہ لوگ بھی محفوظ نہیں تھے۔

علمی لحاظ سے بغداد طلبۂ علوم کا قبلہ تھا۔ کیونکہ اسلامی ممالک کے ممتاز آئمہ اور علماء بیشتر وہیں آگئے تھے اور محدثین۔ قراء۔ مفسرین، حفاظ لغت۔ اُدباء۔ ائمہ نحو و صرف مورخین اور متکلمین وغیرہ سب کے سب تدریس و تعلیم اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے وہاں کی جامع مسجدیں علوم کا مرکز

تھیں اور اس عہد میں دنیائے اسلام میں کوئی شخص کسی فن میں کامل نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس نے بغداد میں جاکر پڑھا نہ ہو۔

اسلامی علوم کے علاوہ فنون دخیلہ مثلاً طب، فلسفہ، ہیئت، ہندسہ اور نجوم وغیرہ کے ماہرین کی بھی وہاں کثرت تھی۔ یہ لوگ دنیا میں جس قوم کے پاس کوئی علم پاتے تھے اس کو عربی میں منتقل کرتے تھے اور مسلمانوں میں پھیلاتے تھے۔

ان علماء کی زندگیاں خلیفہ، امراء اور وزراء بالخصوص برامکہ کی قدر دانیوں اور فیاضیوں کی بدولت نہایت فارغ البالی کے ساتھ گزرتی تھیں

علویہ حضرت علی کی اولاد چونکہ یہ سمجھتی تھی کہ خلافت ہمارا حق ہے اور ان میں سے جو ممتاز لوگ ہوتے تھے وہ اکثر یہ کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح ہم اس کو حاصل کریں اس وجہ سے بنی عباس کو ہمیشہ ان کی طرف کا خطرہ لگا رہتا تھا۔

ہارون نے خلیفہ ہونے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ سلوک اور احسان کر کے ان کی استمالت کی کوشش کی اور اسی سلسلہ میں ان لوگوں کو جو بغداد میں زیر نگرانی رکھے گئے تھے بجز عباس بن حسن کے مدینہ جانے کی اجازت دیدی۔ لیکن یحییٰ بن عبداللہ نے جو ہادی کے زمانہ میں فخ کی لڑائی سے بچکر بلاد دیلم میں چلے گئے تھے وہاں ایک جتھا بنا کر علم مخالفت بلند

کیا۔ اس اطراف و دیار کے لوگ ان کے ساتھ شامل ہوگئے جس سے ان کی جمعیت بہت بڑھ گئی۔ ہارون نے جب سنا تو اس کو نہایت تردد پیدا ہوا۔ فضل بن یحییٰ برمکی کو پچاس ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا۔

فضل چونکہ محبان آل علی میں سے تھا اس لئے اس نے وہاں پہنچکر بجائے جنگ کرنے کے رئیس دیلم کو دس لاکھ درہم دے کر راضی کیا۔ کہ یحییٰ کو اپنے قلعہ سے ہمارے پاس بھیج دو۔ پھر ان کو سمجھا کر صلح پر آمادہ کیا۔ وہ اس شرط پر راضی ہوئے کہ خلیفہ خود اپنے ہاتھ سے امان نامہ لکھکر بھیجے تو میں چلا آؤں۔

فضل نے ہارون کو لکھا وہ بہت خوش ہوا۔ علماء اور فقہاء کو بلوا کر ان کے سامنے امان نامہ لکھا اور ان کی اور روسائے بنی ہاشم کی شہادتیں اس پر ثبت کرا کے مع تحفوں اور ہدیوں کے بھیجا۔ فضل یحییٰ کو لیکر بغداد میں آیا۔ ہارون نے ان کے گذارہ کے لئے بہت بڑی رقم مقرر کی اور فضل کے اس کارنامہ پر اس کے رتبہ میں اضافہ کر کے اسی کو حکم دیا کہ یحییٰ کو تم اپنے پاس رکھو۔

ادریس اول

یحییٰ کے دوسرے بھائی ادریس فخ سے بھاگ کر مصر کی طرف نکل گئے تھے۔ وہاں سے وہ بلاد مغرب کی طرف پہنچے اور شہر ولیلی میں سنہ ۱۷۲ھ میں اپنی امامت کی بیعت لے کر پہلی علوی

خلافت یعنی ادریسی سلطنت قائم کی۔

ہارون نے اطلاع پاکر لشکر کشی کرنی چاہی لیکن اس کو دشوار سمجھ کر اپنے ایک غلام سلیمان بن جریر کو جو شماخ کے لقب سے مشہور تھا روانہ کیا کہ کسی حیلہ سے ادریس کو قتل کر ڈالے اس نے ادریس کے پاس پہنچکر بنی عباس کی بیعت سے برأت ظاہر کی اور ان کی بیعت میں داخل ہوگیا۔ وہ اس سے بہت خوش ہوئے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کو اپنے مقربین میں شامل کر لیا اس نے موقع پاکر ایک روز ان کے منجن میں زہر ملا دیا اور روپوش ہو کر چلا آیا۔ چنانچہ اسی زہر سے انھوں نے ۱۷۷ھ میں وفات پائی لیکن اس کی وفات سے اس سلطنت کا خاتمہ نہیں ہو سکا کیونکہ ان کی ایک کنیز حاملہ تھی جس کے شکم سے کچھ دنوں کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اہل مغرب نے اس کا نام بھی ادریس رکھا۔ اور اس کی امامت کی بیعت کر لی۔

ہارون انھیں وجوہات سے علوئین کی طرف سے ہر وقت خطرہ میں رہتا تھا۔ اور امراء یا وزراء میں سے جس شخص کی بابت سنتا تھا کہ وہ اہل بیت کے کسی فرد کی طرف میلان رکھتا ہے اس کو سخت سزا دیتا ہے اسی اندیشہ سے امام موسیٰ کاظم کو بغداد میں اپنی نگرانی میں رکھ چھوڑا تھا ان کو کہیں جانے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال بھی وہیں ہوا۔

افریقہ قیروان کا عامل فضل بن روح تھا اس نے اپنے بھتیجے مغیرہ

کو تونس کا امیر بنا کر بھیجا۔ وہاں کے لوگ اس کے طرزِ عمل سے ناراض ہوئے اور انھوں نے فضل کو لکھا کہ اس کے بدلے کسی دوسرے شخص کو یہاں بھیج دو فضل نے ان کی درخواست نامنظور کی۔ مجبور ہو کر ان لوگوں نے ایک رئیس ابن الجارود کو اپنا سردار بنا لیا۔ اور مغیرہ کو نکال دیا۔

فضل نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ کو وہاں کی امارت پر روانہ کیا اہل تونس نے خیال کیا کہ اس نے جو اپنے بھائی کو مقرر کر کے بھیجا ہے تو اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مخالفین کو سزائیں دلوائے اس بنیاد پر انھوں نے متفق ہو کر عبداللہ کا مقابلہ کیا۔ اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو شکست دیکر بھگا دیا۔

ابن الجارود نے اب علانیہ بغاوت کر دی اور قیروان پر حملہ کر کے فضل کو وہاں سے نکال دیا۔ ہارون نے ہرثمہ بن اعین کو فوج دے کر بھیجا اس نے جا کر وہاں امن و امان قائم کیا۔ اور ابن الجارود کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا جہاں وہ قید کر دیا گیا۔ ۱۸۱ھ میں ہرثمہ کے بجائے ہارون نے اپنے رضاعی بھائی محمد بن مقاتل کو وہاں کا والی بنا کر بھیجا اہل تونس نے محمد سے بھی ناراض ہو کر اس کی مخالفت کی یہاں تک کہ قیروان پر قبضہ کر کے اس کو وہاں سے نکال دیا۔

ہارون نے اب ابراہیم بن اغلب کو جو مقام زاب کا عامل تھا صوبہ

افریقہ کی ولایت پر متعز کیا۔ اس نے جاکر قیروان پر غلبہ حاصل کیا اور امن و امان قائم کر کے اپنی مستقل حکومت کی بنیاد ڈالی۔ خلیفہ عباسی کو وہ صرف چالیس ہزار دینار سالانہ خراج بھیجتا تھا۔ باقی جملہ امور میں خود مختار تھا۔

خوارج

یہ جماعت حضرت علی کے عہد میں پیدا ہوئی تھی۔ بنی امیہ کے زمانہ میں جا بجا اس نے خروج کیا اور بغاوتیں کرتی رہی انھوں نے ہمیشہ اس کو مٹانے کی کوشش کی اور اس کے نامور اور مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ نے اپنی ساری قوت اس کو فنا کرنے میں صرف کی۔ اور کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

لیکن خلافت کی غلط رفتار اور خلفاء کے استبداد اور امراء کے مظالم کی وجہ سے وہ روح برابر باقی رہی۔

ہارون الرشید کے زمانہ میں ولید بن طریف شیبانی نے جو نہایت بہادر اور باوقار رئیس تھا جزیرہ میں صفین کے متصل ۱۷۸ھ میں خروج کا اعلان کیا۔ خلیفہ کی طرف سے اس کی سرکوبی کے لئے بار بار فوجیں گئیں۔ لیکن شکست کھاتی رہیں جن کی وجہ سے اُن کا اقتدار بڑھ گیا اور جزیرہ سے لیکر آرمینیہ تک کے لوگ اس کے حلقۂ اثر میں آگئے۔ ہارون نے معن بن زائدہ کے بھتیجے یزید بن شیبانی کو منتخب کر کے ایک جرار فوج کے ساتھ بھیجا۔ یزید نے جاکر اس سے صلح کی گفتگو کی اس میں چند مہینے صرف ہو گئے دربار میں

نے ہارون سے شکایت کی کہ یزید چونکہ ولید کا ہم قبیلہ ہے اس لئے وہ اس کے ساتھ لڑائی کو ٹال رہا ہے ہارون نے یزید کو تاکیدی تہدید آمیز حکم بھیجا اب اس کو بجز مقابلہ کے کوئی چارہ نہ رہا۔ اس نے ولید کے پاس کہلا بھیجا کہ مسلمانوں کے ضائع کرانے سے کیا فائدہ۔ آؤ صرف ہم تم لڑیں وہ میدان میں آیا۔ دونوں کئی گھنٹے تک لڑتے رہے دو رویہ فوجیں کھڑی ہوئی تماشا دیکھ رہی تھیں۔ آخر میں ولید مارا گیا اس کا سر فتحنامہ کے ساتھ دربار میں بھیجا گیا۔

مشرق

مغرب میں اندلس اور مراقش عباسی خلافت سے نکل چکے تھے۔ مشرق کا خطرہ بھی کچھ اس سے کم نہ تھا۔ کیونکہ علی بن عیسےٰ بن ماہان والی خراسان کے مظالم کی وجہ سے وہاں بھی بغاوت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے ہارون الرشید نے جس وقت علی کو مقرر کرنا چاہا تھا اس وقت اس نے وزیر یحییٰ بن خالد سے مشورہ لیا تھا اس نے اس کے تقرر کو پسند نہیں کیا۔ لیکن ہارون نے وزیر کی رائے کے خلاف اس کو والی بنا کر بھیجدیا۔ اس نے وہاں جا کر ظلم و ستم کرنے شروع کئے رؤسا کے بہترین ذخائر کو ضبط کر کے بہت مال و اسباب جمع کیا۔ ہارون کے لئے بھی تحفتاً اس میں سے طرح طرح کے قیمتی کپڑے گھوڑے اور سامان وغیرہ بھیجے۔ وہ ایک چبوترہ پر بیٹھ کر ان کا جائزہ لینے لگا اور خوش ہو کر یحییٰ

سے کہا کہ دیکھو! تم علی کی امارت کی مخالفت کرتے تھے لیکن وہ ہمارے لئے کیسی مبارک ہوئی۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ میں اگرچہ یہ چاہتا ہوں کہ میری رائے درست نکلے مگر اس سے بھی بڑھکر اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ خلیفہ کی رائے زیادہ صائب اور بہتر ہو۔ اللہ کرے کہ علی کی ولایت مبارک ثابت ہو مگر مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں اس مال اور سامان کو اس نے ظلم کر کے وہاں کے رؤسا سے نہ غصب کیا ہو ایسی صورت میں اس کا انجام بُرا ہو گا۔ اگر ناجائز طریقہ سے اس قسم کے ہدیے فراہم کرتا ہو تو میں آج ہی کرخ کے تاجروں سے چند قیمتی جواہرات جن کی قیمت ان ہدایا سے دس بیس گنی ہو دیکھنے کے لئے منگا کر ضبط کر کے آپ کے سامنے پیش کر دوں اس میں اس سے کم خطرہ ہے جتنا کہ علی کے اس فعل میں ہے۔ اور میں اس طریقہ سے تین گھنٹے میں اس سے بہت زیادہ جمع کر سکتا ہوں جتنا کہ علی نے تین سال میں کیا ہے لیکن کیا انصاف اس کو جائز رکھے گا۔

تھوڑے دن بھی نہیں گزرنے پائے کہ خراسانی رئیسوں کی عرضیاں دربار خلافت میں پہنچیں کہ علی بن عیسیٰ نہایت ظالم اور بدسرشت ہے اس کو معزول کر کے دوسرا والی بھیجا جائے۔ ہارون نے یحییٰ سے مشورہ لیا اس نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سے اس کے تقرر کو مناسب نہیں سمجھتا تھا میری رائے یہ ہے کہ اس کو واپس بلا کر یزید شیبانی کو بھیجیئے ہارون

نے اس دفعہ بھی اس کی رائے پر عمل نہیں کیا۔

اب خبریں آنی شروع ہوئیں کہ علی نے تہیہ کر لیا ہے کہ خلیفہ سے بغاوت کر کے خراسان کا مستقل میر ہو جائے۔ یہ سنکر ہارون ۱۸۹ھ میں خود فوجیں لے کر روانہ ہوا جب رَے میں پہنچا تو وہاں علی بن عیسیٰ حاضر ہوا اس نے پھر تحفے اور نذرانے پیش کئے۔ خلیفہ کے ساتھ جو امراء تھے ان کو بھی ہدیے دیئے۔ ہارون اس سے خوش ہو گیا۔ اور چونکہ کوئی علامت بغاوت کی نہیں دیکھی اس لئے اس کو خراسان کی ولایت پر برقرار رکھا۔ اور رخصت کے وقت اس کی مشایعت کو نکلا۔

علی نے واپس جا کر ان لوگوں کو سزائیں دیں جنہوں نے اس کے خلاف دربار میں عرضیاں بھیجی تھیں۔ اور ان کے اموال بھی ضبط کر لئے نصر بن سیار جو بنی امیہ کے وقت میں خراسان کا والی تھا اس کے پوتے رافع بن لیث نے علی کی مخالفت پر کمر باندھی۔ سمرقندیوں کی ایک جماعت نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

علی نے اپنے بیٹے عیسیٰ کی ماتحتی میں ایک دستہ فوج بھیجا۔ رافع نے اس کو شکست دیدی۔ عیسیٰ بھاگ کر بلخ میں چلا گیا۔ رافع نے شاس اور فرغانہ کے ترکوں کی ایک جماعت بلخ میں بھیجی انھوں نے آ کر عیسیٰ کو قتل کر ڈالا اس کے محل کے پائیں باغ میں ایک عظیم الشان خزانہ مدفون

تھا جس سے صرف ایک لونڈی واقف تھی اس نے ترکوں کو تباہ دیا انھوں نے اس کو لوٹ لیا۔

ہارون کو جب یہ اطلاع موصول ہوئی تو اس نے ہرثمہ بن اعین کو خراسان کی ولایت کا فرمان دیکر بھیجا اس نے پہنچکر علی بن عیسےٰ اور اس کے تمام متعلقین گرفتار کرکے ان کا سارا مال و متاع ضبط کرلیا اور رعایا کی دلدہی اور تشفی کر کے پھر امن و امان قائم کیا۔

رافع کی طاقت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ ہرثمہ کے قابو میں نہ آسکا۔ آخر کار اس کے مقابلہ کے لئے ۱۹۳ھ میں خود ہارون فوج لیکر روانہ ہوا اسی سفر میں طوس میں پہنچکر انتقال کر گیا۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ رافع نے مامون کے زمانہ میں بلا جنگ اطاعت قبول کرلی۔

وزارت

ہارون کا پہلا وزیر یحیےٰ بن خالد برمکی تھا۔ چونکہ برمکی خاندان نہایت نامور اور مشہور ہے اور ان کی تاریخ کا زیادہ تر تعلق ہارون ہی کے عہد کے ساتھ ہے اس لئے اس موقع پر اس کا حال مختصراً لکھ دینا مناسب ہے۔

برامکہ

ان کا جد اعلیٰ برمک بلخ کے آتشکدۂ نوبہار کا موبد اور مجوسیوں کا بڑا معزز اور محترم پیشوا تھا۔ خراسان میں جب عباسی خلافت کی تبلیغ کی گئی تو اس کا بیٹا خالد جو مسلمان تھا اس میں شریک ہو کر اس کا

ایک رکن بن گیا۔ خلافت عباسیہ کے قائم ہو جانے پر جس وقت ابوسلمہ خلال وزیر آل محمد قتل کیا گیا۔ اس وقت سفاح نے خالد کو بوجہ اس کے حق خدمت نیز قابلیت اور لیاقت کے وزارت کا منصب عطا کیا۔ منصور نے بھی اپنے عہد میں تھوڑے دنوں اس کو اسی جگہ پر رکھا۔ پھر فارس کا والی بنا کر بھیجدیا۔ ۱۵۸ھ میں وہ خراج نہ بھیج سکا۔ منصور نے اس کے ذمہ تیس لاکھ درہم لگایا نکال کر اس کو بغداد میں طلب کیا اور ادائیگی کے لئے صرف تین دن کی مہلت دی۔ اس نے دو دن میں اپنے دستوں سے جمع کر کے یہ رقم خزانہ میں داخل کر دی۔ منصور نے پھر اس کو موصل کی امارت پر بھیج دیا۔

خالد نہایت عاقل و فرزانہ اور مدبر تھا اور باوجود اس کے کہ سخت گیر نہ تھا اس کا رعب بہت تھا۔ اس نے ۱۶۳ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن خالد

خالد کا بیٹا یحییٰ تھا۔ جس کی ولادت ۱۲۰ھ میں ہوئی تھی۔ اس کو منصور نے ۱۵۸ھ میں آذربیجان کی سرحد کی امارت پر بھیجا وہاں اس نے اس خوبی سے اپنا فرض انجام دیا کہ دربار میں اس کی عزت بڑھ گئی۔ مہدی نے ۱۶۳ھ میں اس کو بلا کر اپنے بیٹے ہارون کا کاتب اور اتالیق مقرر کیا۔ ہارون اس کو ابا کہتا تھا اور اس کے بیٹے فضل کو بھائی سمجھتا تھا کیونکہ ان دونوں کی ولادت تقریباً ایک

ہی زمانہ میں ہوئی تھی۔ یحییٰ کی بیوی ہارون کو اور خیزران فضل کو دودھ پلایا کرتی تھی۔

۱۶۳ھ میں ہارون جب رومیوں کے مقابلہ میں بھیجا گیا تو یحییٰ اس کے ساتھ تھا۔ اور اس مہم کا کُل انتظام اس کے سپرد تھا۔ ۱۶۴ھ میں مہدی نے ہارون کو انبار سے لیکر مغرب تک امارت عطا فرمائی اس کا سارا بندوبست یحییٰ کے ذمہ تھا۔ ہادی نے بھی اپنے زمانہ میں یحییٰ کو بدستور ہارون کے پاس رہنے دیا۔ پھر اس نے چاہا کہ ہارون سے دست برداری لکھا کر اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد بنالے۔ اس کے لئے ہارون پر سختی شروع کی یہاں تک کہ وہ راضی بھی ہو گیا تھا۔ اور کہتا تھا میری خوشی کے لئے زبیدہ کافی ہے میں اس کے ساتھ آرام سے زندگی بسر کرلوں گا مجھے سلطنت کے جھگڑوں سے کیا واسطہ۔ لیکن یحییٰ نے اس کو باز رکھا۔ اور کہا کہ دست بردار ہو جانے کے بعد کیا معلوم کہ تمہیں لوگ تمہارے حسب منشا زندگی بھی گذارنے دیں۔

ہادی کے یہاں شکایت گزری کہ ہارون جعفر کی ولیعہدی پر راضی ہے لیکن یہ یحییٰ کی شرارت ہے کہ وہ اس کو دست بردار نہیں ہونے دیتا۔ ہادی نے یحییٰ کو بلا کر کہا کہ تم کیوں ہارون کو میری مخالفت پر آمادہ کرتے ہو اس نے کہا کہ میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کے اور آپ کے بھائی کے درمیان میں پڑوں

لیکن خلیفہ سابق اور نیز آپ نے ہارون کے کاروبار میرے سپرد کئے ہیں اس لئے میں اس کی خیر خواہی کا قرض بجالاتا ہوں۔

وہ خلیفہ مہدی کے فرمان کے مطابق ولیعہد ہے اگر آپ خود اس عہد کو توڑیں گے تو پھر پیمان کی کوئی قیمت باقی نہ رہے گی اور آپ کے بعد دوسرے لوگ بھی آپ کے عہد کی توقیر نہیں کریں گے۔

جعفر ابھی بہت کم سن ہے ہارون اگر ولیعہد نہ بھی ہوتا تو بھی آپ کے لئے یہ زیبا تھا کہ خود اس کو ولیعہد بناتے اس کے بعد جعفر کو رکھتے چہ جائے کہ اس کے برعکس اس کو معزول کر کے جعفر کو ولی عہد بنا رہے ہیں

یحیٰی کی اس معقول گفتگو کو سن کر ہادی خاموش ہو گیا لیکن اہل غرض کے اکسانے سے پھر اس نے ہارون پر دباؤ ڈالا اس وقت یحیٰی کے مشورہ سے اس نے شکار کی اجازت طلب کی ہادی نے چند روز کی اجازت دی۔ اور تاکید کی کہ ٹھیک وقت پر واپس آجانا۔ لیکن وہ یحیٰی کے ساتھ نکلکر قصر مقاتل کی طرف چلا گیا۔ اور چالیس دن وہاں گزار دیئے ہادی پر یہ امر نہایت شاق گذرا اس نے بار بار واپسی کے احکام بھیجے۔ لیکن ہارون ان کو ٹالتا رہا۔ دربار میں اب اس کے متعلق طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے اور بعض لوگوں نے صاف صاف کہنا شروع کیا کہ وہ بغاوت کی تیاری کر رہا ہے۔ فضل بن یحیٰی دربار میں موجود تھا وہ یہاں کی سازی

کیفیت مخفی طور پر ہارون کے پاس لکھکر بھیجا کرتا تھا۔

ہادی یحیےٰ سے بدگمان ہوگیا اور اس کو لکھا کہ اگر تم اس فساد انگیزی سے باز نہیں آوٴگے تو قتل کئے جاوٴ گے۔ لیکن اسی درمیان میں ہادی بیمار ہوا اور تین روز کے اندر انتقال کر گیا۔

یحیےٰ نے اس موقع پر نہایت دانشمندی کے ساتھ ہارون کی بیعت اور خلافت کے معاملے کو طے کیا جب وہ خلیفہ ہوگیا۔ تو اس نے وزارت یحیےٰ کے سپرد کی اور کہا کہ میں ملک کا سارا کاروبار اپنے کندھے پر سے تمہارے کندھے پر رکھتا ہوں تم سیاہ و سپید کے مالک ہو جو چاہو کرو جس کو چاہو رکھو اور جس کو چاہو معزول کرو۔

خیزران جو ہادی کے زمانہ میں امور سلطنت سے بے تعلق کر دی گئی تھی اب پھر دخیل ہوگئی اور یحییٰ اس کی رائے سے مہمات انجام دینے لگا۔

یحیےٰ عاقل۔ عالم۔ ادیب اور علم پرور تھا اور سخی ایسا تھا کہ اس کی فیاضی کی داستانیں سنکر عقل حیران ہو جاتی ہے دور دور سے اہل علم و فضل اس کے یہاں آنے لگے اور اس کی ذات مرجع آفاق بن گئی ۱۷۱ھ میں ہارون نے مہر خلافت کا دفتر اسی کے سپرد کر دیا۔

یحیےٰ کے چار بیٹے تھے فضل، جعفر، محمد، اور موسیٰ ان میں سے ہر ایک علم و فضل میں فرد اور جود و کرم میں یکتائے دہر تھا۔

فضل بن یحییٰ

یہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ اس کی ولادت سنہ ۱۴۷ھ میں ہوئی تھی۔ اس نے ہارون الرشید کے ساتھ تربیت پائی جوان ہونے کے بعد امور سلطنت میں اپنے باپ کی امداد کرنے لگا اکثر بڑے بڑے کارناموں میں اس کی قائم مقامی کرتا تھا۔

ہارون الرشید کا بیٹا امین جب پیدا ہوا تو اس نے اس کو پرورش کے لئے فضل کے حوالہ کیا۔ اور یہی اس کا اتالیق بھی رہا۔ سنہ ۱۷۶ھ میں یحییٰ بن عبداللہ نے بلاد دیلم میں جاکر جو مخالفت کا اعلان کیا تھا اس کی مہم پر یہی بھیجا گیا تھا۔ اس نے نہایت خوبی کے ساتھ بلا خونریزی کے اس معاملہ کو سطے کر دیا۔ ہارون کے دل میں اس وقت سے اس کی وقعت اور بھی بڑھ گئی چنانچہ سنہ ۱۷۸ھ میں اس کو خراسان کا والی بنا کر بھیجا اس نے وہاں امن و امان قائم کیا۔ اشروسنہ کے بادشاہ سے جو مخالف ہوگیا تھا جنگ کی اور اس کو پھر مطیع کیا۔ اس ملک میں جا بجا لنگر خانے بنوائے اور مسجدیں تعمیر کیں۔ خراسانیوں کی ایک فوج مرتب کی جن کی تعداد پانچ لاکھ تھی اور اس فوج کا نام عباسیہ رکھا۔ سنہ ۱۷۹ھ میں جب یہ خراسان سے واپس آیا تو اس میں سے بیس ہزار آدمیوں کو اپنے ساتھ بغداد میں لایا۔ ہارون مع امراء اور شاہزادوں کے خود اس کے استقبال کے لئے شہر سے نکلا۔ اس کے بعد

مہر خلافت یحییٰ سے لیکر اس کے حوالہ کی۔

ملکی یا فوجی جس قسم کے کام فضل کے سپرد کیے گئے ہر ایک کو اس نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ خاندان برامکہ میں لیاقت اور سخاوت کے لحاظ سے اس کا رتبہ سب سے فائق تر تھا۔ یحییٰ وزیر اعظم کے ساتھ لوگ اس کو وزیر صغیر کہتے تھے۔

جعفر بن یحییٰ

یحییٰ کا دوسرا بیٹا جعفر ہارون کا ہمدم و ہمنشین اور حسن خلق، فیاضی، فصاحت اور بلاغت میں یگانۂ عصر تھا۔ ہارون اس کے برابر کسی کو عزیز نہیں رکھتا تھا اور فضل سے بھی زیادہ اس کے ساتھ مانوس تھا کیونکہ فضل کے مزاج میں کسی قدر خشونت تھی اور یہ لطیف الطبع تھا۔

ایک بار ہارون نے یحییٰ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ لوگ فضل کو وزیر صغیر کہتے ہیں اور جعفر کو اس لقب سے نہیں پکارتے اس نے جواب دیا کہ فضل چونکہ امور سلطنت میں میری قائم مقامی کرتا ہے اور بڑے بڑے دفاتر اس کے متعلق ہیں اس لئے اس کا لقب یہ ہو گیا۔ اور جعفر آپ کی ہم نشینی کی مشغولیت سے مہمات دولت میں زیادہ دخیل نہیں ہے۔ ہارون نے جعفر کو اسی وقت قصر خلافت کے کل معاملات کا کفیل بنا دیا۔ پھر یحییٰ سے کہا کہ مجھے تو شرم معلوم ہوتی ہے تم خود فضل کو لکھدو کہ وہ خاتم خلافت

جعفر کے حوالہ کر دے اس نے فضل کو لکھ دیا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ مہر خلافت تم اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں دیدو وہ اس کا مطلب سمجھ گیا۔ اور خاتم خلافت جعفر کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد جعفر بھی وزیر صغیر مشہور ہو گیا۔

سنہ ۱۷۶ھ میں محل شاہی کی داروغگی کے ساتھ مصر کی ولایت کا عہدہ بھی اس کو ملا۔ اس نے اپنی طرف سے عمران بن مہران کو وہاں بھیج دیا۔

سنہ ۱۸۰ھ میں شام میں باہمی عصبیت کی وجہ سے قبائل میں سخت شورش برپا ہوئی۔ ہارون نے اس مہم پر جعفر کو بھیجا۔ اس نے جاکر ان میں باہم مصالحت کرائی۔ اور جو لوگ شریر اور فتنہ پرداز تھے ان کی گوشمالی کی امن و امان قائم کرنے کے بعد بغداد واپس آیا۔ ہارون نے اس موقع پر دربار کیا۔ شعراء نے جعفر کی مدح میں قصائد پڑھے۔ پھر اس نے مجمع کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ جس سے غرض یہ تھی کہ ہارون شامیوں پر مہربان ہو کر ان کے قصور کو بخشدے اس کے بعد ہارون نے اس کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ لیکن بیس روز کے بعد بجائے ولایت خراسان کے بغداد کا امیر امن یعنی کوتوال بنایا۔ اس نے ہرثمہ بن اعین کو جو اس عہد کا ایک نامور سپہ سالار تھا اپنا نائب کر کے یہ خدمت اس کے سپرد کی۔

جس طرح فضل بن یحییٰ شاہزادہ امین کا اتالیق تھا اسی طرح جعفر

مامون کا اتالیق تھا۔ اور اس کوشش میں رہتا تھا کہ ہارون اس کو ولیعہد بنا دے ۱۸۲ھ میں ہارون نے مامون کی ولایت عہد کا فرمان لکھا اور مشرق کی کل ولایتیں اس کے سپرد ہوئیں۔

موسےٰ ابن یحییٰ

موسیٰ اپنے تمام بھائیوں میں شجاع تر تھا وہ فوج میں بڑا منصب رکھتا تھا۔ علی بن عیسےٰ خراسان کے معزول والی نے ہارون سے اس کی شکایت کی کہ اسی نے خطوط لکھ کر وہاں کے روسا کو میرے خلاف بھڑکایا تھا۔ اس وجہ سے ہارون اس کی طرف سے بدگمان ہو گیا تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ موسیٰ پر قرض کا بار زیادہ بڑھ گیا اور وہ قرض خواہوں کے خوف سے روپوش ہو گیا۔ ہارون نے لوگوں سے کہا کہ وہ ضرور چھپ کر خراسان چلا گیا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہاں کوئی فتنہ برپا کرے۔ ہارون اس کی جستجو میں پڑا۔ ۱۸۶ھ میں جب وہ حج کو چلا تو حیرہ میں موسیٰ اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ہارون نے اس کو قید کر دیا۔ اس کی ماں یعنی وزیر اعظم یحییٰ کی بیوی سفارش کے لئے آئی ہارون چونکہ اس کی کسی سفارش کو مسترد نہیں کرتا تھا اس لیے موسیٰ کو چھوڑ دیا۔ لیکن یہ حکم دیا کہ یحییٰ خود آکر اس کا ضامن ہو۔ چنانچہ یحییٰ نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ اس کو اپنی نگرانی میں رکھے گا۔

محمد بن یحییٰ

یہ بھی فوجی عہدہ پر تھا۔ اس کو اس قدر شہرت نصیب

نہیں ہوئی جس قدر کہ اس کے اور بھائیوں نے حاصل کی۔

یہ برمکی خاندان عزت دولت، سخاوت، علم وادب اور علماء پروری میں اس زمانہ میں ممتاز اور شعراء ادباء وغیرہ کا کعبۂ حاجات اور قبلۂ مقاصد تھا۔ ان کے جود وکرم اور داد ودہش کے سامنے تمام پرانی داستانیں فنا ہو گئیں۔ ان کے کارنامے ہارون الرشید کے عہد کی تاریخ کی زینت ہیں۔

زوال برامکہ

شخصی اور استبدادی سلطنتوں میں جب کسی میر یا وزیر کا پایہ بلند ہو جاتا ہے تو یا تو وہ خود اپنے رسوخ کے بھروسہ پر اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے بادشاہ اس کے اقتدار کو اپنے اختیارات میں مخل پا کر اس کا خاتمہ کر دیتا ہے یا اس کے حاسد اور دشمن پیدا ہو جاتے ہیں جو بادشاہ کے کان اس کی طرف سے بھرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کو مخالف بنا کر اپنے حریف کو مٹا دیتے ہیں۔

ابو جعفر منصور نے ابو مسلم کے روز افزوں عروج کو دیکھ کر اس کو قتل کیا۔ پھر اپنے وزیر ابو عبد اللہ کو قید کر کے اس کے اموال ضبط کر لئے۔

اسی طرح مہدی نے اپنے دونوں وزیروں ابو عبید اللہ اور یعقوب بن داؤد کو سزائیں دیں۔ یہ سب واقعات ہارون سے پہلے خود اس کے خاندان میں گزر چکے تھے۔

برمکیوں کے بھی اس بلند اور عالی شان رتبہ کو دیکھ کر بعض امراء کے

دل میں حسد نے جوش مارا۔ اور انھوں نے ان کے خلاف ہارون کو ابھارنا شروع کیا۔ ہارون کا مزاج سلطنت کے معاملہ میں نہایت شکی بلکہ وہمی واقع ہوا تھا۔ ان حاسدوں نے اسی راہ سے اس کے دل میں برامکہ کے خلاف عداوت کی آگ پھونکنی شروع کی اور ان کے خلوص کی طرف سے جو وزراء کی خاص ترین صفت ہونی چاہیئے۔ اس کو بدظن کر دیا۔ اور اس کے دل میں یہ بات جما دی کہ برامکہ بہ نسبت عباسیہ کے علویہ کی امامت کے زیادہ خواہاں ہیں۔

ان مخالفین میں سب سے مقدم فضل بن ربیع تھا۔ یہ منصور کے مشہور حاجب ربیع بن یونس کا بیٹا تھا۔ یحییٰ برمکی اس شخص کو پسند نہیں کرتا تھا۔ ہارون کے آغاز خلافت میں چونکہ اس کی والدہ خیزران اور یحییٰ ابھی دونوں تمام امور سلطنت پر حاوی تھے اس لئے فضل بن ربیع کو کوئی منصب نہیں مل سکا۔ ہارون نے بھی چاہا کہ کوئی ولایت اس کے سپرد کرے لیکن خیزران نے اس کو روک دیا۔

۱۷۳ھ میں جس دن خیزران نے وفات پائی اسی دن ہارون نے اس کو بلا کر جعفر بن یحییٰ سے مہر خلافت لے کر اس کے حوالہ کر دی نیز متعدد بڑے بڑے عہدے اس کو دیئے۔ اور مصارف عامہ و خاصہ کا منشی مقرر کیا۔ دربار میں در خور پا جانے کے بعد اب یہ برمکیوں کی پوست کشی پر آمادہ ہوا۔ لیکن چونکہ ان کا رسوخ نہ ہنوز بڑھا ہوا تھا اور قصر خلافت کے

اکثر عہدے نیز فوجی و ملکی مناصب وغیرہ انھیں کے ہاتھ میں تھے اس وجہ سے اپنے آپ کو انکے مقابلہ میں بے اثر پاتا تھا۔

۱۷۶ھ میں یحییٰ بن عبداللہ کا واقعہ پیش آیا۔ جنہوں نے بلاد دیلم میں پہنچکر اپنی امامت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ فضل بن یحییٰ برمکی اس مہم پر بھیجا گیا۔ تھا وہ دس لاکھ درہم صرف کر کے وہاں کے قلعہ سے ان کو نکال کر بغداد میں لایا تھا ہارون نے مطمئن اور خوش ہو کر امان نامہ لکھدیا تھا۔ اور ان کو فضل برمکی کے سپرد کیا تھا جہاں وہ عیش و عزت کے ساتھ رہتے تھے۔

فضل بن ربیع نے ہارون کے کان بھرنے شروع کئے کہ یحییٰ بن عبداللہ بغاوت کی تیاری کر رہے تھے۔ اور برامکہ ان کے ساتھ چونکہ ان کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں اس لئے ان کی امداد کر رہے ہیں۔ نیز بکار بن عبداللہ زبیری نے بھی جو آل علی کا سخت ترین دشمن تھا ہارون سے امام موصوف کی اسی قسم کی شکایتیں کیں۔ اور کہا کہ وہ مخالفت کا سامان کر چکے ہیں۔ اور برامکہ ان کے لئے آسانیاں بہم پہنچا رہے ہیں۔ ہارون چونکہ ملکی خطرات سے بہت ڈرتا تھا اس لئے اس نے امام یحییٰ کو برامکہ سے لیکر قید سخت میں ڈال دیا۔ پھر ارادہ کیا کہ قتل کرادے لیکن چونکہ امان نامہ لکھ چکا تھا اس لئے بدنامی کے خیال سے پس و پیش ہوا۔ علما کو بلا کر ان سے استردادِ امان کا فتویٰ طلب کیا۔ قاضی ابوالبختری نے کہدیا کہ امان منسوخ ہے چنانچہ ہارون نے ان کو قاضی القضاۃ بنا دیا۔

لیکن امام محمد شاگرد ابو حنیفہ نے فتویٰ نہیں دیا اس لئے ان کی طرف سے اس کے دل میں کدورت بیٹھ گئی۔

برمکیوں نے کوشش کی کہ امام یحییٰ کو چھڑائیں۔ چنانچہ جعفر کی سازش پر ہارون نے ان کو اسی کے سپرد کر دیا۔ جعفر نے اپنے رسوخ کے بھروسہ پر جو دربار خلافت میں اس کو حاصل تھا ان کو مخفی طور پر چھوڑ دیا۔ فضل بن ربیع نے اپنا ایک خاص جاسوس جعفر کے یہاں لگا رکھا تھا اس کے ذریعہ سے یہ خبر اس کو مل گئی اس نے فوراً پہنچکر ہارون کو مطلع کیا۔ ہارون نے ظاہر میں بے پرواہی سے اس کو جواب دیا کہ تمہیں اس سے کیا سروکار۔ ممکن ہے کہ اس نے میری خواہش کے مطابق اس کو چھوڑا ہو۔ لیکن اس کے دل میں اس سے تشویش پیدا ہو گئی۔ کھانے کے وقت جعفر آیا اور دسترخوان پر ہارون نے اس سے مختلف قسم کی باتیں کیں آخر میں امام یحییٰ کا حال پوچھا اس نے کہا کہ بدستور میرے پاس ہیں ہارون نے کہا کہ قسم تو کھاؤ۔ یہ سنکر اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اور سمجھ گیا کہ میری کارروائی کی اطلاع پہنچ چکی ہے جواب دیا کہ میں نے یہ دیکھکر کہ اب ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے ان کو یہاں سے رخصت کر دیا۔ ہارون نے بات ٹالنے کے لئے کہا کہ خوب کیا۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ جب جعفر دربار سے رخصت ہوا تو برابر اس کے پیچھے نظر جمائے دیکھتا رہا۔ اور جس وقت وہ نگاہ سے اوجھل ہونے لگا دانت پیس کر آہستہ سے کہا کہ اگر میں نے تجھکو قتل

نہ کیا تو کچھ بھی نہ کیا۔

ہارون کی بیوی زبیدہ بھی جعفر کی سخت دشمن تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ مامون کا اتالیق تھا جو زبیدہ کا سوتیلا بیٹا تھا اور اس کی منشاء کے خلاف کوشش کر کے امین کے بعد اس کی ولیعہدی کا فرمان لکھوا دیا تھا۔ بلکہ ہارون کو اس بات پر آمادہ کرتا رہتا کہ امین کو ولیعہدی سے نکال کر مامون ہی کو ولیعہد رکھے۔ اس وجہ سے زبیدہ بھی ہارون کو اس کی طرف سے بھڑکاتی رہتی تھی۔

علی بن عیسٰے سابق امیر خراسان بھی برمکیوں کا سخت دشمن تھا اس کو یقین تھا کہ میرے خلاف خراسان میں جو شورشیں اٹھیں وہ سب انھیں لوگوں کے اشارہ سے اٹھیں۔ علی کے علاوہ بھی بعض امراء ان کے دشمن تھے ان سب کی شکایات کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف جعفر بلکہ کل برمکی خاندان کی طرف سے ہارون کے دل میں شک پیدا ہو گیا۔

برمکیوں پر بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ خلیفہ ان سے بدظن ہے اور حریم خلافت میں ان کے خلاف جذبات بھڑکے ہوئے ہیں کیونکہ یحیٰے وزیر اعظم بھی جب دربار میں آتا تو خدام اس کے سلام کے لئے نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ اور اگر پینے کے لئے وہ کبھی پانی مانگتا تھا تو کئی بار پکارنے کے بعد مشکل سے اس کو ملتا تھا۔

آخر محرم ۱۸۷ھ میں ہارون نے جعفر کو قتل کرا دیا۔ اور یحیٰ محمد بن خالد برمکی کے جس کی وفاداری پر اس کو اعتماد تھا۔ کل برمکیوں یحیٰ اور اس کے بیٹے فضل وغیرہ کو دیر قائم میں نظر بند کرا دیا۔ ان کا سارا مال ضبط کر لیا اور جس قدر ان کے عمال تھے ان کی موقوفی کا فرمان لکھوا دیا۔

عبدالملک

اسی اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس نے جو درجۂ نسب کے لحاظ سے سفاح اور منصور کا بھائی ہوتا تھا۔ اپنی خلافت کے لئے سازش شروع کی مگر خود اس کے بیٹے عبدالرحمٰن اور اس کے غلام قمامہ نے ہارون کو اس کے ارادہ سے مطلع کر دیا۔ اس نے عبدالملک کو گرفتار کیا۔

اس معاملہ میں بھی اس کو یقین دلایا گیا کہ یہ برمکیوں کی سازش سے ہوا ہے اس نے یحیٰ برمکی کو طلب کر کے کیفیت پوچھی اور کہا کہ اگر تم عبدالملک کی نیت کے متعلق مجھ کو اصلی حقیقت سے مطلع کر دو گے تو میں تم کو تمہارا منصب پھر دیدوں گا۔ اس نے کہا مجھے عبدالملک کی نیت کی خرابی کی مطلق اطلاع نہیں ہے اور اگر ہوتی تو میں آپ کو پہلے ہی آگاہ کر دیتا۔ کیونکہ میں آپ کی حکومت میں شریک تھا۔ اور اس کا ساتھ کبھی نہ دیتا۔ اس لئے کہ وہ خلافت حاصل کر لے کے بعد معلوم نہیں میرے ساتھ کیا سلوک کرتا۔

ہارون کو اس کی بات پر یقین نہ آیا اور اس کا یہ شبہ دور نہ ہو سکا کہ

برامکہ بھی اس سازش میں شریک تھے۔ چنانچہ اس نے اب تک قید میں جوان کو ہر طرح کا آرام دے رکھا تھا کہ ان کے نوکر اور خادم سب ان کے پاس تھے اس سے علیحدہ کر کے قید سخت میں ڈال دیا۔ اور بالآخر یہ عظیم الشان خاندان جو اپنی خداداد قابلیت، لیاقت اور جود وکرم کی وجہ سے عہد ہارونی کی زینت تھا تباہ و برباد ہو گیا۔ ۱۹۰؁ھ میں یحییٰ نے اور ۱۹۳؁ھ میں فضل نے قید ہی میں وفات پائی۔

بعض مورخین نے جنہوں نے اصلیت پر نظر نہیں ڈالی اس حادثہ کو ایک ناگہانی استبدادی جوش کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اور بعضوں نے دور از کار باتیں مثلاً جعفر و عباسیہ کی بالکل جھوٹی داستان تراش کر اس کی توجیہہ کی کوشش کی ہے۔ لیکن اصل حقیقت صرف یہی ہے کہ ہارون کی طبیعت ملکی خطرات میں وہم بلکہ وسواس کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور فضل بن ربیع فطرتاً مفسد اور فتنہ پرداز تھا۔ آگے معلوم ہو گا کہ اسی شخص کی فتنہ انگیزی سے امین اور مامون میں لڑائی ہوئی اس نے برمکیوں کے بڑھتے ہوئے عروج کو رشک و حسد کی نگاہ سے دیکھ کر ان کے خلاف سازشوں کا ایک جال بچھا دیا۔ اور ان وزراء کو جن سے خلافت کی عظمت قائم تھی مٹا دیا۔

ہارون نے برامکہ کے بعد وزارت عظمیٰ فضل مذکور کے سپرد کی

لیکن اس کے پاس وہ دل و دماغ کہاں تھا۔

احوال خارجیہ

ہارون نے رومی سرحدوں کا مرکز صرف ایک نقطہ منبج کو قرار دیا۔ اور ۱۷۳ھ میں عبدالملک بن صالح کو کل سرحدی افواج کا سپہ سالار بنا کر وہاں رہنے کا حکم دیا۔ دلوک، اعیان قورس، انطاکیہ اور تیزین میں چھاؤنیاں بنوائیں کہ اسلامی فوجیں جب رومیوں سے جنگ کر کے آئیں تو ان مقامات میں رہیں۔ ان کے مابین بڑے بڑے قلعے تعمیر کرائے۔ انھیں کے متصل ہارون کے خادم ابوسلیم ترکی نے شہرِ طوس آباد کیا۔ جو ہارون کی کوشش سے نہایت آباد مقام ہو گیا۔

صائفہ فوج کا امیر عبدالرحمٰن بن صالح تھا۔ ۱۷۵ھ میں یہ افرلیطیہ تک پہنچ گیا تھا ۱۸۱ھ میں ہارون خود صائفہ فوج کو لے کر رومیوں پر حملہ آور ہوا۔ اور حصن صفصاف کو فتح کیا۔ عبدالملک بن صالح رومیوں کے تعاقب میں انگورہ تک پہنچا تھا اس نے اپنے فرائض سپہ سالاری کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ۱۸۷ھ میں نکبتِ برامکہ کے بعد جب ہارون نے اس کو گرفتار کر لیا۔ تو اس کے بجائے اپنے بیٹے قاسم کو بھیجا۔

قاسم ایک طرف سے خود رومیوں پر بڑھا اور دوسری طرف سے عباس بن جعفر کو بڑھنے کا حکم دیا۔ قلعہ قرہ اور قلعہ سنان پہنچ کر ان کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے صلح کر لی اور ۳۲۰ مسلمان قیدیوں کو جو ان کے

پاس کٹنے چھوڑدیا۔

قسطنطنیہ میں اس زمانہ میں ملکہ ایرینی فرماں روا تھی فرانس کا بادشاہ شارلمین جس نے روم کو فتح کر لیا تھا۔ چاہتا تھا کہ مغربی اور مشرقی رومی ممالک کو ملا کر پھر ایک بڑی سلطنت قائم کرے۔ ملکہ مذکورہ نے یہ دیکھکر کہ وہ شارلمین اور انتظامی فوج دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی خوشامد کر کے ہارون کو صلح پر راضی کیا اور سالانہ جزیہ میں ایک رقم دینا منظور کیا۔

سنہ ۸۰۲ء میں ملکہ ایرینی کو ارکین سلطنت نے تخت سے اتار کر نقفور کو اس کی جگہ بادشاہ بنایا۔ اس نے شارلمین سے صلح کر کے اپنی سلطنت کے حدود قائم کر لئے۔ پھر ہارون کو لکھا کہ عورت کی کمزور حکومت میں تم نے جو رقم ہماری سلطنت سے وصول کر لی ہے اس کو واپس کر دو نیز اپنی دست درازی کا جرمانہ بھی دو۔ ورنہ ہم بزور شمشیر لے لیں گے۔ ہارون نے جس وقت اس خط کو پڑھا جوش غضب سے اس کا چہرہ ایسا تمتما اٹھا کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ کل درباری یہاں تک کہ وزرا بھی اس کے سامنے سے اٹھکر ادھر ادھر ہٹ گئے۔ پھر اس نے اپنے قلم سے خود نقفور کو لکھا کہ :-

۔اس کا جواب وہ ہے جو تو آنکھوں سے دیکھے گا نہ کہ کانوں سے سنے گا۔"

اس کے بعد اسی روز فوج لے کر کوچ کیا اور رومی حدود میں پہنچکر ہر قلعہ

کے ارد گرد خیمے ڈالے۔ کشت وخون سے عاجز آکر رومی مغلوب ہو گئے۔ اور نقفور نے مجبور ہو کر پھر سالانہ جزیہ پر صلح کر لی۔ لیکن اسلامی فوج وہاں سے واپس ہو کر جب رقہ میں پہنچی تو معلوم ہوا کہ نقفور نے پیمان کو توڑ ڈالا۔ ہارون کے غصہ کے خیال سے کسی کی یہ ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس کو اس امر کی اطلاع دے سکے۔ اس لئے ابو محمد عبد اللہ بن یوسف شاعر کو اس کے پاس بھیجا۔ اس نے ایک نظم سنائی جس میں نقفور کی عہد شکنی کا لطیف پیرایہ میں ذکر تھا۔ ہارون نے پوچھا کہ کیا واقعی اس نے ایسا کیا؟۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ ہر چند کہ برف باری کا موسم تھا اور شدت کی سردی پڑ رہی تھی۔ مگر وہ فوجیں لے کر پلٹا۔ اور نقفور کو مغلوب کر کے اس سے جزیہ وصول کیا۔

فریقین میں اسی طرح جنگ کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ۱۸۹ھ میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔ ۱۹۰ھ میں ہارون نے علاوہ رضا کاروں اور غیر ملازمین مجاہدوں کے ایک لاکھ پینتیس ہزار فوج لے کر رومیوں پر چڑھائی کی۔ ہرقلہ کو فتح کیا۔ وہاں عقبہ بن جعفر کو امیر مقرر کر کے خود آگے بڑھ کر طوانہ میں پہنچا۔ حمید بن معیوف کو جو سواحل شام کا امیر البحر تھا۔ قبرص کی طرف بھیجا اس نے وہاں قبضہ کیا۔ طوانہ میں رومیوں نے شکست کھائی۔ نقفور نے جزیہ پر صلح کی۔ اور پچاس ہزار دینار بھیجے جس میں خود اپنا جزیہ چار دینار اور اپنے بیٹے استبراق کا دو دینار شامل کیا تھا۔ اور اپنے دو بڑے بطریقوں

کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ ہرقلہ جو فلاں شخص کی لڑکی میرے بیٹے سے منسوب تھی۔ اسلامی فوج کے مال غنیمت میں آ گئی ہے اگر آپ از راہِ عنایت میری درخواست قبول فرما کر اس کو میرے بیٹے کے لئے دے دیں تو شکر گذاری کا باعث ہوگا۔

ہارون نے اس لونڈی کو طلب کیا وہ سامنے لائی گئی اس کو آراستہ کرا کے ہر قسم کے عروسانہ ساز و سامان کے ساتھ بطرلقیوں کے حوالہ کر دیا۔ اور اپنے قاصد کے ہاتھ عطریات اور تحفے بھی بھیجے۔ نقفور نے قاصد کو پچاس ہزار درہم دیئے اور انواع و اقسام کے تحفے۔ گھوڑے، شکاری کتے اور باز ہارون کے لئے بھیجے۔ فریقین میں یہ عہد نامہ ہوا کہ مسلمان صحلہ اور سنان کے قلعوں کو نہ توڑیں گے اور رومی ہرقلہ کو نہ آباد کریں گے اور ہر سال تین لاکھ دینار جزیہ دیتے رہیں گے۔ ہارون چونکہ جنگ و جہاد میں خود شریک ہوتا تھا۔ علاوہ بریں ہرثمہ بن اعین۔ عبداللہ بن مالک سعید بن مسلم بن قتیبہ اور محمد بن یزید وغیرہ بڑے بڑے شجاع سپہ سالار اس کی فوج میں تھے۔ اس وجہ سے اسلامی قوت ہمسایہ سلطنتوں کے اوپر بہت غالب تھی۔

مغربی روم

شارلمین بادشاہ فرانس نے لمبارڈیا پر قبضہ کر کے سیکسن قوم کو جو جرمنی میں رہتی تھی اور

بت پرست تھی۔ عیسائی بنالیا تھا۔ پھر اس نے المانیہ اور اطالیہ کو بھی فتح
کرلیا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ مشرقی رومی ممالک کو بھی اپنے قبضۂ اقتدار میں
لاکر ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرے۔ اور خلافت اسلامیہ میں وہی دین
عیسوی کا علم بردار اور زائرین قدس کا حامی تسلیم کیا جائے اسی کے ساتھ اس
کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یورپ میں بنی امیہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روک
دے۔ اس غرض کے لئے اس نے دربار بغداد سے اپنا تعلق پیدا کرنا چاہا۔
اور ہارون کے پاس سفیر بھیجے۔

بنی عباس چونکہ بنی امیہ کے دشمن تھے اس لئے ہارون نے گرمجوشی
کے ساتھ ان سفیروں کا استقبال کیا۔ اور پھر اپنے سفیر بھی تحفے اور ہدیے
دیکر فرانس میں بھیجے۔ شارلمین نے بھی ان کی تکریم و تعظیم کی اس طرح یہ
دونوں سلطنتوں میں دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔

شارلمین نے اس سے دو فائدے حاصل کئے۔ ایک تو یہ کہ اس کو
ہارون کی دوستی کی وجہ سے اندلس کے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے اور ان کے
مقابلہ میں ان کے دشمنوں اور مخالفوں کو آزادی کے ساتھ مدد دینے کا موقعہ
ہاتھ آگیا دوسرے یہ کہ خلافت اسلامیہ کے نزدیک اس کا رتبہ شاہ قفقوز
سے برتر ہو گیا۔

علاوہ بریں اس زمانہ میں یورپ میں رومیوں کے اوپر بربری لوگ

کے تسلط کی وجہ سے علم کا چراغ بجھ چکا تھا اور ہر طرف جہالت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور مسلمانوں کی حالت بغداد اور قرطبہ میں اس کے بالکل برعکس تھی اس لئے شارلمین نے یہ چاہا کہ مسلمانوں کی دوستی سے وہ علمی فائدہ بھی حاصل کرے اور اپنی سلطنت کے قوانین کو دولت بغداد کے اصول پر ترتیب دے۔ اس نے ایک یہودی طبیب کو جس کا نام اسحاق تھا اور جس نے قرطبہ میں تعلیم پائی تھی ہارون کے دربار میں بھیجا وہ چار سال یہاں رہا۔ اس کے بعد واپس گیا ہارون نے اس کے ساتھ اور بھی تین شخص بھیجے اور شارلمین کے لئے تحفہ میں ایک گھڑی۔ ایک ارغنون ایک ہاتھی اور چند قیمتی پارچہ ان کے ساتھ دیکر فرانس کے شاہی دربار کے بہت سے لوگوں نے اس گھڑی کو جادو کا کوئی طلسم سمجھا۔ اور بعضوں نے یہ خیال کیا کہ اس میں کوئی جن ہے جو گھنٹی بجاتا ہے چنانچہ انھوں نے چاہا کہ اس کو توڑ ڈالیں لیکن شارلمین نے ان کو اس سے روکا۔

قرطبہ بغداد اور قرطبہ کے تعلقات باہمی نہایت برے اور افسوسناک تھے۔ ہارون بنی امیہ کو باغی اور دشمن سمجھتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کو مٹانے اور فنا کرنے کا خواہش مند تھا۔ شارلمین کے ساتھ اس کے اتحاد اور دوستی کی وجہ بنی امیہ کی عداوت تھی لیکن ان کی طاقت اور شوکت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ کسی کے بس کی نہیں تھی۔ شارلمین نے بھی

سر ٹیک کر دیکھ لیا۔ اور ان کا کچھ نہ کر سکا۔

صفات ہارون

ہارون بہایت دیندار اور فرائض شرعیہ کا بڑا پابند تھا۔ علاوہ فرائض کے روزانہ سو رکعت نماز پڑھتا تھا اور اپنے خاص مال میں سے ایک ہزار درہم خیرات کرتا تھا۔ بیت المال سے جو عطیے دیتا تھا ان کا کچھ شمار نہیں ہو سکتا۔ خلفاء بنی عباس میں مامون کے سوائے اور کوئی اس قدر فیاض نہیں گزرا۔

حج سے بجز اس کے کہ جہاد میں مصروف ہو۔ کبھی غیر حاضر نہیں رہا اس نے اپنے عہد خلافت میں نو حج کئے۔ اور جب جب گیا اپنے ساتھ ایک سو علماء اور فقہا کو مع ان کے اہل و عیال کے لے گیا جس سال حج میں نہیں جا سکتا تھا اس سال اپنے عوض میں تین سو آدمیوں کو بھیجتا تھا۔

وعظ کا اس کے اوپر بہت اثر ہوتا تھا اور اکثر علماء کے مواعظ سنا کرتا تھا۔ ابن سماک واعظ جب کبھی دربار میں آتے تھے تو ان سے درخواست کر کے وعظ سنتا تھا۔ اس حالت میں اکثر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے بلکہ بعض اوقات روتے روتے غشی تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔

ایک بار ابن سماک دربار میں بیٹھے ہوئے تھے ہارون نے پینے کے لئے پانی مانگا۔ جب پیالہ ہاتھ میں لیا تو ابن سماک نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ سچ سچ بتاؤ کہ یہ پانی تم سے روک لیا جائے تو کس قیمت پر اس کو خرید و گے۔ اس نے

کہا کہ سارا ملک دیدو۔ پھر جب پی چکا تو ابن سماک نے کہا کہ یہ پانی اگر تمہارے بدن میں رک جائے تو اس کو نکالنے کے لئے کیا خرچ کرسکو گے اس نے کہا کل سلطنت۔ انھوں نے کہا کہ جس سلطنت کی قیمت ایک جرعۂ آب سے بھی کم ہے وہ اس قابل نہیں کہ اس کے پیچھے ایک قطرہ بھی خون ناحق بہایا جائے یہ سنکر ہارون بہت رویا۔

جہاد فی سبیل اللہ کا اس کو بہت شوق تھا فوجوں کے ساتھ خود جاتا تھا۔ بلکہ اکثر آگے رہتا تھا۔ اس کے اخلاق میں شجاعت کا وصف ممتاز تھا۔ حیا اور مروت بھی اس میں بہت تھی۔ لیکن اس کا جوش غضب بھی بہت سخت تھا۔ اور اس حالت میں کوئی اس کے سامنے جانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ دشمن جب اس کے قابو میں پڑتا تھا تو جلد سے جلد اس کو سخت سے سخت سزا دیتا تھا۔ اور بہت کم حالتوں میں معاف کرتا تھا۔ اس خاص صفت میں اس کا بیٹا مامون اس سے فوقیت لے گیا کیونکہ اس میں حلم اس سے زیادہ تھا۔

ہارون اپنے دادا منصور کے قدم بہ قدم تھا۔ لیکن جود و بخشش میں اس کا پیرو نہیں تھا۔ ادنی ادنی باتوں پر بڑے بڑے انعام دیتا تھا۔ خاص کر اپنی مدح شعرا سے نہایت گراں قیمت پر خریدتا تھا۔ راگ کا بھی شائق تھا اس کے زمانہ میں موسیقی کے بازار نے بہت

رونق پائی۔ اسحٰق موصلی وغیرہ بڑے بڑے ناموں مغنی اس کے دربار میں جمع تھے۔ نبیذ جس کو علمائے عراق نے حلال کر دیا تھا پیتا تھا۔

ہارون اپنے ان صفات کی وجہ سے ممتاز اور ناموں خلفائے اسلام میں ہے۔ لیکن اس کے اندر یہ عیب بہت بڑا تھا کہ وہ متلون المزاج اور وہمی تھا۔ اور ہر قسم کی شکایتیں سنتا تھا۔ جس کی وجہ سے فریب کاروں اور خود غرضوں کو موقع مل گیا۔ انھوں نے غمازی کا دروازہ کھول دیا۔ اور بہترین امرار وزرار اور سلطنت کے کارپردازوں کو اپنی سازشوں کا شکار بنایا۔

وفات رافع بن لیث کی خراسان میں بغاوت کا حال سنکر سنہ ۱۹۲ھ میں ہارون نے اپنے بیٹے محمد امین کو بغداد میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اور مامون کو اپنے ساتھ لے کر ایک جرار فوج کے ساتھ مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ طوس میں پہنچکر بیمار ہوا اور وہیں ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۹۳ھ مطابق ۲۴ مارچ سنہ ۸۰۹ء کو رات کے وقت انتقال کر گیا اسکے بیٹے صالح نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قبر طوس میں ہے مدت خلافت ۲۳ سال ۲ ماہ ۱۸ روز رہی۔

اولاد چار بیٹیاں اور ۱۲ بیٹے چھوڑے۔ بیٹوں کی تفصیل یہ ہے محمد امین زبیدہ کے بطن سے علی امۃ العزیز کے شکم سے جو موسیٰ ہادی کی ام ولد تھی اور عبد اللہ المامون قاسم موتمن، محمد معتصم۔ صالح۔ محمد ابو عیسےٰ۔ محمد ابو یعقوب، محمد ابو العباس۔ محمد ابو سلیمان۔ محمد ابو علی۔ محمد ابو احمد مختلف امہات الولد سے۔

(۶) امین

محمد امین ابن ہارون الرشید۔ اس کی والدہ زبیدہ بنت جعفر بن منصور تھی۔ امین باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہاشمی ہے اور یہ وہ خاندانی خصوصیت ہے کہ سوائے حضرت علی اور امام حسن رضی اللہ عنہما کے اور کسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہوئی۔

اس کی ولادت سنہ ۱۷۰ھ میں ہوئی تھی ہارون نے سنہ ۱۷۵ھ میں اس کی ولایت عہد کا فرمان لکھا۔ سنہ ۱۹۲ھ میں جب وہ خراسان کی طرف گیا تو اس کو بغداد میں اپنا قائم مقام کر گیا۔ طوس میں پہنچکر اس نے وفات پائی۔ وہیں امرائے فوج نے امین کی خلافت کی بیعت لی۔ جب بغداد میں خبر آئی تو یہاں بیعت عام لی گئی۔

احوال داخلیہ

ہارون نے اپنے تینوں بیٹوں محمد امین۔ عبداللہ المامون اور قاسم موتمن کو یکے بعد دیگرے

ولیعہد بنایا تھا۔ اور کل سلطنت کو ان تینوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ طوس میں جب وہ بستر مرگ پر تھا اور مامون اس سے آگے بڑھکر مرو میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے پھر امراء فوج اور وزراء بالخصوص وزیر اعظم فضل بن ربیع کو بلاکر فرمان ولیعہدی کی تجدید کی۔ اور سب سے اس بات پر عہد لیا کہ یہ فوج مامون کی ہے اس کو معہ جملہ ساز و سامان کے اسی کے پاس مرو میں پہنچنا چاہیئے۔

لیکن مامون چونکہ جعفر برمکی کا تربیت کردہ اور اسی کی کوشش سے ولیعہد ہوا تھا اس لئے اس کی طبیعت میں فضل بن ربیع کی طرف سے جس نے برمکی خاندان کو تباہ کرا دیا تھا۔ کدورت تھی۔ ہارون جب انتقال کر گیا تو فضل نے جو امین کے طرفداروں میں سے تھا امراء فوج کو جمع کر کے کہا کہ ہم مامون کے پاس جاکر کیا کریں گے۔ ہم کو خلیفہ امین کے پاس چلنا چاہیئے۔ وہ جیسا حکم دیں گے اس کے مطابق عمل کریں گے۔ اہل فوج کو وطن اور گھر کے اشتیاق کی وجہ سے یہ رائے پسند آئی ہارون کی وصیت اور اس کے عہد کو پس پشت ڈالا اور بغداد کی جانب کوچ کیا۔

مامون کو مرو میں جب ان حالات کا علم ہوا۔ تو اس نے امراء سے مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں ہم کو کیا کرنا چاہیئے اکثر لوگوں نے یہ رائے دی کہ آپ خود دو ہزار سواروں کو لیکر جائیے اور اس فوج کو واپس لائیے

لیکن فضل بن سہل نے جو اس کے دربار میں سب سے زیادہ قدر اور مرتبہ رکھتا تھا۔ کہا کہ یہ رائے درست نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کسی معتبر اور زبان آور شخص کو خط دیکر بھیجیں جو ان کو خلیفۂ سابق کا عہد یاد دلاکر سمجھائے اور واپس لائے مامون نے خط اور قاصد بھیجا وہ نیشاپور میں اس فوج سے آکر ملا، لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور فضل بن ربیع سب کو ساتھ لئے ہوئے بغداد چلا گیا۔

مامون اپنی اس قوت کے نکل جانے اور فضل کی اس مخالفت کی وجہ سے بہت مایوس اور غمگین ہوا لیکن فضل بن سہل نے اس کی ہمت کو قوی کیا اور کہا کہ ہم یہاں سب سامان کر لیں گے۔ مامون نے تمام کاروبار اسی کے متعلق کر دیا۔

ابن سہل کے مشورہ سے مامون نے سب سے پہلے مرو کے فقہار اور قضاۃ کو بلایا۔ اور ان کو حکم دیا کہ انصاف کے ساتھ بلا رو رعایت رعایا کے معاملات اور مقدمات کو طے کیا کریں۔ ان میں بیٹھیں، سب کے حق کا خیال رکھیں اور احیائے سنت کریں۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ جمہور پر اثر پڑے اور ان کی ہمدردی حاصل ہو جائے۔

مامون نے شاہی فوج کے چلے جانے پر بھی امین کے پاس سلسلہ وار خطوط اور ہدیے بھیجنے شروع کئے اور کسی قسم کے غم و غصہ کا اظہار نہیں کیا۔

تاکہ اس کے دل میں مخالفت کا شک پیدا نہ ہو۔ امین بھی اس سے خوش تھا۔
فضل بن ربیع کو اپنی اس کارروائی کی وجہ سے یہ خطرہ ہو گیا تھا کہ
اگر خلافت کسی دن مامون کے ہاتھ میں آگئی تو میرا کہیں ٹھکانہ نہ رہے گا اس
لئے اس نے یہ کوشش شروع کی بلکہ امین۔ مامون اور موتمن دونوں کو ولیعہدی
سے نکال کر اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد کر دے۔ ہر چند امین کی یہ مرضی نہیں
تھی اور وہ چاہتا تھا کہ باپ کے عہد کو پورا کرے لیکن فضل اور اس کی
جماعت کی کوشش سے جس میں زبیدہ بھی شریک تھی وہ اس بات پر راضی ہو گیا۔
پہلے اس نے موتمن کو اس ولایت سے معزول کر کے جس پر اس کو ہارون مقرر
کر گیا تھا۔ بغداد میں بلایا۔ پھر خراسان میں مامون کے بعد عباس بن
موسیٰ بن عیسےٰ کو ایک وفد کے ساتھ بھیجا کہ وہ ولیعہدی میں موسیٰ بن
امین کی تقدیم پر راضی ہو جائے مامون نے انکار کیا اور عباس مذکور
کو امیدیں دلا کر اپنا طرفدار بنا لیا۔ چنانچہ بغداد میں آنے کے بعد وہ یہاں
کی کل خبریں مامون کو مخفی طور پر بھیجا کرتا تھا۔ اور اس کو مشورے بھی دیتا تھا۔
امین نے مامون کے انکار کے باوجود اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد بنا دیا
اور تمام صوبوں میں فرمان بھیج دیا کہ منبروں پر خلیفہ کے نام کے بعد اسی کا
نام لیا جایا کرے۔ اور مامون اور موتمن کے نام خطبوں سے خارج کر دیئے
جائیں۔ حج کے موسم میں ایک امیر کو مکہ کو بھیج کر اہل حرم سے موسیٰ کی ولیعہدی

کی بیعت لی۔ اور وہ عہد نامے جو ہارون نے لکھوا کر خانہ کعبہ میں رکھے تھے منگا کر چاک کر دیئے۔

مامون کو جب یہ خبریں ملیں۔ تو اس نے مقابلہ کی تیاری شروع کی اور خراسان کے ان تمام راستوں پر جو مغرب سے آتے تھے ناکہ بندی کے لئے محافظ متعین کر دیئے جو کسی مسافر یا تاجر کو بلا تفتیش گزرنے نہیں دیتے تھے تاکہ یہاں کی کسی قسم کی خبر دار الخلافہ نہ پہنچے۔ اور نہ وہاں کے امراء کی کوئی سازش یہاں پھیل سکے۔ چنانچہ فضل بن ربیع نے جتنے خطوط اور قاصد خراسان روانہ کیئے سب واپس آ گئے اور اس کی کسی قسم کی کارروائی مامون کے خلاف وہاں نہیں چل سکی۔

مامون نے ایک لشکر گراں اپنے غلام طاہر بن حسین کی قیادت میں مرو سے رے کی طرف روانہ کیا اس نے وہاں پہنچکر ہر طرف طلائے اور جاسوس بھیجے۔

بغداد میں فضل بن ربیع نے مامون کے مقابلہ کے لئے چالیس ہزار فوج تیار کی علی بن عیسے بن ماہان کو جبل۔ نہاوند۔ ہمدان، قم اور اصفہان کی ولایت کا فرمان دیکر اس لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ اور وسط جمادی الثانی ۱۹۵ھ میں اس کو روانہ کیا۔ زبیدہ خاتون کے مشورہ سے چاندی کی ایک زنجیر بھی اس کو دی۔ کہ اس میں مقید کر کے مامون کو لانا۔

علی بن عیسٰے پہلے خراسان کا امیر رہ چکا تھا اور اس کے مظالم کی داستانیں وہاں مشہور تھیں اہل خراسان نے جو طاہر کے ساتھ تھے جب یہ سنا کہ وہ اپنی ولایت کا فرمان لے کر ہم سے لڑنے کے لئے آرہا ہے تو اس کی آتش حمیت بھڑک اٹھی۔ نہایت جوش کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور کہنے لگے کہ مامون جیسے عادل امیر کے ہوتے ہوئے ہم اس ظالم کو کبھی یہاں آنے نہیں دیں گے۔

مغرور علی بن عیسٰے نے جب سنا کہ مامون کی فوجوں کو طاہر لے کر آیا ہے تو بہت ہنسا اور کہا کہ طاہر کو کیا خبر کہ جنگ کیا چیز ہے۔ غلام اور لشکرکشی دیکھنا جب ہمدان سے آگے بڑھیں گے وہ ہمارے آنے کی خبر سنکر اس طرح بھاگ جائے گا جس طرح لومڑی شیر سے بھاگتی ہے اور اگر رہ گیا تو پہلی تلوار اسی پر پڑے گی۔

جب رے کے متصل پہنچ گیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ اب ہم دشمن کے قریب ہیں بہتر یہ ہے کہ طلائے ادھر ادھر بھیجے جائیں۔ جاسوس متعین کر دیئے جائیں اور کوئی مقام تلاش کریں جو فوج کے قیام کے لئے موزوں ہو اس کے ارد گرد خندق کھود کر اس کو محفوظ بنا لیں۔ تاکہ فوج اطمینان کے ساتھ اس میں ٹھہر سکے۔

علی بن عیسٰے نے کہا کہ یہ سب سامان سپہ سالاروں کے مقابلہ میں

کئے جاتے ہیں۔ طاہر کے لئے ان میں سے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ ہمارے خوف سے یا تو بھاگ جائے گا یا قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے گا۔ پھر ہم ایسا سخت محاصرہ کریں گے کہ خود وہیں کے لوگ اس کا کام تمام کر دیں گے۔ ہم کو تکلیف کرنے کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔

یحییٰ بن علی کی فوج نے کہا کہ دشمن کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اگر جنگی اصول پر فوج کی حفاظت کا سامان نہ کیا گیا تو مجھے شب خون کا ڈر ہے بیشتر ایک چنگاری سے شعلے بھڑکتے ہیں اور ایک رخنہ سے سیلاب آ جاتا ہے طاہر کو اگر بھاگنا ہوتا تو اب تک وہ یہاں پڑا نہ رہتا۔

علی نے کہا کہ طاہر جیسے لوگ ہمارا کیا کر سکتے ہیں ایسے غلاموں سے ہم نہیں ڈرتے۔

ادھر طاہر امرائے فوج کے متفقہ مشورہ سے اپنا لشکر لے کر رے سے نکلا اور پانچ میل فاصلہ پر قیام کیا وہاں اس نے اس کو مرتب کیا۔ ایک ایک دستہ کے ساز وسامان کو دیکھا۔ اور سب کو ٹھیک کیا۔

فریقین کا جب مقابلہ ہوا تو پہلے طاہر کے میمنہ نے شکست کھائی۔ اس نے اس کو قلب کی طرف ہٹا لیا۔ پھر میسرہ کے قدم بھی اکھڑنے لگے یہ دیکھ کر اس نے بغدادیوں کے قلب پر بے جگری کے ساتھ حملہ کیا۔ اور توڑ دیا۔ جتنے علم تھے سب چھین لئے۔ علی بن عیسےٰ تیر کے زخم سے ہلاک

ہوا۔ اور اس کی فوج شکست کھا گئی۔

طاہر نے اعلان کرا دیا کہ جو شخص اپنے ہتھیار رکھ دے اس کو امان ہے بغدادیوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور گھوڑے سے اتر پڑے طاہر رے میں آ گیا اور مرو میں فتحنامہ بھیجا کہ۔

بغدادی فوج میری ماتحتی میں ہے اور علی بن عیسےٰ کا سر میرے سامنے ہے۔

یہ خط جس وقت فضل بن سہل کو ملا۔ اسی وقت پہنچکر اس نے مامون کو خوشخبری دی۔ اور خلافت کا سلام کیا۔ پھر طاہر کی مدد کے لئے اور فوجیں روانہ کیں۔

بغداد میں خلافت توقع جب اس شکست کی اطلاع پہنچی تو دربار میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ فضل بن ربیع نے بیس ہزار فوج عبدالرحمٰن بن جبلہ انبادی کی ماتحتی میں طاہر کے مقابلہ کے لئے بھیجی۔ ہمدان کے متصل معرکہ پیش آیا۔ عبدالرحمن شکست کھا کر قلعہ گیر ہو گیا۔ جب فوج کی حالت کچھ ٹھیک ہو گئی تو پھر نکلکر میدان میں آیا۔ لیکن دوبارہ شکست کھائی مجبوراً طاہر سے امان مانگی اس نے منظور کر لی۔

اب فضل بن ربیع خوف زدہ ہو گیا۔ لیکن پھر کوشش کر کے اس نے بیس ہزار سپاہی احمد بن مزید کی سرکردگی میں بھیجے اس کے بعد بیس ہزار اور

عبد اللہ بن حمید بن قحطبہ کی ماتحتی میں اس کی کمک کے لئے روانہ کئے گئے۔ یہ دونوں فوجیں حلوان کے متصل خانقین میں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے خیمہ زن ہوئیں۔ طاہر کے جاسوس بھی ان میں جا کر مل گئے اور کچھ اس طرح کی تدبیریں کیں جن کی وجہ سے یہ دونوں فوجیں خود آپس میں لڑیں اور طاہر کا مقابلہ کئے بغیر بغداد کو واپس چلی گئیں۔

مامون نے طاہر کی جگہ پر حلوان میں ہرثمہ بن اعین کو متعین کیا اور طاہر کو لکھا کہ تم اپنی فوجیں لئے ہوئے اہواز کی طرف چلے جاؤ تاکہ بغداد پر دونوں طرف سے حملہ ہو سکے۔ اس حکم کے مطابق طاہر اہواز کی طرف بڑھا وہاں کے عامل محمد بن یزید مہلبی نے لشکر کشی آرائی کی۔ لیکن ہزیمت اٹھا کر بھاگا۔ طاہر نے وہاں قبضہ کیا۔ اور فارس سے لیکر یمامہ اور بحرین تک اپنے عمال مقرر کئے۔

طاہر کی طاقت اور شوکت اس قدر بڑھ گئی تھی اور فتوحات کی وجہ سے اس کا نام ایسا ہیبت ناک ہو گیا تھا کہ جس طرف وہ رخ کرتا تھا امراء اور عمال خلافت اس کا نام سنتے ہی اس جگہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے چنانچہ جب وہ اہواز سے واسط کی طرف روانہ ہوا تو وہاں کے امیر نے بھاگنے کی تیاری کی۔ کسی نے کہا کہ آپ کو بھاگنا نہیں چاہیئے۔ اس نے کہا کہ جانتے ہو کون آرہا ہے! طاہر!!! اس سے بھاگنے میں کوئی عار نہیں ہے۔

طاہر نے واسط سے ایک دستہ فوج کوفہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے

امیر عباس بن موسیٰ ہادی نے امین کی بیعت کو فسخ کر کے مامون کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ نیز منصور بن مہدی اور امیر بصرہ نے بھی یہی کیا۔ یہ سب واقعات سنہ ۱۹۶ھ میں ہوئے۔

امین کی طرف سے حجاز کا عامل داؤد بن عیسیٰ تھا۔ جب امین نے وہاں سے مامون اور موتمن کے ولیعہدی کے فرمان کو منگا کر پھاڑ ڈالا تو داؤد نے ۲۷ رجب سنہ ۱۹۶ھ میں اہل قریش۔ علماء فقہاء اور حجاب کعبہ کو جمع کر کے کہا کہ ہارون الرشید نے عہد ولایت کو اس مقدس گھر میں بطور امانت کے حفاظت کے لئے رکھا تھا اور اس پر ہم لوگوں کو گواہ بنایا تھا اور عہد لیا تھا کہ اگر اس کی خلاف ورزی ہو تو تم لوگ مظلوم کا ساتھ دینا۔ لہٰذا امین نے چونکہ ظلم کیا اور عہد شکنی کی اس لئے ہم لوگوں کو مامون کا ساتھ دینا چاہیئے۔ حاضرین نے اس کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور امین کو خلافت سے معزول کر کے مامون کی خلافت پر بیعت کی، اہل مدینہ نے بھی یہی کیا۔ اس کے بعد داؤد حجاز سے مرو میں جا کر مامون سے ملا۔ اور اس کو یہ کیفیت سنائی اس نے ان متبرک مقامات کی بیعت کو اپنے لئے فال نیک سمجھا اور خوش ہوا داؤد کو بدستور وہاں کی امارت کا فرمان دیکر رخصت کیا۔ اور اہل حرمین کے نام خط لکھکر دیا جس میں ان کو بہت کچھ بہتری کی امید دلائی راستہ میں داؤد طاہر سے بھی ملا۔ اس نے یزید بن جریر قسری کو یمن کا امیر مقرر کر کے اس کے ساتھ

کر دیا۔ وہ جس وقت یمن میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے بھی مامون کی خلافت پر بیعت کرلی۔

بغداد میں اس اثنا میں یہ واقعہ ہوا کہ امین نے عبد الملک بن صالح کو جس کو ہارون قید میں چھوڑ گیا تھا۔ رہا کیا۔ اور اس سے یہ خواہش کی کہ وہ جن فوجوں کا سپہ سالار تھا ان کو لیکر میری امداد کیے اس کے پاس جس وقت فوجوں کا اجتماع ہوا اس وقت شامیوں اور ان خراسانیوں میں جو اس میں شامل تھے قومی عصبیت پر جھگڑا ہو گیا اس وجہ سے اہل شام اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے ملک کی طرف چلے گئے۔ عجمی فوج کا سرغنہ حسین بن علی بن عیسیٰ تھا۔ وہ ان کو لے کر بغداد میں آیا۔ اور ۱۱ رجب ۱۹۶ھ کو وہاں امین کی معزولی اور مامون کی خلافت کا اعلان کر کے قصر خلافت میں جا کر اس کو گرفتار کر لیا۔

محمد بن ابی خالد نے اہل بغداد سے کہا کہ حسین کہاں سے ہمارا امیر ہو گیا اور اس کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ خلیفہ کو معزول کر دے چنانچہ رؤسا اور امرا اور خاص کر اسد حربی نے امین کو قید سے چھڑا کر پھر تخت پر بٹھلایا۔ اور حسین کو گرفتار کر کے اس کے سامنے لے گئے خلیفہ نے اس کو ملامت کی اور کہا کہ میں نے تمہارے باپ اور خود تمہارے اوپر جو احسانات کئے ہیں کیا ان کا بدلہ یہی تھا۔ اس کے بعد اس کے قصور کو معاف کر دیا لیکن اس سے

کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کیونکہ حسین نے پھر بغداد سے بھاگنے کی کوشش کی لوگوں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور قتل کر ڈالا۔

ادھر تو یہ شورشیں تھیں ادھر مامون کی فوج نہایت مطمئن اور ساز وسامان سے درست تھی۔ طاہر اور ہرثمہ دونوں نے پوری تیاری کر کے دونوں سمت سے آکر بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ طاہر خود باب انبار کے سامنے بستان میں اترا ہرثمہ کو نہر بین پر متعین کیا۔ عبداللہ بن وضاح کو شماسیہ کی طرف اور مسیب بن زہیر کو قصر کلواذی کی جانب ہر سمت سے منجنیق اور قلعہ شکن آلات نصب کرائے اور شہر پر پتھر برسانے شروع کئے جس سے بیشتر عمارتیں خراب ہو گئیں۔ اور اہل شہر شدت محاصرہ سے تنگ آ گئے۔

امین کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ اس نے اپنے آرائشی ساز وسامان سونے چاندی کے برتن یہاں تک کہ تمام جواہرات اور زیورات بیچ کر فوج کے مصارف میں لگا دیئے۔ اپنی امداد کے لئے شہر کے اوباشوں کو جمع کیا اور قید خانوں سے قیدیوں کو نکالا لیکن ان سے بغداد والوں پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ محاصرہ کی مصیبت سے کہیں زائد تھی۔ کیونکہ ان لوگوں نے قوت پا کر علانیہ لوٹ مار اور غارتگری شروع کر دی۔

امین نے مجبور ہو کر ہرثمہ سے اپنی جان کی امان طلب کی اس نے منظور کر لیا۔ لیکن طاہر کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے امان مسترد کر دی امین

نے اپنے درباریوں کے مشورہ سے یہ کوشش شروع کی کہ مخفی طور پر ہرثمہ کے پاس پہنچکر اس کی حمایت میں آجائے۔ ہرثمہ بھی اس پر راضی تھا۔ چنانچہ وہ اس کے لینے کے لئے قصر خلافت کے قریب کشتی میں بیٹھکر رات کو گیا لیکن طاہر اس سازش سے غافل نہیں تھا اس نے بھی اپنے آدمی وہاں بھیج دیئے۔ امین جس وقت قصر سے نکلکر کشتی میں سوار ہوا۔ ان لوگوں نے اس پر تیر برسائے۔ اور پتھر پھینکے۔ یہاں تک کہ وہ کشتی ڈوب گئی۔ ہرثمہ کو اس کے ساتھیوں نے نکالا۔ امین پانی میں تیرنے لگا۔ اس کو طاہر کے سپاہیوں نے پکڑ لیا اور اس کے حکم سے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ میں ہوا۔

طاہر نے مامون کو فتحنامہ لکھا۔ اور بغداد کی پوری کیفیت سے اس کو مطلع کیا نیز وہ وجوہات بھی لکھے جن کی بنا پر امین کا قتل ناگزیر تھا۔

جمعہ کے دن طاہر بغداد میں داخل ہوا۔ نماز پڑھائی۔ خطبہ میں اہل بغداد کو امان عام دی اور اطمینان دلایا پھر تاکید کی کہ وہ فتنہ اور فساد سے باز رہیں اور سرکشی نہ کریں۔

اس طرح پر اس عظیم الشان فتنہ کے پہلے حصہ کا خاتمہ ہوا جس میں بلا کسی فائدہ کے امت کے بہت سے افراد غارت اور برباد ہو گئے۔

اس تفریق اور خونریزی کی ذمہ داری سب سے پہلے ہارون الرشید پر اور پھر اس کے بعد وزیر فضل بن ربیع کی گردن پر ہے۔

ہارون نے پہلی غلطی یہ کی کہ اپنے بعد امین کو ولیعہد بنایا۔ جو عقل، علم نیز سن میں بھی مامون سے کم تھا۔ مامون کے مقابلہ میں اس میں کوئی خصوصیت بجز اس کے نہیں تھی کہ وہ زبیدہ کے شکم سے تھا۔ جو ملکہ تھی اور یہ اگر ترجیح کا سبب ہو سکتا ہے تو صرف نادانوں اور خواہش پرستوں کے نزدیک نہ کہ عقلا کی نظر میں۔

پھر جب اس کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا تو اس نے اس کا تدارک یہ کیا کہ امین کے بعد مامون کو بھی ولیعہد کر دیا۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اس کو ہر قسم کے امتیازات عطا کر کے رہے اور خراسان کا مستقل فرماں روا بنا دیا اور یہ نہیں خیال کیا کہ جس قدر امتیازات زیادہ ہوں گے اسی قدر مشکلات اور اسباب فساد میں زیادتی ہوگی۔ امین اور مامون میں باہم منافست قائم تھی اور ہر ایک کے پاس ایک ہم خیال جماعت اور ایک فوجی قوت بھی تھی۔ مبصرین ہارون کی زندگی ہی میں اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اس کی موت کے بعد ان دونوں بھائیوں میں صفائی نہیں رہ سکتی۔

ہارون سے تیسری غلطی یہ ہوئی کہ اس نے اپنے تیسرے بیٹے موتمن کو بھی مامون کے بعد ولیعہد بنایا۔ اور اس کو جزیرہ و آرمینیہ میں وہی سارے امتیازات عطا کئے جو مامون کو خراسان میں بخشے تھے۔ خلیفہ ہو جانے

کے بعد امین کو جس امر نے سب سے زیادہ نقض عہد پر آمادہ کیا وہ یہی تھا۔ کہ اس نے دیکھا کہ اس کے دونوں بازو کٹے ہوئے ہیں اور اسلامی ممالک کے دو عظیم الشان حصوں میں جو سب سے بڑے فوجی مرکز ہیں اس کا کوئی اقتدار نہیں۔

چوتھی غلطی ہارون کی یہ ہے کہ اس نے اپنے وزیر فضل بن ربیع کو مطلق نہیں پہچانا اور اس کی باتوں پر اعتماد کیا۔ حالانکہ یہ شخص غماز۔ حاسد اور فتنہ پرداز تھا۔ اسی کی سازشوں سے برامکہ برباد ہوئے اور خلافت ان کی مدبرانہ خدمات سے محروم ہوئی پھر امین کے زمانہ میں بھی یہ اپنی عادت سے باز نہ آیا۔ اور اس کو عہد شکنی پر آمادہ کر کے مامون اور موتمن کو ولیعہدی سے معزول کرایا۔ اور جب فتنہ بڑھ گیا اور بغداد کا محاصرہ ہوا تو آخری وقت میں اس کی کچھ بھی مدد نہ کی اور روپوش ہو گیا۔

ان سب وجوہات کے علاوہ خلفائے عباسیہ کی روایات بھی عہد شکنی میں بے اثر نہ تھیں۔ ان میں سے جو شخص بھی خلیفہ ہو گیا اس نے اپنے بھائیوں کو ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنانا چاہا۔ خود ہارون کو یہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا کہ ہادی اس کو محروم کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد کرنا چاہتا تھا۔ حالانکہ ہارون کو کچھ خاص امتیازات بھی حاصل نہ تھے ایسی حالت میں پختہ سے پختہ عہد کر کے اس کو خانہ کعبہ میں امانت رکھ کے اور اہل حرم اور اللہ اور رسول کو گواہ کر کے بھی اس کو مطمئن نہیں ہونا

چاہیئے تھا اور گزشتہ واقعات سے عبرت پکڑنی چاہیئے تھی۔

صفات امین

امین جس وقت خلیفہ ہوا اپنے عیش کے سامان میں معروف ہوگیا۔ لہو ولعب غنا اور نبیذ بھی اس کی دلچسپی کی چیزیں تھیں۔ اطراف ملک سے اسی تماش کے لوگوں کو جمع کر کے اپنے ہمنشینوں میں شامل کیا۔ اور ان کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں خزانہ کے جواہر لونڈیوں اور خواجہ سراؤں میں تقسیم کر دیئے اور اپنے لئے نئے نئے قصور اور محلات تعمیر کرائے جا بجا سے طرح طرح کے جانور اور پرند منگائے ہاتھی۔ گھوڑے۔ عقاب اور سانپ کی صورت کی پانچ کشتیاں بنوائیں کہ ان کے اوپر سوار ہو کر دجلہ میں تفریح کرے

ان مشاغل میں خلافت کا کام بالکل چھوڑ دیا۔ دربار میں آنا بھی بند کر دیا۔ پھر فضل بن ربیع وغیرہ کے اغوا سے عہد ولایت کو خانہ کعبہ سے منگوا کر چاک کر ڈالا۔ اور اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد بنایا۔ عہد اور کعبہ کی اس بے حرمتی کو دیکھکر جمہور اس سے برگشتہ ہو گئے اور اکثروں نے مامون کا ساتھ دیا۔

امین اور نیز فضل بن ربیع نے اپنے آپ کو ان دشوار گزار راستوں میں ڈال دینے کے بعد بھی دانشمندی اور دور اندیشی سے کام نہیں لیا۔ اور مامون کے مقابلہ کے لئے علی بن عیسےٰ کو بھیجا جس کے مظالم کی وجہ

سے اہل خراسان پہلے ہی سے اس کے دشمن تھے چنانچہ انھوں نے نہایت
جوش کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس پر غالب آئے۔

پھر محاصرہ بغداد کے زمانہ میں قیدیوں اور اوباشوں سے مدد لے
کر اپنی نادانی کا پورا ثبوت دیدیا۔ اس شورش اور خلفشار کے زمانہ میں
بھی امین برابر اپنے لہو ولعب میں مشغول رہا۔ بخلاف اس کے مرو میں مامون
کی محفل میں علماء اور فقہاء اور ارباب عقل کا مجمع رہتا تھا۔ اور وہ ان
سے ہر قسم کے سیاسی اور علمی امور میں گفتگو کرتا تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ جمہور
اس کے اسی قدر گرویدہ ہو گئے جس قدر کہ امین سے متنفر تھے۔ حالانکہ امین
اس خصوصیت میں تمام خلفاء عباسیہ میں ممتاز تھا کہ باپ اور ماں
دونوں کی طرف سے ہاشمی تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عزت اور مقبولیت
کا دار ومدار انسان کے عمل پر ہے نہ کہ نسب پر۔

امین کی مدت خلافت تین سال آٹھ مہینے رہی۔

(۷) مامون

عبداللہ المامون بن ہارون الرشید اس کی والدہ جس کا نام مراجل تھا۔ ام ولد تھی۔

مامون کی ولادت سنہ ۱۷۰ھ میں اسی دن ہوئی جس دن ہارون خلیفہ ہوا۔ جب اس کا سن تیرہ سال کا ہوا تو اس نے امین کے بعد اس کی ولیعہدی کا فرمان لکھا اور خراسان کا اس کو مستقل امیر بنا دیا۔ جعفر بن یحییٰ برمکی اس کا اتالیق اور کارپرداز تھا۔

ہارون کی وفات کے بعد امین نے خلیفہ ہو کر اپنے بیٹے موسیٰ کو اس کے اوپر ولیعہدی میں مقدم کرنا چاہا۔ مامون نے اس کی مخالفت کی جس کی وجہ سے دونوں بھائیوں میں وہ خونریز لڑائیاں پیش آئیں جن کی مفصل کیفیت ہم امین کے حال میں لکھ چکے ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵ محرم سنہ ۱۹۸ھ مطابق ۵ ستمبر سنہ ۸۱۳ء کو امین بغداد میں مقتول ہوا۔ اور مامون کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ مامون مرو میں تھا۔

اس کا وزیر فضل بن سہل جو عجمی نژاد تھا بوجہ اپنے اس کارنامے کے اس کے اوپر حاوی ہو گیا اور یہ چاہا کہ بجائے بغداد کے مرد کو دارالخلافہ بنا کر مامون کو وہیں اپنے قبضہ میں رکھے اور امور خلافت کو اپنے ہاتھ سے نکلنے نہ دے لیکن طاہر اور ہرثمہ جیسے زبردست سپہ سالاروں کے عراق میں موجود ہوتے ہوئے جو مامون کے حقیقی خیر خواہ تھے۔ فضل کی یہ آرزو پوری نہیں ہو سکتی تھی اس لئے مامون کی طرف سے دو فرمان بھیجے پہلا فرمان طاہر کے نام تھا کہ تم کو موصل اور جزیرہ کی ولایت دی جاتی ہے۔ تم رقہ میں پہنچکر نصر بن شبث کا مقابلہ کرو۔ اوران ممالک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لو طاہر کو اس حکم کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لئے وہ بغداد کو چھوڑ کر رقہ کی طرف چلا گیا۔ اس کی بجائے فضل بن سہل نے اپنے حقیقی بھائی حسن بن سہل کو جبال۔ فارس۔ اہواز۔ بصرہ۔ کوفہ۔ حجاز۔ اور یمن کا والی عام مقرر کر کے بھیج دیا۔

دوسرا فرمان ہرثمہ کے نام تھا کہ تم خراسان میں آؤ وہ حسب الحکم بغداد کو چھوڑ کر مشرق کی طرف روانہ ہو گیا۔

شورش عراق

اہل عراق ہمیشہ سے قوت کے غلام رہے ہیں امین اور مامون کی باہمی کشمکش میں وہاں جو خلفشار پیدا ہو گیا تھا اس کے بعد یہ ضروری تھا کہ طاہر اور ہرثمہ کچھ دنوں کے لئے

وہاں رہتے۔ تاکہ سکون واطمینان پیدا ہو جاتا۔ لیکن دفعتاً ان دونوں کی روانگی سے پھر وہاں اضطراب پیدا ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ عام طور پر یہ بات مشہور ہو گئی کہ فضل نے خلیفہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اس کو کسی سے یہاں تک کہ شاہی خاندان کے لوگوں سے بھی ملنے نہیں دیتا اور امور خلافت کو اپنی خواہش کے مطابق خود طے کرتا ہے اس بنیاد پر اعیان بنی عباس اور رؤسا عراق فضل کے دشمن ہو گئے۔ اور انھوں نے اس کے بھائی حسن بن سہل کی بھی جو وہاں کا امیر ہو کر گیا تھا۔ مخالفت کی۔

علویہ

حضرت علی کی اولاد اس موقع کو دیکھکر جابجا شورش پر آمادہ ہو گئی پہلا فتنہ یہ اٹھا کہ کوفہ میں محمد بن ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب نے جو ابن طبا طبا کے نام سے مشہور تھے ایک جماعت کے ساتھ اپنی امامت کا اعلان کیا۔ ان کی حمایت کے لئے ایک نامور شخص ابو السرایا بن منصور شیبانی جو ہرثمہ بن اعین کے ساتھیوں میں سے تھا کھڑا ہو گیا۔ محمد نے کوفہ کے عامل سلیمان بن ابی جعفر المنصور کو نکال کر وہاں اپنا تسلط جمایا۔ حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کے ساتھ دس ہزار فوج بھیجی ابو السرایا نے اس کو شکست دیدی اور اس کا سارا ساز و سامان لوٹ لیا۔

اس فتح کے دوسرے دن یکم رجب ۱۹۹ھ کو ابن طبا طبا اچانک انتقال کر گئے ابو السرایا نے ان کی جگہ پر محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسین کو

جو نہایت کمسن تھے امام بنالیا اور سارے کام خود کرنے لگا۔ حسن بن سہل نے عبدوس بن محمد بن خالد مرورودی کی ماتحتی میں پھر چار ہزار فوج بھیجی۔ ۱۷ رجب کو ابوالسرایا سے مقابلہ ہوا۔ اس نے اس میں سے ایک آدمی کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ اب اس کی قوت بہت بڑھ گئی۔ اور علوی جابجا پھیل گئے۔ اور انھوں نے غلبہ حاصل کرلیا۔

ابوالسرایا نے امامت کے استقلال کے سامان فراہم کرنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ اس نے کوفہ میں ٹکسال بھی قائم کردی۔

حسن بن سہل نے جب دیکھا کہ اس کے جو سردار فوج لے کر جاتے ہیں وہ شکست کھاجاتے ہیں تو اس نے مجبوراً ہرثمہ کے پاس جو خراسان کی طرف روانہ ہوچکا تھا قاصد بھیجا کہ واپس آؤ بلا تمہارے یہ مہم سر نہیں ہوسکتی۔ وہ چونکہ فضل اور حسن دونوں بھائیوں سے رنجیدہ تھا اور مامون کو اس حقیقت سے مطلع کرنے کے لئے جارہا تھا کہ انھیں دونوں کا امورِ خلافت پر غلبہ ان شورشوں کا اصلی باعث ہے اس لئے واپسی سے انکار کیا۔ حسن نے دوبارہ قاصد بھیجا۔ اور نہایت منت سماجت کی کہ جس طرح تم ہوسکے آؤ ورنہ بنی عباس کے ہاتھ سے خلافت نکل جانے کا خطرہ ہے اب ہرثمہ پلٹا پہلے فوج لے کر مدائن کی طرف گیا وہاں سے ابوالسرایا کے عامل کو نکال کر قبضہ کیا۔ پھر کوفہ کی جانب بڑھا۔ قصر ابن ہبیرہ کے متصل ابوالسرایا نے

شکست کھائی۔ اور علوئین کو لئے ہوئے قادسیہ کی طرف چلا گیا۔ ہرثمہ کوفہ میں داخل ہوا وہاں کے لوگوں کو امان دی کسی سے کچھ تعرض نہیں کیا۔ اور اسی روز نکلکر ابو السرایا کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ وہ قادسیہ چھوڑکر سوس کی طرف بھاگا۔ خارس کا عامل اس وقت حسن بن علی بادغیسی تھا اس نے اس کا راستہ روکا۔ ابو السرایا نے اس کے ساتھ جنگ کی۔ لیکن زخمی ہو گیا۔ اور بھاگ کر جزیرہ کے ایک مقام راس العین کی جانب چلا۔ راستہ میں پکڑا گیا۔ حسن بن سہل نے جو نہروان میں مقیم تھا۔ اس کو قتل کرکے اس کے جسم کو بغداد میں بھیج دیا گیا جہاں وہ سولی پر لٹکا دیا گیا اس فتنہ کا کل زمانہ دس مہینے تھا۔

حسن بن سہل نے پھر بصرہ میں فوج بھیجی یہاں ابو السرایا کی طرف سے امام موسیٰ کاظم کے بیٹے زید عامل تھے۔ انھوں نے اس قدر آدمیوں کو آگ میں جلا کر سزائیں دی تھیں کہ ان کا لقب زید النار مشہور ہو گیا۔ وہ گرفتار ہوئے لیکن ان کی جاں بخشی کی گئی۔ اس فتنہ میں علویہ نے جس قدر ظلم وستم کئے وہ ان کی نہایت بدترین یادگار ہے۔

فتنۂ مکہ ابو السرایا نے مکہ میں حسین بن حسن بن علی بن حسین کو والی بنا کر بھیجا تھا۔ خلافت کی طرف سے یہاں کا والی داؤد بن عیسےٰ بن موسیٰ عباسی تھا۔ اس نے جب سنا کہ حسینی آرہے ہیں تو جنگ

کو حرم کی عزت کے منافی سمجھا اور مکہ چھوڑ کر چلا گیا۔ حسین عرفہ کے دن مغرب کے قبل مکہ میں داخل ہوئے ابوالسرایا نے کعبہ کے لئے باریک ریشمی غلاف ان کے ہاتھ بھیجا تھا۔ انھوں نے مقام ابراہیم میں بیٹھکر حکم دیا کہ ظالم عباسیوں کا دیا ہوا لباس کعبہ کا اتار دو اور ابوالسرایا داعی آل محمد کا متبرک غلاف اس پر چڑھاؤ۔ انھوں نے ازراہ حرص کعبہ کے خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے ستونوں میں بھی جس قدر چاندی یا سونا لگایا گیا تھا۔ اس کو نکلوا لیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی مالیت بہت حقیر ہے۔ اس کے لئے ان ستونوں کو خراب نہ کریں لیکن انھوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ یہاں تک کہ چاہ زمزم کے گرد جو لوہے کے جنگلے اور ساج کے ستون لگے ہوئے تھے ان کو بھی نکلوا کر فروخت کر دیا۔

جس شخص کے بارے میں سنتے کہ اس کے پاس آل عباس کی کوئی امانت ہے اس کا سارا مال ضبط کر لیتے۔ اور سخت سزائیں دیکر جرمانے وصول کرتے۔ ایک گھر دارالعذاب کے نام سے لوگوں کو سزا دینے کے لئے مخصوص کیا تھا جس میں طرح طرح کے عذاب دیئے جاتے تھے۔ اور سختیاں کر کر کے لوگوں سے ان کے مال چھینے جاتے تھے۔ اس خوف سے مکہ کے اکثر باشندے اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

علویین کا یہ ظلم و ستم مکہ میں برابر جاری رہا۔ جب انھوں نے ابوالسرایا کے قتل کی خبر سنی اور ان کو معلوم ہوا کہ ان کے جتنے ہم خاندان تھے وہ

سب کے سب بصرہ اور کوفہ سے نکال دیئے گئے تو انھوں نے مجتمع ہو کر امام جعفر صادق کے بیٹے محمد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ان کو امیر المومنین کا لقب دیا۔ لیکن وہ محض نام کے لئے امیر بنائے گئے۔ اختیارات تمام ان کے بیٹے علی اور خود یمین کے ہاتھوں میں تھے ان دونوں نے مکہ والوں پر نہایت سخت مظالم توڑے اور مال سے گزر کر ان کی آبرو پر بھی دست درازی شروع کی۔

اہل حرم کو اس ظلم و ستم سے بچانے کے لئے اسحٰق بن موسیٰ بن عیسٰے یمن سے فوج لے کر آیا۔ علویین نے نکلکر اس کا مقابلہ کیا۔ کئی دن تک جنگ ہوتی رہی۔ اسحٰق نے جب اپنے اندر غلبہ کی طاقت نہ دیکھی تو وہاں سے واپس چلا۔ راستہ میں اس کو ایک دستہ فوج ملا۔ کہ جس کو ہرثمہ نے اہل مکہ کی حمایت کے لئے بھیجا تھا۔ اسحٰق ان کے ساتھ پھر پلٹا۔ اب علویین نے شکست کھائی۔ محمد بن جعفر صادق نے اپنی اور اپنے قبیلہ کی جان کی امان مانگی ان کو تین دن کی مہلت دی گئی کہ وہاں سے نکل جائیں۔

فتنۂ یمن یمن کے عامل اسحٰق بن موسیٰ کے نکلتے ہی امام موسیٰ کاظم کے بیٹے ابراہیم نے وہاں اپنا تسلط جمالیا۔ انھوں نے اس قدر آدمیوں کو قتل کیا۔ کہ اس کا لقب قصاب پڑ گیا۔ سنہ۲۰۲ھ میں انھوں نے اپنی طرف سے بنی عقیل میں سے ایک شخص کو امیر الحج مقرر کیا اور ایک فوج

دے کر اس کو مکہ کی طرف بھیجا۔

ادھر خلافت کی طرف سے اس سال ابو اسحٰق بن رشید امیر الحج مقرر ہوا تھا۔ وہ فوج اور چند آزمودہ کار سپہ سالاروں کو لے کر مکہ پہنچا۔ عقیلی کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ راستہ ہی میں مقام لبستان میں بنی عامر میں ٹھہر گیا۔ اور مکہ کی طرف بڑھنے کی جرأت نہیں کی۔ اس طرف سے زائرین کا ایک قافلہ گزر رہا تھا جن کے ساتھ غلاف کعبہ تھا۔ عقیلی اور اس کے ساتھیوں نے اس کو لوٹ لیا اور غلاف کعبہ بھی چھین لیا۔ اس قافلہ کے کچھ لوگ مکہ پہنچے ابو اسحٰق نے فوراً البستان بنی عامر کی طرف سپاہ روانہ کی۔ عقیلی اور اس کے ساتھی گھر گئے۔ کچھ بھاگے بقیہ گرفتار ہوئے۔ حاجیوں کا سارا مال اور غلاف کعبہ ان سے واپس لیا گیا۔ اور مکہ میں لے جاکر ہر ایک کو ان میں سے دس دس کوڑوں کی سزا دی گئی۔ اور پھر وہ چھوڑ دیئے گئے۔ وہاں سے حاجیوں سے بھیک مانگتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس چلے لیکن ان میں سے اکثر بھوک اور تکلیف سے راستہ ہی میں ہلاک ہو گئے۔

علوئین کا یہ فتنہ ہر جگہ ختم ہو گیا اور یہ سب اس تجربہ کار اور بہادر سپہ سالار کی کوشش سے ہوا جس کا نام ہرثمہ تھا۔

وہ ان تمام مہمات سے فارغ ہو کر پھر خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ مرو میں پہنچکر خلیفہ کو اصل حقیقت سے آگاہ کرے۔ فضل بن سہل نے

مامون کو پہلے ہی سے اس کی طرف سے بدگمان کرنا شروع کیا۔ اور اس کو یقین دلا دیا کہ عراق کی یہ تمام شورشیں خود ہرثمہ کے اشارے سے ہوئی ہیں ابوالسرایا اس کا خاص آدمی تھا۔

مامون نے ہرثمہ کو لکھا کہ میں تم کو شام اور حجاز کا والی مقرر کرتا ہوں تم راستہ سے واپس آجاؤ۔ میرے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن ہرثمہ نے یہ چاہا کہ میں پہلے اس کو پوری کیفیت سے آگاہ کر دوں اس کو یقین تھا کہ خلیفہ میری بات سنے گا اس لئے باوجود اس حکم کے بھی وہ سیدھا مرو میں پہنچا اور اپنے داخلہ کے وقت طبل اور نقارہ بجوایا۔ تاکہ خلیفہ کو اس کی آمد کی اطلاع ہو جائے۔ اور فضل اس کو چھپا نہ سکے۔

ہرثمہ مامون کے دربار میں گیا اور شورش کے اسباب بیان کئے۔ لیکن فضل نے اس کو اس کی طرف سے اس قدر بھڑکا رکھا تھا کہ اس نے مطلق اس کی باتوں پر توجہ نہ کی۔ بلکہ عتاب کیا پٹوایا اور قید کر دیا۔ دربار سے سپاہی اس کو کھینچتے ہوئے مجلس میں لے گئے۔ فضل نے قید خانہ کے ملازموں کے توسط سے اس کو قتل کرا دیا۔ اور مشہور کیا کہ وہ مر گیا۔

بغداد میں جب یہ خبر پہنچی تو وہاں کی فوج نے بغاوت کر دی حسن بن سہل کے عمال کو نکال دیا۔ اور اس کے احکام کی مخالفت کی حسن کے پاس نہ اس قدر طاقت تھی نہ عقل کہ وہ اس کا انسداد کر سکتا۔

اہل بغداد نے مجتمع ہو کر منصور بن مہدی سے درخواست کی کہ وہ اپنی خلافت کی بیعت لے۔ اس نے انکار کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر تم خلیفہ ہونا منظور نہیں کرتے تو مامون ہی خلیفہ رہے۔ اور خطبوں میں اسی کا نام لیا جائے۔ مگر ہماری امارت تم اپنے ہاتھ میں لو۔ حسن بن سہل مجوسی بن مجوسی کی حکومت ہم کو ہرگز گوارا نہیں ہے۔ اس پر وہ راضی ہو گیا لیکن چونکہ وہاں کوئی بڑی طاقت موجود نہیں تھی جو مفسدوں کو دبا سکتی۔ اس لئے لیڑوں اور اوباشوں نے فتنے برپا کرنے شروع کئے۔ چوریاں کرنے اور مکانوں کو لوٹنے لگے۔ شاہراہِ عام پر سے علانیہ لڑکوں اور عورتوں کو پکڑ لے جاتے تھے۔ دیہاتوں میں پہنچکر وہاں کے باشندوں سے جبراً رقمیں وصول کرتے تھے۔

یہ دیکھکر ایک شخص خالد دریوش نامی اس فتنہ کو مٹانے کے لئے آمادہ ہوا۔ اس نے امن پسند لوگوں کی جماعت کو ساتھ لے کر مفسدوں اور اوباشوں کو ان حرکات سے روکنے کی کوشش کی انھوں نے مقابلہ کیا۔ دریوش نے ان کو شکست دی۔ وہ جس کو گرفتار کرتا تھا۔ امیر کے پاس لے جاکر سزائیں دلواتا تھا۔

ایک دوسرا شخص سہل بن سلامہ انصاری بھی اسی طرح مستعد ہو گیا اس نے بھی مفسدوں کو دبایا۔ لیکن اس کا مقصد دریوش سے

مختلف تھا۔ درپوش امن قائم کرنیں حکومت کی امداد کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ اور ابن سلامہ لوگوں سے خود اپنی حمایت کی بیعت لیتا تھا اور کسی کی امارت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔

ادھر دارالخلافہ میں یہ سب واقعات ہو رہے تھے ادھر مامون مرو میں اطمینان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ مرکز خلافت کی کیا کیفیت ہے کیونکہ فضل اس قسم کی اطلاعیں اس کے پاس مطلق نہیں پہنچنے دیتا تھا۔

اسی درمیان میں مامون سے ایک ایسا فعل سرزد ہوا جس سے بغداد میں اور بھی ہیجان پیدا ہو گیا۔ یعنی اس نے شیعہ اثنا عشریہ کے امام ہشتم علی رضا کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ اور ان کو اپنا ولیعہد بنا کر تمام صوبوں میں حکم بھیج دیا کہ سیاہ عباسی شعار کے بدلے سبز علوی شعار اختیار کیا جائے۔

عباسی خاندان کے لوگوں نے مجتمع ہو کر کہا کہ فضل بن سہل یہ چاہتا ہے کہ خلافت کو بنی عباس سے آل علی میں منتقل کر دے۔ ہم ہرگز اس حکم کو نہیں تسلیم کریں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے متفقہ طور پر یکم محرم ۲۰۲ھ کو مامون کی بیعتِ خلافت کو فسخ کر کے اس کے چچا ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنا لیا اس نے حسن بن سہل کے مقابلہ کے لئے فوج تیار کی اور جابجا اپنی طرف سے عمال مقرر کر کے بھیجے۔

مرو میں مامون کو خود امام علی رضا نے اس حال سے آگاہ کیا اس نے کہا کہ فضل نے تو مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ ابراہیم کو اہل بغداد نے اپنا امیر بنا لیا ہے انھوں نے کہا کہ ہرگز نہیں بلکہ خلیفہ بنایا ہے اور اس میں اور حسن بن سہل میں لڑائی جاری ہے۔ فضل نے جو کچھ کہا وہ غلط ہے۔ پھر انھوں نے بغداد کی کل کیفیت مفصل طور پر اس کے سامنے بیان کی۔ اور صاف صاف کہا کہ آپ سے عام مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ فضل اور حسن دونوں آپ کے اور امور خلافت کے اوپر حاوی ہو گئے ہیں۔ اور لوگ اس کو پسند نہیں کرتے۔ اگر آپ ان باتوں کی تصدیق کرنی چاہیں تو فلاں فلاں سرداران فوج سے جو یہاں موجود ہیں کہہ سکتے ہیں۔ مامون نے ان لوگوں کو بلایا۔ اور جان کی امان دے کر اصل حقیقت دریافت کی۔ ان سب نے بلا کم و کاست وہی بیان کیا جو امام علی رضا نے فرمایا تھا اور کہا کہ ہرثمہ کے معاملہ کو بھی فضل نے آپ کو غلط سمجھایا۔ وہ خیر خواہی کی غرض سے آپ کو آگاہ کرنے کی لئے آیا تھا یہی وجہ ہوئی کہ فضل نے مخفی طور پر اس کو قید خانہ میں قتل کرا دیا۔ طاہر بن حسین کو بھی اس نے بددل کیا کہ اس کی عظیم الشان کوششوں اور کارناموں کے بعد اس کو بغداد سے نکال کر رقہ بھیج دیا۔ جہاں وہ بیکار ایک گوشہ میں پڑا ہوا ہے اگر وہ عراق ہوتا تو کسی قسم کی سورش نہ اٹھتی اب مناسب یہ ہے کہ آپ خود اس طرف چلیں تا کہ بنی ہاشم اور بنی عباس نیز امراء فوج کو آپ کو دیکھ کر اطمینان ہو جائے

اور وہ مطیع ہو جائیں یہ سنکر مامون کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے بغداد کی روانگی کا حکم دیا۔

یہ امرا باوجود مامون کے امان کے بھی فضل کی سزا سے نہیں بچ سکتے۔ اس نے ان میں سے کسی کو قید کیا۔ اور کسی کو نکال دیا۔ امام علی رضا نے مامون کو مطلع کیا۔ اس نے کہا کہ میں عنقریب اس کا بندوبست کرتا ہوں۔

شاہی فوج مرو سے سرخس میں پہنچی۔ وہاں ۲ شعبان ۲۰۲ھ کو فضل بن سہل حمام میں نہا رہا تھا کہ یکایک خلیفہ کے چار خادموں نے پہنچکر اس کو قتل کر ڈالا۔ وہ پکڑ کر دربار میں لائے گئے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ خود خلیفہ نے ہم کو قتل کا حکم دیا تھا۔

قرائن سے یہ اندازہ نکالنا غلط نہیں ہے کہ یہ قتل مامون کے اشارے سے ہوا تھا۔ کیونکہ اس نے فضل کے مستبدانہ رویہ کو اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔ اور اس کو یقین ہو گیا تھا کہ جب تک یہ رہے گا اہل بغداد میری اطاعت نہیں کریں گے لیکن باوجود اس کے عجمیوں کے تالیف قلوب کے خیال سے قصاص میں ان چاروں غلاموں کے سر کٹوا کر تعزیت نامہ کے ساتھ حسن بن سہل کے پاس بھیجدیئے اور وزارت کا منصب اس کو عطا کیا۔ پھر اس کی بیٹی بوران کے ساتھ اپنی شادی کی۔

عید الفطر کی نماز پڑھ کر سرخس سے روانہ ہوا۔ اس کی آمد اور فضل کے

مقتول ہو جانے کی خبر سے بغداد میں ابراہیم کی خلافت کمزور ہونے لگی۔ اور امرا فوج نے اس کا ساتھ چھوڑنا شروع کیا۔ کیونکہ جس بنیاد پر انھوں نے مامون کو خلافت سے معزول کیا تھا۔ وہ اب منہدم ہو چکی تھی۔

مامون جب طوس میں پہنچا تو وہاں ایک دوسرا حادثہ پیش آیا۔ یعنی امام علی رضا یکایک انتقال کر گئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مامون کے مشورہ سے ان کو زہر دے دیا گیا۔ لیکن یہ بعید معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ان کے ساتھ بہت محبت رکھتا تھا اور جس نے دامادی کے ساتھ ولیعہدی کے لئے بھی ان کو منتخب کیا تھا۔ اگر واقعی وہ زہر ہی سے مرے تو یہ ممکن ہے کہ درباریوں میں سے بنی عباس کے کسی خیرخواہ نے ایسی جرأت کی ہو تاکہ خلافت کے آل علی میں منتقل ہو جانے کی وجہ سے ان میں جو جوش پیدا ہو گیا تھا وہ فرد ہو جائے۔

طوس سے روانہ ہو کر رے میں پہنچا۔ فوج نے بغداد کو اس کے سپرد کر کے خلافت سے ابراہیم کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ، ازدی حجہ سنہ ۲۰۳ھ کا ہے۔

ابراہیم نے جب یہ دیکھا تو اسی رات کو روپوش ہو گیا اس کی عارضی خلافت کل ایک سال گیارہ مہینے اور بارہ دن رہی۔

نہروان میں بغداد کے امرا، رؤسا اور تمام بنی عباس مامون کے

استقبال کے لئے جمع ہوئے۔ مامون ان سے نہایت خوش ہو کر ملا۔ طاہر بن حسین بھی اس کے حکم کے مطابق وہاں آیا تھا۔ مامون نے اس کو جزیرہ کی ولایت اور بغداد کی کوتوالی عطا کی وہاں سے بغداد کو چلا ۱۶ر صفر ۲۰۴ھ میں وہاں داخل ہوا۔ چونکہ اس وقت وہ سبز علوی شعار میں تھا۔ اس لئے امرار فوج اور بنی عباس نے بھی مجبوراً اسی رنگ کا لباس اختیار کیا۔ لیکن ایک ہفتہ کے بعد اعیان خلافت نے اس سے کہا کہ اپنے آبائی سیاہ شعار کو ترک کر کے آپ نے علویہ کا سبز شعار کیوں اختیار کیا۔ مامون نے جب دیکھا کہ سب لوگوں نے اس کی اطاعت کر لی۔ لیکن اس کے لباس کو پسند نہیں کرتے۔ تو اس نے سب کے سامنے سیاہ لباس منگا کر خود پہنا۔ اور ایک خلعت طاہر کو عطا کیا۔ اب لوگ اس سے خوش ہو گئے سب نے سبز لباس اتار دیئے۔ اور حسب معمول عباسی شعار پہنے۔

اس وقت سے مامون کی خلافت کا اصلی دور شروع ہوا۔

وزارت

مامون کا پہلا وزیر فضل تھا۔ اس کا باپ سہل مجوسی تھا۔ جو ہارون کے زمانہ میں مسلمان ہوا۔ فضل نے علم و ادب اور خاص کر فن نجوم میں دستگاہ بہم پہنچائی۔ جعفر برمکی کی سفارش سے ہارون نے اس کو شاہزادہ مامون کا کاتب مقرر کر دیا۔ اسی کے حسن تدبیر سے مامون کو امین پر غلبہ حاصل ہوا۔ اور خلافت ملی۔ مامون نے اسکو وزیر اعظم

مقرر کیا اور تمام ملکی اور جنگی امور اس کے سپرد کر دیئے۔ اس کی تلوار کے ایک طرف ریاست تدبیر اور دوسری طرف ریاست حرب کندہ کرایا اور اس کو ذوالریاستین کا خطاب دیکر تیس لاکھ درہم سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کی لیکن وہ اس قدر مامون پر حاوی ہو گیا کہ اس کے استبداد سے تنگ آکر آخر مامون نے سرخس میں پہنچکر حمام میں اس کو قتل کرا دیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے نجوم کی مدد سے اپنا جوزائچہ بنایا تھا اس میں لکھ رکھا تھا کہ اس کی موت آگ اور پانی کے درمیان ہوگی۔

احمد بن ابی خالد

ذوالریاستین کے بعد بنی عامر کا ایک شامی غلام احمد بن ابی خالد جو ادب اور کتابت میں بہت نامور تھا۔ وزیر ہوا۔ یہ نہایت نیک مخلص اور دانشمند تھا۔ جس قدر خلیفہ کا خیر خواہ تھا اسی قدر رعایا کا۔ تاریخ اس کا صرف ایک عیب دکھاتی ہے۔ وہ یہ کہ کھانے کا سخت حریص تھا۔ مامون نے اس خیال سے کہ یہ کھانے کی طرف سے مستغنی رہے۔ اور کسی تحفہ کی آرزو نہ رکھے۔ اس کے باورچی کھانے کے لئے روزانہ ایک ہزار درہم مقرر کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ لوگوں سے کھانے پینے کی چیزوں اور تحفوں کا خواہشمند رہتا تھا۔ ۲۱۱ھ میں اس نے وفات پائی۔ مامون خود اس کے جنازہ میں شریک ہوا اس کے لئے دعا کی۔ اور دفن کے بعد اس کی بہت تعریف فرمائی۔

ابن یوسف

ابی خالد کے بعد احمد بن یوسف کو وزارت کا منصب ملا۔ یہ شخص عمرو بن مسعدہ میر منشی کے دفتر میں کاتب تھا۔ خط نہایت پاکیزہ لکھتا تھا۔ مامون کو اس کے اوپر بڑا اعتماد تھا اسلئے اس کے زمانہ میں اس کو عروج ملا۔

مامون کے ایک درباری محمد بن خلیل بن ہشام کو اس کے رتبہ پر رشک آیا۔ وہ اس کوشش میں لگا کہ کسی صورت سے اس کو اس کے منصب سے گرا دے۔ چنانچہ اس نے نہایت کمینہ طریقہ سے مامون کے مزاج کو اس سے منحرف کرا دیا۔

صورت یہ ہوئی کہ احمد بن یوسف روزانہ صبح سویرے مامون کے پاس ضروری امور میں مشورہ کے لئے آتا تھا۔ محمد بن خلیل نے مامون کے ایک خادم سے مخفی طور پر یہ کہدیا کہ خلیفہ اگر احمد کو کوئی چیز عطا کرے تو تم مجھے مطلع کر دینا۔ احمد حسب معمول ایک روز مامون کے پاس گیا۔ جاڑے کے دن تھے۔ خلیفہ کے پلنگ کے نیچے عنبر کا بخور جل رہا تھا احمد کی خاطر سے اس نے اسی انگیٹھی کو اٹھوا کر اس کے سامنے رکھوا دیا۔ یہ بات اس خادم نے محمد بن خلیل کو سنائی۔ وہ شام کو دربار میں آیا۔ مامون اس وقت تنہا تھا۔ اس نے محمد سے پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے کہا کہ میں اس وقت کشتی میں سوار چلا آرہا تھا اس میں ایک ملاح دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ لوگ امیر المومنین کی

سخاوت کی مدح کرتے ہیں۔ لیکن آج صبح کو وزیر ابن یوسف دربار سے واپس ہوتے ہوئے اپنے خادم سے کہہ رہے تھے کہ خلیفہ نہایت دنی الطبع ہے۔ اس کے سامنے بخور جل رہا تھا۔ جب میں پہنچا تو بجائے اس کے کہ میرے لئے دوسری انگیٹھی منگاتا اسی کو میری طرف بڑھا دیا۔

مامون نے یہ سنکر یقین کر لیا کہ بے شک ابن یوسف نے کہا ہوگا کیونکہ اس وقت اس کے سوا کوئی دوسرا موجود نہ تھا چنانچہ اسی بنیاد پر وہ اس سے برگشتہ خاطر ہو گیا یہاں تک کہ معزول کر دیا۔

ثابت بن یحییٰ

اس کے بعد ابو عباد ثابت بن یحییٰ بن یسار رازی کو قلمدان وزارت عطا فرمایا یہ کتابت اور ادب میں ماہر لیکن حساب میں نا آشنا تھا۔ مزاج میں تندی اور سختی تھی۔ شدت غضب میں کبھی کبھی کاتبوں کو گالیاں دیدیتا تھا اور ان کے منہ پر دوات کھینچ مارتا تھا۔ اس کا رعب کم لیکن خوف زیادہ تھا۔

مامون سے ایک بار کسی نے کہا کہ دعبل شاعر نے آپ کی ہجو لکھی ہے اس نے کہا کہ جس نے ابو عباد کی ہجو کر ڈالی اس کو میری ہجو میں کیا باک ہے

مامون کا آخری وزیر ابو عبداللہ محمد بن یزداد بن سوید تھا۔ یہ خراسان کے ایک مجوسی خاندان کا تھا۔ جو مسلمان ہو گیا تھا۔

مامون کے زمانہ میں وزرا کا نفوذ اور اقتدار زیادہ نہیں تھا کیونکہ

برامکہ اور نیز فضل بن سہل کے استبداد کے نتائج دیکھکر وہ امور خلافت کو خود انجام دیتا تھا۔ اور وزیروں سے صرف مشورہ لیتا تھا۔

علویہ مامون نے جعفر برمکی کی اتالیقی میں تربیت پائی تھی جو شیعہ تھا۔ پھر اس کا پہلا وزیر فضل بن سہل بھی جس کی کوشش سے اس کو خلافت ملی۔ اسی جماعت کا تھا۔ ان لوگوں کے اثر سے خود اس کا رجحان شیعیت کی طرف ہوگیا تھا اور وہ خلفاء راشدین میں سے حضرت علیؓ کے حق خلافت کو مرجح سمجھتا تھا۔

فضل نے اپنی وزارت کے زمانہ میں یہ چاہا کہ مامون پر اثر ڈال کر خلافت کو بلا خونریزی کے آسانی کے ساتھ آل علی میں جن کی امامت کا وہ قائل تھا منتقل کردے۔ چنانچہ اسی کے مشورہ سے مامون نے اپنی بیٹی امام علی رضا کے ساتھ بیاہ دی۔ اور اپنے بعد ان کی ولیعہدی کا فرمان لکھدیا۔ جس کی وجہ سے وہ حادثات ظہور پذیر ہوئے جو بیان کیے گئے۔

بغداد میں آنے کے بعد بھی اس کا برتاؤ علویہ کے ساتھ نرم اور اس کے اعتقاد کے مطابق رہا اور گو ان لوگوں نے بہت کچھ شورشیں برپا کی تھیں۔ اور ہزاروں خاندانوں کو برباد کرڈالا تھا۔ پھر بھی اس نے ان کے ساتھ رحم واحسان کا سلوک کیا۔ مگر باوجود ان مراحم کے بھی وہ اس کی مخالفت پر کمر بستہ رہے۔ چنانچہ سنہ ۲۰۷ھ میں عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ

بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے یمن میں ایک جماعت کے ساتھ بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا۔

مامون نے اپنے ایک امیر فوج دینار بن عبداللہ کو ایک لشکر دیکر اس طرف بھیجا۔ اور عبدالرحمٰن کے لئے امان نامہ بھی لکھکر دیا۔ دینار نے وہاں پہنچکر پہلے اس امان نامہ کو عبدالرحمٰن کے پاس بھیجدیا۔ انھوں نے مقابلہ کی طاقت اپنے اندر نہ دیکھی اس لئے اس کے پاس حاضر ہوگئے وہ ان کو ساتھ لے کر دربار خلافت میں آیا۔

مامون نے اس کے بعد سے یہ حکم دے دیا کہ آل ابی طالبین کا کوئی شخص اب میرے دربار میں نہ آنے پائے اور یہ سب لوگ سبز لباس ترک کر کے عباسی شعار کے مطابق سیاہ لباس پہنا کریں۔ پھر بھی اس نے مرتے وقت اپنے بھائی معتصم کو جو وصیت کی اس میں لکھوایا کہ آل علی کا خیال رکھنا۔ ان کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور جو لوگ ان میں سے خطا کار ہوں ان کے قصور کو بخش دینا۔

دولت زیادیہ

یمن میں شیعیت کے رسوخ کی وجہ سے حکومت عباسی کا نفوذ کمزور ہو گیا تھا۔ اور آئے دن ایک نہ ایک فتنہ اٹھا کرتا تھا۔ اس لئے مامون نے چاہا کہ کسی مدبر شخص کو وہاں کا والی مقرر کرے جو فتنہ اور فساد کو دبا دے۔ حسن بن سہل کے مشورہ سے

زیاد بن ابی سفیان کی اولاد میں سے ایک شخص محمد بن ابراہیم زیادی کو یمن کی ولایت سپرد کی۔ اس نے جاکر وہاں زبید کی داغ بیل ڈالی اور اس شہر کو آباد کرکے اپنا مستقر بنایا۔ اور اپنی قابلیت سے سارے صوبہ پر حاوی ہو گیا۔ خلیفہ کو وہ صرف ہدیہ اور خراج بھیجتا تھا اور خطبوں میں اس کا نام لیتا تھا باقی تمام امور میں آزاد تھا۔ اس نے ۲۴۵ھ میں وفات پائی اس کے بعد یمن کی حکومت بالاستقلال اس کی اولاد اور پھر اس کے موالی میں ۵۳۳ھ تک چلی آئی۔

دولت اغالبہ

ہارون الرشید نے اپنی خلافت اور مراقش کی ادریسی سلطنت کے درمیان ایک سرحدی ریاست قائم کرنے کے لئے ۱۸۴ھ میں ابراہیم بن اغلب کو وہاں کا والی بنا کر بھیجا تھا کیونکہ تونس اور الجزائر میں سخت شورشیں برپا تھیں ابراہیم نے ان کو فرو کرنے کے بعد صوبۂ افریقہ کو چالیس ہزار دینار ٹھیکہ پر لے کر وہاں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی۔ صرف خطبہ بنی عباس کا رکھا۔ یہ دولت ۲۹۶ھ تک اس کے خاندان میں رہی مامون کے زمانہ ۱۹۶ھ سے عبداللہ بن ابراہیم حکمران تھا۔ اس کے بعد ۲۰۱ھ سے ۲۲۳ھ تک اس کا بھائی زیادۃ اللہ بن ابراہیم رہا۔ اسی نے رومیوں کے ہاتھ سے جزیرۂ صقلیہ کو فتح کیا۔

اندلس اور مراقش کے نکل جانے کے بعد اب یہ اور دو جدید ولایتیں

یمن اور اذربیجان کی جو علویہ کے خوف کی وجہ سے خلافت کی حفاظت کے لئے قایم کی گئیں تھیں خود مختار ہو گئیں۔

ابراہیم بن مہدی ہم لکھ چکے ہیں کہ مامون جب مرو میں تھا تو اہل بغداد نے ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنا لیا تھا۔ لیکن جس وقت وہ مشرق سے بغداد کی طرف آیا اس وقت فوج نے ابراہیم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس لئے وہ خوف کی وجہ سے مخفی اور مستور ہو گیا۔ اور بغداد ہی میں ایک محلے سے دوسرے محلے اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں چھپتا پھرتا تھا۔

سنہ ۲۱۰ھ میں مامون کو یہ خبر ملی کہ ابن عائشہ اور مالک وغیرہ چند فوجی امرا ابراہیم کے حامی ہیں۔ اور اس کے ساتھ سازش کر کے اس کو بغاوت کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ اس نے ان لوگوں کو گرفتار کیا۔ سختیوں کے بعد انھوں نے اپنے جرم کا اقبال کیا اور چند دیگر امرا کے نام بتلائے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں لیکن مامون نے اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ بے گناہوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں ان کے قول کی طرف التفات نہیں کیا۔ اور صرف چار شخصوں کو جو اس سازش کے سرغنے تھے سزا دی۔

ابن عائشہ کو تین دن دھوپ میں جمع رکھا۔ پھر کوڑوں سے

پٹوایا۔ اس کے بعد سولی پر چڑھا دیا۔ عباسی خاندان میں سے یہ پہلا شخص ہے جس کو سولی دی گئی۔

۱۳ ربیع الاول ۲۱۰ھ کو ابراہیم بن مہدی زنانہ لباس پہنے ہوئے دو کنیزوں کے ساتھ کسی گلی سے گزر رہا تھا ایک حبشی دربان نے اس کو پہچان کر پکڑ لیا اور مامون کے دربار میں لے گیا۔

مامون اس کی طرف سے بہت برہم تھا۔ اس نے درباریوں سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے سب نے قتل کا مشورہ دیا۔ لیکن وزیر احمد بن ابی خالد نے جاں بخشی کی سفارش کی ابراہیم نے اپنے جرم کا اعتراف کر کے ندامت کا اظہار کیا۔ اور ایک قصیدہ سنایا۔ جس سے مامون کا دل پسیج گیا۔ اور اس نے جاں بخشی کی۔

زط کی بغاوت

زط جت یا جاٹ کا معرب ہے اصل میں یہ مشرقی ہندوؤں کی ایک جماعت تھی جو نور کے نام سے مشہور تھی اور مسلمان ہونے کے بعد خلیج فارس کے سواحل پر آکر سکونت گزیں ہو گئی تھی امین اور مامون کی جنگ کے زمانہ میں ان نے بصرہ کے راستے پر قبضہ کر لیا۔ اور مجتمع ہو کر لوٹ مار شروع کر دی۔

بغداد میں آنے کے بعد مامون نے ۲۰۵ھ میں عیسیٰ بن یزید جلودی کو ایک فوج کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا جب وہ وہاں پہنچا تو

زط متفرق ہو کر جابجا بھاگ گئے۔ اس لئے کچھ نہ کر سکا۔

مامون نے پھر داؤد بن ماسجور کے ساتھ ایک دستہ فوج روانہ کیا۔ لیکن یہ قوم اس کے قابو میں نہیں آسکی اور برابر مسافروں اور قافلوں کو لوٹتی رہی۔

مامون کے انتقال کے بعد معتصم نے عجیف بن عنبسہ کو فوج کے ساتھ بھیجا اس نے آکر ان کو چاروں طرف سے گھیرا۔ ایک مقابلہ میں تین سو زط مقتول اور پانچ سو گرفتار ہوئے۔ اس نے ان سب کے سر کاٹ کر معتصم کے دربار میں بھیج دیئے۔

اس کے بعد ان کے محاصرہ میں اور بھی سختی کی۔ جن پہاڑوں میں وہ بستے تھے ان کے دروں پر قبضہ کیا۔ اور جن چشموں سے وہ پانی پیتے تھے ان کو بند کرا دیا۔ آخر ان کے سرداروں محمد بن عثمان اور سملق نے تنگ آکر ذی حجہ سنہ ۲۱۹ھ میں امان طلب کی جو منظور کی گئی ان کی کل تعداد ۲۷ ہزار تھی عجیف ان کو کشتیوں میں بھر کر بغداد لایا وہاں معتصم کی نظر سے گزرا۔ وہ خانقین کی طرف بھیجے گئے اور رومی سرحد کے متصل مقام عین زربیہ میں آباد ہونے کے لئے ان کو زمین دی گئی۔ متوکل کے زمانہ میں سنہ ۲۴۱ھ میں جب رومیوں نے حملہ کیا۔ تو وہ ان سب کو معہ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔

نصر بن شبث

بنی عقیل میں سے نصر بن شبث ایک ممتاز رئیس تھا۔ جو حلب کے شمال میں مقام کیسوم میں سکونت گزین ہو گیا تھا۔ خلیفہ امین سے اور اس سے بہت دوستی تھی اس لئے وہ اس کا خیر خواہ تھا۔ ۱۹۸ھ میں جب امین مقتول ہو گیا اور نصر نے دیکھا کہ عربی عنصر مغلوب ہے اور عجمی خلافت پر حاوی ہو گئے تو وہ ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر بغاوت کے لئے اٹھا اور قرب وجوار کے مقامات پر قبضہ کر کے دریائے فرات کو عبور کر کے آگے بڑھا اور اس کی قوت کو دیکھ کر بہت سے قبائل عرب اس کے ساتھ مل گئے۔

طاہر بن حسین جس وقت بغداد کی مہم سے فارغ ہو چکا اس وقت فضل بن سہل وزیر نے اس کی جگہ پر اپنے بھائی حسن کو مقرر کر کے اس کو نصر کے مقابلہ کا حکم دیا۔ طاہر گیا لیکن شکست کھا کر رقہ کی طرف چلا آیا اور اسی کی مدافعت اور محافظت پر قانع رہا۔ دوبارہ مقابلہ کے لئے آگے نہیں بڑھا۔

غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ اس نے اپنے پہلے کارناموں کا کوئی اچھا صلہ نہیں پایا۔ اور عظیم الشان فتوحات کے بعد ان کے ثمرہ سے محروم کر کے پھر لڑائی پر بھیج دیا گیا۔ اس لئے اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اور وہ ہمت اور حوصلہ کے ساتھ نہیں لڑ سکا۔

طاہر کو شکست دینے کے بعد نصر کی شوکت بڑھ گئی۔ اس نے جزیرہ میں حران کا محاصرہ کیا۔ وہاں علویہ کی بھی ایک جماعت جا کر اس کے ساتھ شریک ہو گئی۔ اور اس سے کہا کہ ہم لوگ اگر کسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو خلیفہ بنا لیں تو ہماری جماعت اور طاقت بہت بڑھ جائے۔ اس نے پوچھا کس کے ہاتھ پر۔ ان لوگوں نے کہا کسی علوی کے۔ بولا کہ سبحان اللہ ان میں سے آج اگر میں کسی کا ہاتھ تھام لوں تو کل ہی وہ مجھ سے کہنے لگے گا کہ میں تیرا خالق اور رازق ہوں۔

ان لوگوں نے کہا کہ پھر کسی کو بنی امیہ میں سے تلاش کرو۔ اس نے کہا کہ ان پر ادبار آچکا۔ میں بنی عباس کی خلافت کا دشمن نہیں ہوں لیکن ان سے صرف اس وجہ سے لڑ رہا ہوں کہ انھوں نے عجم کو عرب پر ترجیح دے رکھی ہے یہ مجھ کو گوارا نہیں۔

۲۰۶ھ میں مامون نے طاہر کو خراسان کی ولایت کا فرمان دے کر روانہ کیا۔ اور اس کے بیٹے عبداللہ کو جو رقہ میں اس کا قائم مقام تھا نصر کے مقابلہ کا حکم دیا۔

طاہر نے اسی موقع پر اپنے بیٹے عبداللہ کے نام اپنا وہ مشہور اور معروف خط لکھا تھا جو اہل ادب میں آج تک مقبول ہے اس میں اس نے آداب سیاسیہ اور مکارمِ اخلاق وغیرہ کی نہایت منتخب نصیحتیں مندرج

کیں۔ مامون نے اس خط کو اس قدر پسند کیا کہ اطراف ممالک میں تمام امرا اور عمال کے نام اس کی نقلیں بھجوائیں۔ اور فرمایا کہ طاہر کا یہ مکتوب تدبیر رائے دانائی اور ملک داری کے لئے بہترین دستور العمل ہے جس سے کوئی فرماں روا مستغنی نہیں ہو سکتا۔

عبداللہ نے نصر کے مقابلہ میں بہت جانفشانی کی اور آخر کار اسکو محصور کر لیا۔ اسی زمانہ میں مامون نے جعفر بن محمد عامر کو ایک خط دیکر نصر کے پاس بھیجا کہ وہ لڑائی سے باز آجائے اور مصالحت کر لے اس نے صلح کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن شرائط سخت کیے منجملہ ان کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ مامون کی بساط پر قدم نہیں رکھے گا۔ مامون نے کہا کہ خواہ مجھے اس کی جنگ کے لئے اپنا کرتہ تک بیچ دینا پڑے لیکن میں اس کی یہ شرط ہرگز نہیں منظور کر سکتا کہ وہ میرے دربار میں حاضر نہیں ہو گا۔

نصر نے جب اس نامنظوری کا حال سنا تو اپنے ساتھی عربوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص قوم زط کے چار سو مینڈکوں پر غالب نہیں آسکا کیا وہ عربوں کو مغلوب کر سکتا ہے پھر عبداللہ کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ متعدد لڑائیوں کے بعد جو سلسلہ وار پانچ سال تک ہوتی رہیں۔ آخر میں مجبور ہو کر اس نے صلح کی۔ اور صفر سنہ ۲۱۰ھ میں دار خلافت میں

حاضر ہوا۔ مامون نے اس کو مدینۃ ابی جعفر میں نظر بند کر دیا۔

بابک خرمی ابتدائی زمانہ سے ایران کی سرزمین میں عجیب عجیب مذاہب پیدا ہوتے آئے ہیں اسلام سے پہلے قباد کے عہد میں مزدک نے وہاں اپنا اباحی مذہب جاری کیا تھا جس میں ہر شخص ہر شے میں برابر کا شریک مانا گیا تھا۔ یہاں تک کہ عورتوں پر بھی کسی کا خاص حق مسلم نہ تھا۔ اس کے پیرؤں کو نوشیروان نے اپنے عہد میں فنا کیا۔

تقریباً اسی قسم کا دوسرا مذہب ایک مجوسی جاویدان لپرسہرک نے ہارون کے زمانہ میں وہاں ایجاد کیا۔ یہ فارس کے شمال میں آذربائیجان اور اران کے درمیان قصبہ بذ کا رئیس تھا اس اطراف کے بہت سے لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ اور انھوں نے اپنی ایک بڑی جماعت بنا لی۔

بابک خرمی۔ رستاق میمن کے متصل ایک گاؤں بلال آباد میں پیدا ہوا تھا۔ جاویدان کی شہرت سنکر اس کے پاس گیا۔ اور اس کی شاگردی اختیار کی اس نے اس میں فہم و فراست دیکھی۔ اس لئے اس کے اوپر بہت مہربان ہو گیا جب وہ مر گیا تو اس کی بیوی نے اس کے پیرؤں کو جمع کر کے کہا کہ جاویدان نے کل مجھ سے کہا تھا کہ آج کی رات میری روح میرے جسم سے نکلکر بابک کے جسم میں چلی جائے گی لہذا اب لوگوں کو چاہیئے کہ اسی کو اپنا سردار بنائیں چنانچہ اس کی جماعت نے بابک کو

پیشوا تسلیم کر لیا۔ اور جاویدان کی بیوی بھی اس کے نکاح میں آ گئی۔ بابک نے ان کے لئے سب کچھ یہاں تک کہ خونریزی اور غارتگری کو بھی مباح کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ اور ان کے خوف سے راستے بند ہو گئے۔

مامون کو ۲۰۱ھ میں مرو میں اس جماعت کی اطلاع ملی اس نے یحییٰ بن معاذ کو ان کی مہم پر متعین کیا۔ لیکن وہ کچھ نہ کر سکا۔ پھر بغداد میں آجانے کے بعد ۲۰۶ھ میں عیسےٰ بن محمد بن ابی خالد کو ارمینیہ اور آذربائیجان کا والی بنا کر ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا اس نے بھی شکست کھائی ۲۰۹ھ میں محمد بن جنید اسکافی فوج لے کر گیا۔ بابک نے اس کو زندہ گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد مامون نے ایک لشکر گراں محمد بن حمید طوسی کی ماتحتی میں روانہ کیا۔

بابک چونکہ کوہستانی علاقہ میں تھا اور اپنے مرکز اس نے بہت مستحکم اور محفوظ بنا رکھا تھا اس لئے محمد بن حمید بھی کچھ نہ کر سکا اور مقام ہشتادسر میں شکست کھا کر مقتول ہوا اس فتح سے بابک کی دھاک بندھ گئی اور ہمدان، اصفہان، ماسبذان اور مہرجان وغیرہ کے اکثر باشندے خرمی مذہب میں داخل ہو کر اس کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

مامون نے پھر کسی سپہ سالار کو نہیں بھیجا۔ مگر مرتے وقت معتصم کو

وصیت کر گیا کہ خرمیوں سے غفلت نہ کرنا اور جس طرح ہو سکے ان کو قابو
میں لانا ورنہ یہ چنگاری تمام ایران میں شعلے بھڑکا دے گی چنانچہ
خلیفہ ہو جانے کے بعد معتصم نے اپنے سب سے بڑے ترکی سپہ سالار افشین
کو منتخب فوجوں کے ساتھ بابک کی مہم پر متعین کیا۔ اس کی روانگی سے پہلے
ابو سعید محمد بن یوسف کو اردبیل کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان قلعوں کی مرمت
کرے جن کو بابک نے خراب کر دیا ہے اس نے زنجان سے اردبیل تک کل
قلعوں کو درست کیا اور ان کے ساز و سامان ترتیب دیئے اس دوران
میں خرمیہ نے متعدد حملے اس کے اوپر حملے لیکن وہ ان کو شکست دیتا رہا۔

اس کے بعد برید کا سلسلہ قائم کیا۔ اور ہر ہر فرسخ پہ ایک ایک
چوکی بنوائی۔ تاکہ خطوط کا خریطہ جب ایک چوکی سے دوسری پر پہنچے تو
اس وقت ایک سوار تیار رہے جو فوراً اس کو لے کر وہاں سے روانہ ہو جائے
یہ انتظام ایسا مکمل کیا کہ اردبیل سے دار الخلافہ تک چار روز یا اس سے
بھی کم میں خطوط پہنچتے تھے۔

افشین فوج لے کر چلا اور برزند میں پہنچکر قیام کیا وہاں سے
اردبیل تک قلعوں میں فوجی دستے متعین کئے۔ اور ہر طرف اپنے جاسوس
بھیجے۔

افشین اور بابک میں عرصہ تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا جاڑوں

میں بوجہ برف باری کے موقوف ہوگیا۔

ایک بار دارخلافت سے فوج کے لئے خزانہ آرہا تھا بابک کو اس کا علم ہوگیا وہ ایک جماعت کو مخفی طور پر لیکر چلا کہ راستہ میں اس کو لوٹ لے۔ افشین کو جاسوس نے اس کی اطلاع دی وہ ان کے راستہ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ اور جب خرمیہ قریب آگئے تو اچانک ان پر حملہ کردیا۔ صرف بابک چند ہمراہیوں کے ساتھ بچکر نکل گیا۔ باقی کوئی زندہ نہیں بچا۔

ربیع ۲۲۱ھ میں افشین نے بابک کے مرکز قصبہ بذ پر تاخت کی فریقین میں سخت خونریز جنگ ہوئی۔ آخر میں ترکی فوج غالب آکر بذ میں داخل ہوگئی۔ بابک نے چاہا کہ بھاگ کر رومی سرحد میں نکل جائے لیکن افشین نے ہر طرف سے سواروں کو بھیج کر پہلے ہی سے ناکہ بندی کردی تھی اس لئے وہ نکل نہیں سکا اور گرفتار ہوگیا اس کے ساتھ اس کے گھر کے ۱۷ مرد اور ۲۳ عورتیں اور لڑکیاں بھی پکڑی گئیں۔

دارالخلافہ میں جس دن ان کو لے گئے اس دن ان کے دیکھنے کے لئے سارے شہر میں دھوم تھی بابک سامرا میں اور اس کا بھائی بغداد میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔

بیس سال کے زمانہ میں بابک نے جس قدر آدمی قتل کئے تھے ان کا شمار ۲۵۵۰۰۰ تھا۔ افشین نے جب اس کو گرفتار کیا اس وقت بھی

اس کے یہاں ۷۰۰۰ قیدی ملے جو آزاد کیے گئے۔

فوج عباسی دولت کی بنیاد خراسانیوں کے ہاتھ سے پڑی تھی اس لئے ان کے زمانہ میں ان کو ملکی اور فوجی بڑے بڑے عہدے حاصل ہو گئے تھے اور عربوں سے کم ان کا رتبہ نہ تھا۔

پھر مامون کی خلافت بھی اہل خراسان کی ہی بدولت قائم ہوئی اس لئے اس کے عہد میں ان کا زور بہت بڑھ گیا اور عربوں کی شان بالکل گھٹ گئی۔ عجمی عنصر تمام مناصب پر حاوی ہو گیا اور فوج میں بھی یہی لوگ بھرتی کیے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مامون کے زمانہ میں کوئی عربی سپہ سالار نام و نمود نہیں حاصل کر سکا بلکہ ترکوں اور خراسانیوں نے شہرت پائی۔

ملک شام کا ایک رئیس مامون سے کہا کرتا تھا کہ شام اسلامی قوت کا مرکز ہے وہاں کے لوگوں پر بھی آپ کی وہی نظر ہونی چاہیئے۔ جو خراسانیوں پر ہے۔ ایک بار مامون نے اس کے جواب میں کہا کہ شامیوں کو میں نے فوج سے اس وقت خارج کیا ہے جب کہ میرے خزانہ میں ایک درہم بھی نہیں رہ گیا۔ اور اہل یمن نے نہ کبھی مجھ کو پسند کیا اور نہ میں ان کو پسند کرتا ہوں رہے قضاعہ! وہ سفیانی کے خروج کے منتظر ہیں۔ کہ اس کا ساتھ دیں۔ بنی عباس سے ان کو کوئی ہمدردی نہیں اور قبائل

ربیعہ تو خود اللہ تعالیٰ سے خفا ہیں کہ اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مضر میں سے کیوں مبعوث فرمایا۔ وہ بھلا ہمارے ہوا خواہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔

اس تصریح سے صاف ظاہر ہے کہ عربی عصبیت جس کے انحطاط کو عالم اسلامی محسوس کر رہا تھا اس کو بنی عباس کس نظر سے دیکھتے تھے اور عربوں کے متعلق ان کا کیا رویہ تھا۔ یہی خیالات تھے جن کی بنیاد پر ان خلفاء نے اہل عرب کی طرف سے اپنی توجہ پھیر لی۔ اور عجمی فوج پر اعتماد کیا۔ جس سے ان کی خلافت صرف نام کی عربی خلافت رہ گئی جس کی زبان عربی تھی ورنہ عربی قوت اور عربی عصبیت کا عنصر اس میں باقی نہیں تھا۔

طاہر بن حسین

مامون کے سپہ سالاروں میں جو شخص سب سے زیادہ ممتاز ہوا۔ وہ طاہر بن حسین بن مصعب بن رزیق بن ماہان تھا۔ رزیق حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا جو طلحۃ الطلحات خزاعی کے لقب سے مشہور رہے غلام تھا۔ مسلم بن زیاد بن ربیعہ نے اپنی ولایت کے زمانہ میں اس کو سیستان کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ اس کا بیٹا مصعب بنی عباس کے نقیب اعظم سلیمان بن کثیر کا کاتب تھا۔ آخر میں وہ ہرات کا امیر ہو گیا تھا۔ پھر مرو کے متصل ایک مقام بوشنج میں اس نے سکونت اختیار کی۔ یہیں ۱۵۹ھ میں اس کا پوتا طاہر پیدا ہوا اس نے علم و ادب سیکھا۔ اور بڑا تنومند اور بہادر نکلا۔ مامون جب مرو میں تھا تو اس کے دربار میں

رسائی پائی۔ امین کے مقابلہ کے لئے اس نے اسی کو منتخب کیا۔ ان جنگوں میں اس کی متواتر کامیابیوں نے اس کے نام کو روشن کر دیا۔ آخر میں اس نے بغداد میں قبضہ کیا۔ اور امین کو قتل کر کے مامون کی بیعت لی اس کے بعد فضل بن سہل وزیر نے اس کو رقہ میں نصر بن شبث کے مقابلہ میں بھیجا۔ لیکن بیدل ہو جانے کی وجہ سے کچھ نہ کر سکا۔

مامون کے بغداد میں پہنچنے پر طاہر حاضر ہوا اس وقت اس کی سابقہ خدمات کی قدردانی کر کے مامون نے اس کو بغداد کی کوتوالی اور اس کے اطراف اور صوبہ جزیرہ کی ولایت عطا کی اسی درمیان میں یہ خبر پہنچی کہ عبدالرحمن مطوعی نے نیشاپور میں خارجیوں سے لڑنے کے لئے ایک جماعت کثیر فراہم کی ہے۔ مامون کو یہ شبہ گزرا کہ اس اجتماع کی غرض کچھ اور نہ ہو اس لئے اس نے طاہر کو خراسان کا والی مقرر کر کے بھیجا۔ تاکہ اگر کوئی فتنہ پیدا ہو تو وہ اس کا انسداد کر سکے۔

اس نے وہاں پہنچکر نہایت لیاقت کے ساتھ انتظام کیا جس سے ہر قسم کے فتنے رفع ہو گئے۔ مامون ہمیشہ اس کی تدبیر، شجاعت اور خیر خواہی کی تعریف کیا کرتا تھا۔ اگر خلیفہ امین کے قتل کے جرم کا وہ مرتکب نہ ہوا ہوتا تو غالباً مامون اس کو وزیر اعظم کر دیتا۔

افریقہ میں ابراہیم بن اغلب اور یمن میں محمد بن ابراہیم کی طرح

طاہر بھی خراسان کا مستقل امیر ہو گیا۔ اور صرف سالانہ خراج دارالخلافہ کو بھیج دیتا تھا۔ باقی کل امور میں آزاد تھا۔

۲۰۷ھ میں مرو میں اس نے انتقال کیا۔ ۲۵۹ھ تک خراسان کی حکومت اس کی اولاد کے ہاتھ میں رہی اس کے بعد یعقوب بن لیث صفار نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور خاندان صفاریہ کی حکومت قائم ہو گئی۔

باوجود استقلال کے خاندان طاہریہ کا علاقہ دارالخلافہ کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار رہا جس کی وجہ یہ تھی کہ بغداد کی کوتوالی کا عہدہ بھی نسلاً بعد نسلٍ اسی خاندان میں چلا آیا۔ اور برابر ان کے تعلقات مرکز کے ساتھ قائم رہے

عبداللہ بن طاہر

طاہر کا بیٹا عبداللہ بھی عہد مامون کا نامور سپہ سالار تھا۔ اس کی ولادت ۱۸۲ھ میں ہوئی تھی طاہر کی کامیابیوں کے بعد ۱۹۹ھ میں مامون نے اس کو اپنے دربار میں لے لیا اور اس کی تربیت کی ۲۰۶ھ میں نصر بن شبث کے مقابلہ میں اس کو متعین کیا پانچ سال کی متواتر جنگ کے بعد جب وہاں سے کامیابی کے ساتھ فراغت پائی تو مامون نے اس کو مصر کی طرف بھیجا کیونکہ وہاں کا امیر عبیداللہ بن سری باغی ہو گیا تھا۔ عبیداللہ نے جا کر اس کو محصور کیا۔ مجبوراً اس نے امان طلب کی۔

اس فساد کو فرو کر کے وہ اسکندریہ کی طرف بڑھا جہاں اندلس کی

فوجیں جو مسلط ہو گئی تھیں ان کو نکال کر امن قائم کیا۔

علامہ ابو اللیث بن عبد الاعلیٰ نے جو مصر کے ایک ممتاز محدث تھے لکھا ہے کہ مصر کی یہ حالت تھی متغلبین اٹھ کھڑے ہوئے تھے جابجا فتنہ اور فساد برپا تھا۔ ایک طرف سے اندلسی فوجوں نے مصیبت ڈھا رکھی تھی اور اہل مصر تنگ اور بلا میں گرفتار تھے کہ اسی درمیان میں مشرق کی طرف سے ایک نوجوان (عبداللہ بن طاہر) آیا اس نے چند دنوں میں سارے ملک میں امان قائم کر دیا اور سب کو مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔

سنہ ۲۱۳ھ میں جب وہ مصر سے واپس آیا تو مامون نے جبال آرمینیہ اور آذربائیجان کی ولایت کا فرمان دے کر بابک کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ لیکن اسی اثنا میں خبر آئی کہ طلحہ بن طاہر والی خراسان کا انتقال ہو گیا۔ اس نے اس کو خراسان جانے کا حکم دیا وہاں وہ متواتر ۱۵ سال تک حکمران رہا اور سنہ ۲۳۰ھ میں واثق باللہ کے عہد میں وفات پائی۔

محاصل

مامون کا عہد اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس کے زیر نگین جس قدر صوبے تھے اور ان سے جتنا خراج ہر سال دار الخلافہ میں آتا تھا وہ کتب تاریخ میں مرقوم ہے۔ علامہ ابن خلدون نے عہد مامون کے خفیہ سرکاری کاغذات کو دیکھ کر تفصیل وار اس کو اپنی کتاب کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔ ہم بجنسہ یہاں درج کرتے ہیں۔

اقلیم	زر نقد	پیداوار خام
سواد	۲۷۸۰۰۰۰۰ درہم	۲۰۰ نجرانی پارچے اور ۲۴۰ رطل مہر لگانے کی مٹی۔
کسکر	۱۱۶۰۰۰۰۰ درہم	
کورد دجلہ	۲۰۸۰۰۰۰۰ ″	
حلوان	۴۸۰۰۰۰۰ ″	
اہواز	۲۵۰۰۰۰۰۰ ″	۳۰۰۰۰ رطل شکر
فارس	۲۷۰۰۰۰۰۰ ″	۳۰۰۰۰ شیشے گلاب ۲۰۰۰۰ رطل روغن سیاہ
کرمان	۴۲۰۰۰۰۰ ″	۵۰۰ یمنی کھان، ۲۰۰۰۰ رطل خرما۔
مکران	۴۰۰۰۰۰ ″	
سندھ مع مضافات	۱۱۵۰۰۰۰۰ ″	۱۵۰ رطل عود ہندی
سجستان	۴۰۰۰۰۰۰ ″	۳۰۰ کھان، ۲۰ رطل فانیذ
خراسان	۲۸۰۰۰۰۰۰ ″	۴۰۰۰ گھوڑے، ۱۰۰۰ غلام ۲۰۰۰۰ کھان ۳۰۰۰۰ رطل ہلیلہ ۲۰۰۰ نقرہ چاندی
جرجان	۱۲۰۰۰۰۰۰ ″	۱۰۰۰ پارچہ ریشمی
قومس	۱۵۰۰۰۰۰ ″	۱۰۰۰ نقرہ چاندی
طبرستان، رویان	۶۳۰۰۰۰۰	۶۰۰ فرش طبرستانی، ۲۰۰ چادریں ۵۰۰ کھان۔

رے	۱۲۰۰۰۰۰۰ "	۲۰۰۰۰ رطل شہد
ہمدان	۱۱۳۰۰۰۰۰ "	۱۰۰۰ رطل رب الرمانین، ۱۲۰۰۰ رطل شہد
بصرہ دکوفہ	۱۰۷۰۰۰۰۰ "	
ماسبذان دریان	۴۰۰۰۰۰۰ "	
شہرزور	۶۷۰۰۰۰۰ "	
موصل مع نواح	۲۴۰۰۰۰۰۰ "	۲۰۰۰۰ رطل شہد
آذربیجان	۴۰۰۰۰۰۰ "	
جزیرہ ونواحی	۳۴۰۰۰۰۰۰ "	۱۰۰۰ غلام، ۱۲۰۰۰ مشک شہد، ۱۰ باز، ۲۰ چادریں۔
آرمینیہ	۱۳۰۰۰۰۰۰ "	۲۰ قسط، ۵۳۰ رطل رقم، ۱۰۰۰۰ رطل سورماہی، ۱۰۰۰۰ رطل سونج، ۲۰۰ خچر، ۳۰ بچھیرے۔
برقہ	۱۰۰۰۰۰۰ "	۱۲۰ قرش
افریقہ	۱۳۰۰۰۰۰۰ "	
	۱۳۸۶۰۰۰۰۰ درہم	
قنسرین	۴۰۰۰۰۰ دینار	
دمشق	۴۲۰۰۰۰ "	
اردن	۹۷۰۰۰ "	

فلسطین	۳۱۰۰۰۰ دینار، ۳۰۰۰۰۰ رطل روغن زیت
مصر	۱۹۲۰۰۰۰ "
یمن	۳۷۰۰۰۰ "
حجاز	۳۰۰۰۰۰ "
	۳۸۱۷۰۰۰

اس آمدنی کا بڑا حصہ بغداد ہی میں خلیفہ امراء۔ وزراء۔ لشکر اور عملہ کی تنخواہوں عطیوں اور بخششوں میں صرف کرتا تھا۔ اس وجہ سے رفاہیت اور خوش حالی عام تھی۔

طیفوری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ مامون جس وقت ملک شام میں تھا۔ معتصم اپنی ولایت کا خراج لے کر پہنچا۔ اور اس کے سامنے تیس کروڑ درہم رکھوا دیئے۔ مامون نے کہا کہ ہمارے اہل دربار اور عملہ اسکو دیکھتے ہوئے خالی ہاتھ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اور ہم اس کے مالک ہیں۔ یہ تو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اسی وقت اپنے وزیر محمد بن یزداد کو بلا کر کسی کو دس ہزار کسی کو بیس ہزار دلوایا اور فرمایا کہ جو کچھ بچ گیا ہے اس کو بخشی کے پاس بھیج دو وہ فوج میں تقسیم کر دے۔

حقیقت میں یہ بہت بڑی بخشش ہے۔ لیکن آمدنی کا خیال کیا جائے تو نہ اس سے کہیں بڑھ کر تھی۔

علوم و فنون آغاز اسلام میں مسلمانوں کو بوجہ جنگ وجہاد کے علوم و فنون کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں ملی خلفاء راشدین کے زمانہ میں ان کا علمی مشغلہ صرف قرآن اور روایت حدیث تھا۔ بنی امیہ کے عہد سے تدوین کتب شروع ہوئی اور تفسیر وحدیث کی بعض بعض کتابیں لکھی گئیں۔ سب سے پہلا شخص جس نے علوم دخیلہ کی طرف توجہ کی خالد بن یزید اول تھا۔ اس کو کیمیا کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اس نے مصر سے چند یونانیوں کو جو وہاں سکونت گزیں تھے شام میں بلایا اور ان سے اس فن کی بعض یونانی اور قبطی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا پھر خود بھی اس میں رسالے لکھے۔

بنی امیہ ہی کے عہد میں قبطی، سریانی اور فارسی زبانوں سے دفتر حکومت عربی میں منتقل کیا گیا۔ اس وقت سے غیر عرب بھی اس زبان کو سیکھنے لگے یا ایرانیوں کی ایک کثیر تعداد عربی داں ہو گئی۔

عباسی حکومت میں جب عربی اقوام سے تعلقات بڑھے تو خلفاء کو یہ شوق پیدا ہوا کہ ان کے علوم وفنون کو عربی میں منتقل فرمائیں۔ سب سے پہلے خلیفہ ابوجعفر منصور نے کتب قدیمہ کے ترجموں کی طرف توجہ کی اس کے لئے جورجیس بن جبرائیل نے جو جندیساپور کے شفاخانہ میں طبیب تھا طب کی کتابوں کا ترجمہ کیا ۱۴۸ھ میں منصور نے اس کو اپنے دربار میں بلایا۔ اور قدردانی فرما کر اس کے رتبہ کو بڑھا دیا۔ اس نے بقراط اور جالینوس کی متعدد کتابوں

کا ترجمہ کر ڈالا۔

جورجیس کے علاوہ اور لوگ بھی ۔ ۔ ۔ ۔ اس کام میں مشغول ہوئے
ابن المقفع نے کلیلہ و دمنہ کو فارسی سے عربی میں نقل کیا سنسکرت کی کتاب
سند ہند اور بطلیموس کی کتاب مجسطی اور اقلیدس کے مقالے عربی میں منتقل ہوئے
ہارون الرشید کے زمانہ میں یہ شوق اور ترقی کر گیا اس نے بیت الحکمۃ
کے نام سے ایک مکتب قائم کیا جس میں کتابوں کے ترجمے کئے جاتے تھے۔
اس میں اس نے مختلف اقوام و ملل کے علماء اور حکما اسی کام کے لئے ملازم رکھے
جنگ روم میں جب اس نے انگورہ اور عموریہ وغیرہ کو فتح کیا تو وہاں سے
بہت سی یونانی کتابیں مختلف علوم و فنون کی لایا۔ اور ان کا ترجمہ کرایا۔
برامکہ نے بھی اپنی فیاضی اور سخاوت سے مترجمین کی سرپرستی کی اور
بہت سے اہل علم کو اس کام میں لگایا۔

خلفاء عباسیہ میں مامون سب سے زیادہ صاحب علم و فضل تھا اس نے
بڑے بڑے ائمہ مثلاً یزیدی خلیل بصری اور کسائی وغیرہ سے علوم ادبیہ
کو حاصل کیا تھا۔ امام مالک سے حدیث پڑھی تھی اس کو چونکہ فلسفہ سے بھی
ذوق تھا اس لئے اس نے قیصر کو ایک خط لکھا کہ علوم قدیمہ کی جو کتابیں روم
میں محفوظ ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دی جائیں تاکہ ان میں گر تا پھیلے زد
ہماری قوم اس سے محفوظ ہے۔

مامون نے حجاج بن مطر یحییٰ بن البطریق۔ یوحنا بن ماسویہ اور بیت الحکمۃ کے مہتمم سلما وغیرہ کو بھیجا یہ جا کر وہاں سے کتابیں لائے اور پھر ان کے لئے مترجمین مقرر کئے۔

اس عہد میں یہ شوق اس قدر عام ہو گیا تھا کہ خلیفہ کے علاوہ امراء نے بھی اپنے یہاں دارالتراجم قائم کئے۔

بنو شاکر یعنی محمد، احمد، اور حسن تینوں نے روم سے فلسفہ، طب ہندسہ، حساب، اور موسیقی وغیرہ کی کتابیں منگوا کر ان کے ترجمے کرائے اور بیش قرار دولت اس کام میں صرف کی۔ حنین بن اسحاق، ثابت بن قرہ اور حبیش بن الحسن وغیرہ جیسے ممتاز اہل علم ترجمہ کیلئے ملازم تھے جن کی تنخواہوں کا ماہوار خرچ ۵۰۰ دینار تھا۔

مامون کے طبیب خاص جبریل بن بختیشوع نے بھی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

قسطا بن لوقا بعلبک کا ایک عیسائی تھا جو مختلف زبانیں جانتا تھا۔ اور طب، فلسفہ اور حساب اور موسیقی سے ذوق رکھتا تھا اس نے بھی یونانی زبان سے متعدد کتابیں عربی میں منتقل کیں۔

عہد مامونی کے مترجمین میں سب سے نامور یعقوب بن اسحٰق کندی تھا۔ اس کا سلسلہ نسب اشعث بن قیس بن معدی کرب مشہور قحطانی رئیس تک پہنچتا ہے

یہ شخص طب، فلسفہ، منطق، ہندسہ اور نجوم وغیرہ میں کامل تھا اسلام میں فلسفی اور حکیم کا لقب سب سے پہلے اسی کو ملا۔ اس نے ارسطو کے فلسفہ اور منطق کو عربی میں نقل کیا۔ اور ان میں جو مشکلات تھیں وہ بھی حل کر دیں۔

حنین بن اسحٰق طب میں فاضل تھا۔ اور یونانی، سریانی، فارسی اور عربی اچھی طرح جانتا تھا۔ ان ممالک میں اس نے سیاحی بھی کی تھی۔ ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ اس کے ترجمے نہایت اچھے ہیں۔

عمر بن فرخان طبری اور ثابت بن قرہ حرانی بھی اچھے مترجمین میں تھے۔

ان کے علاوہ اور بھی کثرت سے مترجمین تھے۔ جنہوں نے حساب، اعداد، لحن اور موسیقی وغیرہ ہر قسم کی کتابیں ترجمہ کیں جن کی وجہ سے علوم اسلامیہ و عربیہ کے علاوہ یونانی، رومی، قبطی اور فارسی، ہندی اقوام کے جملہ علوم و فنون عربی میں آ گئے اور امت اسلامیہ میں شائع ہو گئے۔

محیط زمین

مامون نے ہیئت کی کتابوں میں دیکھا کہ کرۂ زمین کا دور ۲۴۰۰۰ ہزار میل ہے۔ اس نے اس کی تحقیق کے لئے اہل ہیئت کی ایک جماعت متعین کی جن میں بنی شاکر بھی شامل تھے۔ ان لوگوں نے سنجار کے میدان کو جو مسطح تھا اس کام کے لیے منتخب کیا۔ وہاں ایک مقام پر قطب شمالی کا ارتفاع دریافت کر کے ایک کھونٹی گاڑی پھر بخط مستقیم

رسی باندھتے اور کھونٹیاں گاڑتے ہوئے اس کے شمالی جانب چلے گئے۔
جب ۶۶ ۲/۳ میل پر پہنچے تو دیکھا کہ قطب شمالی کا ارتفاع پورا ایک درجہ بڑھ گیا۔
اس لئے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ قطب کے ایک درجہ کے مقابل میں زمین
کی مسافت ۶۶ ۲/۳ میل پڑتی ہے۔

مزید تحقیق کے لئے اس مقام سے جہاں پہلے کھونٹی گاڑی تھی جنوب
کی طرف اسی طرح چلے اور جب ۶۶ ۲/۳ میل پہنچے تو دیکھا کہ ارتفاع قطب
ایک درجہ کم ہے اس لئے یقین ہو گیا کہ قطب کے ایک درجہ کی مطابقت زمین
کے ۶۶ ۲/۳ میل کے ساتھ بالکل ٹھیک ہے اب اس حساب سے آسمان کے ۳۶۰
درجوں کو ۶۶ ۲/۳ کے ساتھ ضرب دیا تو ۲۴۰۰۰ میل ہوئے۔

لیکن مامون کے دل کو تسلی نہیں ہوئی اس نے حکم دیا کہ کسی دوسرے
مقام پر بھی اسی طریقے سے تحقیقات کی جائے چنانچہ دوبارہ صحرائے کوفہ میں
یہی عمل کیا گیا۔ اور بالکل پہلی تحقیق کے مطابق ٹھہرا اس لئے یہ بات مسلم ہو گئی کہ
کرہ زمین کا محیط ۲۴ ہزار میل ہے۔

رصدگاہ

۲۱۴ھ میں مامون نے عراق کے ممتاز اہل ہیئت
و تنجیم مثلاً خالد بن عبدالملک مروروذی۔ سند
بن علی اور عباس بن سعید جوہری وغیرہ کو طلب کر کے شماسیہ میں ایک رصدگاہ
بنوائی۔ یحییٰ بن ابی منصور اس کا منتظم تھا۔

مامون کے منجم خاص ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے جس نے سب سے پہلے کتاب الجبر و المقابلہ لکھی۔ اسی رصدگاہ میں تحقیقات کر کے اپنی زیج مرتب کی جو ابن فزاری کی زیج سے فوقیت لے گئی۔

مامون کو اس ہنر پروری اور علمی دلچسپی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت تک دنیا میں جس قدر علوم و فنون تھے اہل اسلام ان سب کے مالک اور ان میں دیگر اقوام سے فائق رہے گئے۔ اسی بنیاد پر ہمارے ملک کے ایک مسلم دوست مورخ نے اس کو ابطال اسلام میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ وہی ان علوم کے وارکا حامل تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ خلیفۂ اسلام کا کام محض نشر و اشاعتِ علوم ہی نہیں ہے بلکہ اس کا اولین فرض یہ ہے کہ قانون شرع کے مطابق امت کی مہمات کو انجام دے اور اصول اسلام کی حمایت اور ان کا احترام کرے۔ اس حیثیت سے دیکھو گے تو مامون کی شخصیت بھی دیگر خلفاء عباسیہ کی طرح مستبد، جمہوریت کش امت کی آزادی بلکہ ان کی دینی حریت کو بھی سلب کرنے والی ملے گی جیسا کہ آئندہ صفحات سے روشن ہو جائے گا۔

مجالس علمیہ

مامون کو چونکہ بہ نسبت اپنے پیشرو خلفاء کے علم سے زیادہ ذوق تھا۔ اس لئے وہ ایک جماعت اہل علم کی ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ان سے علمی بحثیں کرتا تھا۔

بغداد میں اس وقت اگرچہ علوم دینیہ کو غلبہ تھا لیکن متکلمین کا ایک

گروہ پیدا ہو گیا تھا جو عقائدِ دین میں عقلی اصول کے ساتھ بحث کرتا تھا اور چند ایسے نتیجوں پر پہنچ گیا تھا جو علمائے دین کے مسلمہ عقائد سے مختلف تھا۔ اس لئے اس گروہ اور جمہور اہل اسلام میں ایک مخالفت قائم ہو گئی تھی۔

سب سے پہلے یہ اختلافات بصرہ میں پیدا ہوئے پھر وہاں سے منتقل ہو کر بغداد میں پہنچے اس جماعت کا بانی واصل بن عطار غزال اور عمرو بن عبید تھا جس کی خلیفہ منصور کے دربار میں بڑی عزت تھی۔

اس کے بعد اس کے سرغنے ابو ہذیل علاف ابراہیم بن سیار نظام بشر بن غیاث مریسی عمرو بن بحر جاحظ اور ثمامہ بن اشرس وغیرہ ہوئے یہی لوگ راس المتکلمین اور رؤسا اعتزال تھے۔

اہل سنت سے جن مسائل میں ان کا اختلاف تھا ان میں سے مندرجہ ذیل دو نہایت اہم تھے۔

(۱) **خلق افعال** یہ لوگ کہتے تھے کہ بندوں کے جس قدر افعال ہیں ان کے خالق وہ خود ہیں۔ اسی سبب سے وہ ان کے اوپر جزا و سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔

اہل سنت کہتے تھے کہ افعال کا بندوں سے بجز اس کے اور کچھ تعلق نہیں کہ ان کے توسط سے وہ صادر ہوتے ہیں۔ اصلی خالق ان کا اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) مسئلہ صفات ۔ معتزلہ ذات الٰہی کو صفات سے منزہ مانتے تھے۔ یعنی یہ کہ قدرت ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ حیات اور کلام وغیرہ جو صفات الٰہی ہیں بذاتِ خود قائم نہیں ہیں ورنہ قدما کا تعدد لازم آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی عین ذات کے لحاظ سے قادر۔ سمیع اور بصیر وغیرہ ہے۔

اہل سنت صفات کو عین ذات نہیں مانتے تھے بلکہ قائم بالذات کہتے تھے۔

اس سے یہ اختلاف پیدا ہوا کہ قرآن جو کلام اللہ ہے حادث ہے یا قدیم ہے۔ جمہور اس کو کلام کے صفت الٰہی ہونے کی وجہ سے قدیم اور غیر مخلوق کہتے تھے۔ لیکن معتزلہ کا قول تھا کہ ان حروف اور اصوات کو اللہ تعالیٰ ایک حادث جسم میں جس کو نبی کہتے ہیں پیدا کر دیتا ہے یہی ان کے نزدیک وحی کی حقیقت تھی۔

گو علماء اہل سنت مثلاً امام ابو حنیفہ۔ مالک۔ اور شافعی وغیرہ میں بھی باہم اختلافات تھے لیکن ان کا مرجع مسائل شرعیہ اور امور فرعیہ تھے اس لئے یہ اختلافات مخالفت کی حد تک نہیں پہنچے تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے اجتہاد اور استنباط کا احترام کرتا تھا۔ لیکن معتزلہ کے اختلافات چونکہ اصول دیانات سے تعلق رکھتے تھے اس لئے اہل سنت ان کو مبتدع قرار دیتے تھے اور ان کے ایمان میں خلل سمجھتے تھے اسی طرح

معتزلہ ان کو جاہل اور عامی کہتے تھے۔

دوسرا اختلاف سنی اور شیعہ کا تھا۔ اسلام میں جو دو سیاسی فرقے پیدا ہو گئے تھے یعنی شیعہ اور خارجی ان میں سے خارجی تو تقریباً فنا ہو چکے تھے۔ مگر شیعہ باقی تھے۔ اہل سنت کا قول تھا کہ خلفائے راشدین نے جس ترتیب سے خلافت پائی اسی ترتیب سے ان کا رتبہ اور استحقاق تھا۔ لیکن شیعہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے مستحق حضرت علی تھے اور ان کے بعد ان کی اولاد۔

اس جماعت کے بھی دو فرقے تھے ایک امامیہ جو غالی تھے اور خلفائے ثلاثہ کو غاصب قرار دیتے تھے دوسرے زیدیہ جن کے نزدیک خلافت کے مستحق گو حضرت علی تھے لیکن خلفائے ثلاثہ بھی چونکہ عادل تھے اس لیے ان کی شان میں گستاخی ناجائز سمجھتے تھے پھر ان میں سے بھی ہر ایک کی مختلف شاخیں تھیں۔ جن کے آرا اور خیالات میں اکثر اختلافات تھے۔

مامون جب مرو سے بغداد میں آیا تو اس نے اپنے علمی ذوق کی وجہ سے قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم کو حکم دیا کہ وہ پایۂ تخت کے علماء کو دربار میں لائیں۔ چنانچہ انھوں نے مختلف جماعتوں کے چالیس علماء جمع کر کے حاضر کئے۔ مامون نے مجلس مناظرہ قائم کی۔ سہ شنبہ کے دن یہ محفل منعقد ہوتی تھی خلیفہ بھی شریک ہوتا تھا۔ اور ہر فرقہ کے اہل علم آزادی کے ساتھ

بحث کرتے تھے یہاں تک کہا جاتا ہے اور شیعہ بھی اس کے سامنے مسئلے امامت پر بیباکی سے گفتگو کرتے تھے۔ اور معتزلہ اپنے عقائد کے اثبات میں دلیلیں لاتے تھے۔

اب تک اصحاب حدیث کے غلبہ کی وجہ سے کوئی شخص علانیہ کسی امر میں ان کی مخالفت نہیں کرتا تھا لیکن ان مجلس مناظرہ نے یہ راستہ کھول دیا۔

غالباً مامون کا مقصد اس سے یہ تھا کہ باہمی مناظرات سے اختلافات مٹ جائیں گے۔ اور تمام فرقے متفق اور ہم خیال ہو جائیں گے لیکن نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلا۔ کیونکہ اس نے خود ان بحثوں میں معتزلہ کے بعض عقائد کی تائید کی۔ خاص کر مسئلہ خلق قرآن میں اس لئے فقہا ان کے اثر سے جمہور اہل سنت ان کے مخالف ہو گئے۔

فتنہ خلق قرآن

۲۱۲ھ میں مامون نے خلق قرآن کے عقیدہ کا اعلان کیا۔ اسی وقت سے علماء اور فقہاء نے اس کو بدعتی۔ ملحد بلکہ کافر بھی کہنا شروع کیا۔ یہ مخالفت برابر بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ ۲۱۸ھ میں اس نے اپنی رائے کی حمایت میں اپنی قوت کو استعمال کرنا چاہا۔

اس زمانہ میں وہ شام میں جنگ کے لئے گیا ہوا تھا وہاں سے ربیع الاول ۲۱۸ھ میں امیر بغداد اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب کو ہدایت

سخت لہجہ میں ایک فرمان لکھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

خلیفہ اسلام ہونے کی حیثیت سے میرا یہ فرض ہے کہ میں اس دین کی حفاظت اور حمایت کروں ۔ میں دیکھتا ہوں کہ جہلا اور عام مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ اللہ اور اس کے کلام دونوں کو یکساں قدیم مانتے ہیں اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم موحد اور اہل حق ہیں اور دوسرے ملحد اور کافر۔ حالانکہ خود قرآن کی بہت سی آیتیں ان کے اس عقیدہ کی تردید کرتی ہیں۔

ریاکار اور جاہ پسند فقہا نے ان جاہلوں کا ساتھ دے کر ان کو اور بھڑکا رکھا ہے۔ لہذا ان کو جمع کر کے قاضیوں کے سامنے میرا یہ فرمان سنا دو۔ جو شخص قرآن کو مخلوق نہ کہے اس کا نام دفتر سے کاٹ دیا جائے ۔ اور اس کی شہادت ساقط الاعتبار سمجھی جائے۔

اسحق کو یہ فرمان بھی لکھا کہ وہاں کے مشایخ جمہور کو میرے پاس بھیج دو۔ اس نے ممتاز علمار حدیث مثلاً امام بن معین محمد بن سعد صاحب طبقات ابو خثیمہ زہیر بن حرب اور احمد بن ابراہیم دورقی وغیرہ کو بھیج دیا ان لوگوں نے ان کے سامنے جا کر خوف کی وجہ سے اقرار کر لیا کہ قرآن مخلوق ہے۔

مامون نے پھر اسحق کو حکم بھیجا کہ اس مسئلہ کے متعلق علمائے بغداد کے بیانات قلمبند کر کے میرے پاس بھیجو۔ اس نے بیس اہل علم کو جمع کیا اور ان کے اظہار لئے۔

سوالات و جوابات کی جو نوعیت تھی اس کو دکھانے کے لئے دو ایک بیان نمونتاً درج کرتا ہوں۔

اسحاق۔ قرآن کے مخلوق ہونے کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ ؟

علی بن مقاتل۔ میں اس سے پیشتر خود امیر المومنین سے اس کے بارے میں کہہ چکا ہوں

اسحاق۔ کیا قرآن مخلوق نہیں۔ ؟

علی۔ قرآن کلام اللہ ہے۔

اسحاق۔ میرا سوال یہ نہیں ہے۔

علی۔ اس کے سوا اور کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے۔ ہاں اگر امیر المومنین مجھ سے کسی بات کے کہنے کا حکم دیں گے، تو میں ان کی اطاعت کروں گا۔

علامہ بشیر بن ولید سے اسحاق نے پوچھا کہ تمہارا قرآن کے متعلق کیا ارادہ ہے

بشیر۔ میرا جو کچھ خیال ہے اس کو میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں۔

اسحٰق۔ لیکن اب پھر امیر المومنین کا فرمان آیا ہے۔

بشیر۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ قرآن کلام اللہ ہے۔

اسحٰق۔ میں یہ نہیں پوچھتا میرا سوال یہ ہے کہ وہ مخلوق ہے یا نہیں۔ ؟

بشیر۔ اللہ ہر شے کا خالق ہے۔

اسحاق۔ قرآن شے ہے۔

بشیر۔ بے شک۔

اسحاق۔ تو وہ مخلوق ہوا۔

بشیر۔ وہ خالق نہیں ہے۔

اسحاق۔ یہ تو جواب نہیں ہوا۔

بشیر۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خود امیرالمومنین سے بھی کہہ آیا تھا۔ کہ میں اس کے متعلق گفتگو کرنا نہیں چاہتا ہوں۔

اسحٰق نے تمام لوگوں کے بیانات لکھ کر بھیج دیئے۔ مامون نے نہایت برافروختہ ہو کر ایک طویل طومار لکھا۔ جس کو ایک قاصد کے ہاتھ بھیجا بغداد کے ائمہ حدیث اور فقہا پر ایک ایک کر کے رشوت خوری، خیانت دروغ گوئی۔ جہالت اور ریاکاری وغیرہ کی تہمتیں لگائیں اور آخر میں حکم لکھا کہ اگر یہ لوگ قرآن کو مخلوق نہ کہیں تو ان کو پابہ زنجیر میرے لشکر میں بھیج دو۔ دونوں شخصوں بشیر بن ولید اور ابراہیم بن مہدی کے بارے میں لکھا کہ ان سے توبہ کراؤ۔ اور اگر یہ اپنے عقیدہ سے باز نہ آئیں تو ان کو قتل کر دو۔

اسحٰق نے پھر اہل علم کو جمع کیا۔ اور یہ خط سنایا اس چنگیزی فرمان کو سنکر

بجز چار شخصوں کے سب نے قرآن کو مخلوق کہہ دیا وہ چاروں قید کیے گئے ان میں سے بھی ایک نے دوسرے دن اور دوسرے نے تیسرے دن اقرار کرلیا۔ اور چھوٹ گئے۔ صرف دو شخص امام احمد اور محمد بن نوح ثابت قدم رہ گئے۔ انھوں نے طے کرلیا تھا کہ ہم قرآن کو کبھی مخلوق نہیں کہیں گے

اسی درمیان میں مامون کا ایک اور حکم آیا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ بعضوں نے خوف کی وجہ سے اقرار کرلیا ہے لہذا ایسے منافقوں کو مقید کرکے میرے پاس بھیج دو۔

اسحٰق نے علما کی ایک جماعت کو بیڑیاں پہنا کر سپاہیوں کی حراست میں طرسوس کی جانب روانہ کیا۔ یہ لوگ مقام رقہ میں پہنچے تھے کہ وہاں مامون کے مرنے کی خبر آگئی۔ اس لئے پھر بغداد کو واپس بھیج دیئے گئے۔

مامون نے محض متعصبانہ ضد کی وجہ سے اس چھوٹے سے مسئلہ کو اٹھا کر امت میں تفریق پیدا کردی۔ اور ائمہ حدیث اور علمائے امت کو مصیبت اور آزمایش میں ڈال دیا۔ اس سے نہ صرف اس کی تنگ مزاجی اور فلسفیانہ دیوانگی کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی تنگ خیالی اور کوتاہ عقلی کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ اس کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں تھا کہ ایک علمی مسئلہ کو دینی عقیدہ قرار دیکر اپنی قوت کے زور سے جبراً لوگوں سے تسلیم کرانے بلکہ ان ائمہ اور پیشوایان دین سے جن کے سامنے وہ طفل مکتب کی حیثیت

بھی نہیں رکھتا تھا۔

مامون نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی معتصم ولیعہد کو تاکید کے ساتھ وصیت کر گیا کہ میرے بعد تم بھی اسی طرح ان علماء پر سختی جاری رکھنا۔ معتصم اگرچہ ایک سپاہی آدمی تھا۔ اور علم خاص کر فلسفہ سے زیادہ ذوق نہیں رکھتا تھا۔ لیکن بھائی کی وصیت اور نیز ان ارکان اعتزال کے اثر سے جو دربار میں رسوخ پائے ہوئے تھے۔ اس نے بھی اس تشدد کو جاری رکھا۔ امام احمد بن حنبل کو قیدخانہ سے بلوا کر تازیانوں سے پٹواتا تھا اور مجبور کرتا تھا کہ وہ قرآن کو مخلوق کہیں۔ انھوں نے تقریباً ڈھائی سال اس سختی کو برداشت کیا۔ اور صبر کے ساتھ اپنے عزم پر قائم رہے اکثر جب کوڑے پڑتے تھے تو بیہوش ہو جاتے تھے۔

معتصم کے بعد واثق نے بھی اپنے چچا اور باپ کی اس سنت کو جاری رکھا۔

اس زمانہ میں احمد بن نصر ایک ممتاز رئیس تھا۔ اس کا دادا مالک بن ہیثم چونکہ دعوت عباسیہ کے نقباء میں سے تھا اس لئے دربار خلافت میں اس کا خاندانی اثر اور اقتدار چلا آتا تھا۔ وہ اکثر ائمہ حدیث کی صحبتوں میں بیٹھا کرتا تھا۔ اور معتزلہ کا سخت دشمن تھا۔ چنانچہ باوجود واثق کے تشدد اور اپنی درباداری کے بھی اس نے خلق قرآن کے عقیدے کی علانیہ مخالفت کی۔ اور واثق اور اس کے رفقاء کو کافر کہنے لگا۔

عام مسلمانوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اس نے مخفی طور پر چند ہزار کی ایک جماعت تیار کی۔ ایک رات اس کو بغداد کی دونوں جانب تقسیم کیا اور ایک نقارہ رکھا کہ جس وقت یہ بجایا جائے دونوں سمت سے لوگ قصرِ خلافت پر حملہ کریں۔ لیکن بد قسمتی سے جو لوگ اس کے بجانے پر متعین تھے ان میں سے ایک شخص نے بینیذ پی لی تھی۔ اس نے وقت مقررہ سے قبل اس پر چوبیں مارنی شروع کر دیں۔ لوگ ابھی تک تیار نہیں ہوئے تھے۔ یہ آواز سنکر محمد بن ابراہیم نائب کوتوال موقع پر پہنچ گیا۔ وہاں اس کو اس سازش کا پتہ چل گیا۔ اس نے ان میں سے جس قدر لوگ مل سکے ان کو گرفتار کر کے قید کیا۔ اور صبح کو واثق کے دربار میں لے گیا واثق نے احمد بن نصر سے زیادہ گفتگو نہیں کی۔ صرف یہ پوچھا کہ تم قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ وہ کلام اللہ ہے۔ واثق نے حاضرین سے فتویٰ لے کر اس کو قتل کر دیا۔

پھر اس کے جسم کو سامرا میں سولی پر چڑھا دیا۔ اور سر کو بغداد میں بھیج دیا۔ کان میں ایک رقعہ لٹکا دیا جس پر لکھا ہوا تھا۔

یہ احمد بن نصر مشرک اور گمراہ کا سر ہے جس کو امیر المومنین نے
بغرض تقرب الٰہی خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔

مصر میں اس وقت امام ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ نہایت ممتاز

عالم اور امام شافعیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ واثق کو معلوم ہوا کہ وہ قرآن کو غیر مخلوق کہتے ہیں اس نے والی مصر کے نام حکم بھیجا کہ ان سے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار لو۔ وہ چونکہ امام مذکور کے ساتھ محبت اور حسنِ عقیدت رکھتا تھا۔ اس لئے ان کو یہ خط سنا کر بہت سمجھایا۔ اور کہا کہ آپ صرف میرے سامنے اقرار کرلیں تاکہ میں خلیفہ کو لکھ دوں اور آپ اس مصیبت سے بچ جائیں۔ انھوں نے کہا کہ میرے ماننے والے لاکھوں ہیں ان سب کی ذمہ داری میرے اوپر ہو گی۔ والی نے مجبور ہو کر ان کو خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔ اس نے قید کر دیا۔ اسی قید میں ۲۳۱ھ میں وہ انتقال کر گئے۔

اسی قسم کی سختیوں سے جمہور اس عقیدے میں اور بھی سخت ہو گئے یہاں تک کہ معتزلہ کا مذاق بھی اڑانے لگے۔ ایک بار عبادہ نے جو واثق کا ظریف الطبع درباری تھا اس سے کہا کہ جب قرآن مر جائے گا تو کیا ہوگا واثق نے کہا کہ قرآن کیوں مرے گا اس نے کہا کہ ہر مخلوق کے لئے فنا ہے اور وہ بھی مخلوق ہے ایک دن وہ ضرور مرے گا۔ پھر رمضان میں تراویح کیونکر پڑھی جائے گی یہ سنکر واثق ہنس پڑا۔ اور کہا کہ بس بس۔

واثق بھی اپنی سختیوں سے تنگ آ گیا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح اس ناگوار جھگڑے سے رہائی ملے۔ اس لئے کہ اس مسئلہ کی بدولت جمہور کے ساتھ مخالفت کی خلیج دن بدن وسیع تر ہوتی جاتی تھی۔ اور نفع کچھ

نہیں تھا۔

ایک دن ایک بڈھا آدمی اسی بارے میں پکڑا گیا۔ دربار میں لایا گیا۔ ابن ابی داؤد نے جس معتزلہ جو اس فتنہ کا اصلی بانی تھا اس سے سوال کیا کہ کیا قرآن مخلوق نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ اس کا جواب دینے سے پہلے میں خود تم سے سوال کرتا ہوں کہ اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بھی جانتے تھے یا نہیں۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ یقیناً جانتے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر انھوں نے لوگوں سے اس کا اقرار لیا یا خاموش رہے۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ خاموش رہے اس نے کہا کہ جس امر میں یہ لوگ خاموش رہے کیا اس میں تمہارے لئے خاموشی کی گنجائش نہیں ہے۔ ابن ابی داؤد چپ ہو گیا۔ واثق خوش ہوا اس نے بڈھے کو چھوڑ دیا۔ اس کے اس جملہ کو کہ کیا تمہارے لئے اس میں خاموشی کی گنجائش نہیں ہے اپنی زبان سے کئی بار دہرایا۔

ان وجوہات سے سختی کی آگ دبی پڑ گئی۔ ۲۳۲ھ میں جب متوکل خلیفہ ہو گیا تو اس نے یک قلم ان جھگڑوں کو موقوف کر دیا۔ اور لوگوں کو ان کے عقیدوں پر چھوڑ دیا۔ جمہور اہل اسلام خوش ہو گئے۔

احوال خارجہ

مامون کے ابتدائی عہد میں رومیوں سے کوئی جنگ نہیں پیش آئی لیکن جب انھوں نے جا بجا

اسلامی سرحدوں پر حملے کرنے شروع کئے۔ تو محرم ۲۱۵ھ مطابق مارچ ۸۳۰ء کو اسحاق بن ابراہیم کو اپنا قائم مقام کر کے بغداد سے فوجیں لیکر موصل کی طرف روانہ ہوا۔ اور منبج سے دابق وہاں سے انطاکیہ ہوتا ہوا طرسوس پہنچا۔ یہی سرحدی چھاؤنی تھی جولائی کے مہینے میں رومیوں کے ہاتھ سے قلعہ قرہ کو فتح کر کے ڈھا دیا۔ وہاں جس قدر رومی پکڑے گئے ان کو اپنی فوج سے ۵۶ ہزار دینار پر خرید کر آزاد کر دیا۔ اور ہر ایک کو زاد راہ کے لئے ایک ایک اشرفی دے کر رخصت کیا۔ یہیں سے اپنے غلام شناس کو قلعہ سندس کی طرف بھیجا اس نے اس پر قبضہ کر کے وہاں کے رئیس کو قتل کیا۔

عجیف اور جعفر کو فوج کے ساتھ قلعہ سنان کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے اطاعت قبول کر لی۔

ان فتوحات کے بعد وہ شام کی طرف واپس آیا یہاں یہ خبر پہنچی کہ قیصر روم نے طرسوس اور مصیصہ کے ۱۶۰۰ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا اس لئے پھر روم کی طرف پلٹا۔ پہلے مقام انطیغو پر قبضہ کیا۔ پھر معتصم کو فوج دے کر آگے بھیجا اس نے تین قلعے فتح کئے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم جو جماعت فقہاء میں سے وہ بھی ایک فوج لے کر طوانہ کی طرف گئے اور اس کو تاخت و تاراج کر کے واپس آئے۔

ان فتوحات کے بعد مامون بکیسوم ہوتا ہوا دمشق میں آیا۔ مصر میں چونکہ اضطرابات تھے اس لئے ۲۱۶ھ میں وہاں گیا۔ جابجا دورہ کرکے انتظام کو درست کیا۔

اہرام کے متعلق بعض لوگ یہ خیال رکھتے تھے کہ ان میں فراعنہ کے خزانے مدفون ہیں اس خیال سے ان میں سے ایک کو کھدوایا۔ لیکن کچھ مال برآمد نہ ہوا۔ اور صرفہ بہت پڑ گیا۔ اس وجہ سے چھوڑ دیا۔ لیکن یہ خیال بے بنیاد نہ تھا۔ چنانچہ آج کل مصر میں قدماء مصر کے قبرستان سے بے شمار قیمتی ذخائر برآمد ہوئے ہیں۔

مصر سے دمشق میں واپس آکر ۲۱۷ھ میں پھر روم پر فوج کشی کی۔ اور لولوہ کا جو بہت نامی اور مشہور قلعہ تھا محاصرہ کیا۔ عجیف کو وہاں چھوڑ کر آگے بڑھا۔ اس کو اہل قلعہ نے دھوکہ سے گرفتار کر لیا لیکن ۸ روز کے بعد چھوڑ دیا۔ اسی درمیان میں قیصر روم توفیل خود لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ مامون نے جب اس کی آمد کی خبر پائی تو عجیف کی مدد کے لئے پلٹا۔ قیصر بھاگ گیا۔ اہل قلعہ نے امان طلب کی جو منظور کر لی گئی۔

جمادی الثانی ۲۱۸ھ میں مامون نے اپنے بیٹے عباس کو طوانہ میں مقرر کیا۔ کہ اس کو آباد کرے اس نے ایک میل لمبا اور ایک میل چوڑا شہر آباد کیا۔ اور مختلف جنگجو قوموں کو وہاں لا کر بسا دیا۔ فصیل تین میل مدور

تھی۔ مامون رقہ میں آگیا۔ وہاں سے پھر روم کی طرف بڑھا لیکن طرسوس میں پہنچکر انتقال کر گیا۔

اخلاق و عادات

مامون تمام خلفاء عباسیہ میں حلم و عفو میں بے نظیر تھا۔ درگذر میں اس کو ایسی لذت ملتی تھی کہ اکثر خطاؤں کے بخشنے کے بعد وہ درگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کرنے کے لئے گر پڑتا تھا۔ خود اس کے دشمن بھی اگر اس کے سامنے آجاتے تھے تو ان کو معافی دے دیتا تھا۔ یہاں تک کہ فضل بن ربیع کے قصور کو بھی جو ان تمام برائیوں کا بانی تھا۔ جو امین کے ساتھ ہوئی تھیں اس نے بخش دیا۔

زید بن علی کا بیان ہے کہ مامون ایک دن کھانا کھا رہا تھا۔ درباریہ اہل دربار سب دستر خوان پر تھے۔ اور سعید خطیب اس کے پس پشت کھڑا ہوا اس کے محامد بیان کر رہا تھا۔ یکایک مامون کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ لوگوں نے سبب پوچھا اس نے کہا کہ کوئی رنج یا غم نہیں ہے، بلکہ دل میں اللہ تعالیٰ کے شکریہ کا ایک جذبہ پیدا ہوا جس کے باعث آنسو نکل پڑے۔ دیکھو یہ شخص (صحن میں فضل بن ربیع کی طرف اشارہ کر کے) ہارون کے زمانہ میں دربار میں کرسی زر پر بیٹھتا تھا۔ اس کے انداز سے اس وقت بھی میری بدخواہی نمایاں تھی لیکن اس کی بدگوئی اور چغلخوری سے ڈر کر میں اس کے ساتھ مدارات کرتا تھا۔ اور یہ اگر میرے سلام کا جواب دیتا تھا تو

تو میں خوش ہو جاتا تھا۔ ہارون کے بعد امین کو میرے خلاف اسی نے
ابھارا اور برادری کا رشتہ منقطع کرا کر باہم لڑا دیا۔ اور یہ چاہا کہ مجھ کو
گرفتار کر کے بے دست و پا بنا کر رکھے۔ اس کا بہترین سلوک میرے ساتھ
یہ تھا کہ علی بن عیسیٰ کو اس نے بجائے لوہے کے چاندی کی زنجیر دی تھی کہ میں اس
میں مقید کر کے لایا جاؤں۔ آج میرے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم یہ ہے کہ
وہ ذلت و خواری کے ساتھ میرے غلاموں کی صف میں بیٹھا ہے۔

پھر اس سعید خطیب کو دیکھو جو کل منبر پر چڑھ کر میری برائیاں کرتا
تھا اور مامون کے بجائے اس نے میرا نام ہامون رکھا تھا آج میری
مدح و ثنا میں اس طرح تر زبان ہے کہ گویا حضرت عیسیٰ یا محمد علیہما السلام
کی نعت خوانی کر رہا ہے۔

مامون کا قول تھا کہ لوگ اگر جانیں کہ عفو میں مجھ کو کس قدر مزا ملتا ہے
تو میرے پاس گناہوں کے تحفے لائیں لیکن مصر میں جو عجیب و غریب سختی اس
نے کی کہ وہاں کے باغیوں کو باوجود اطاعت قبول کر لینے کے بھی صفر
سنہ ۲۱۷ھ میں قتل کرا دیا۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو فروخت کر دیا یہ
اس کی اس صفت پر ایک نہایت بدنما داغ ہے۔

مامون علم و ادب میں بھی ممتاز تھا اور علماء کی بے حد قدر دانی
کرتا تھا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم متوفی سنہ ۲۴۲ھ کو جو اس زمانہ میں علوم ادبیہ و

اسلامیہ میں وحید عصر تھے دن رات اپنی مصاحبت میں رکھتا تھا اور وزراء سے بھی بالاتر اختیارات ان کو دے رکھے تھے۔

ان کا ادب اس قدر کرتا تھا کہ ایک رات جبکہ وہ اس کے قریب سو رہے تھے مامون پانی پینے کے لئے اٹھا اس خیال سے کہ کہیں ان کی نیند نہ ٹوٹ جائے نہایت آہستہ آہستہ جا کر پانی پیا۔ پھر دبے پاؤں آکر پلنگ پر لیٹ گیا۔ قاضی صاحب بیدار تھے۔ صبح کو انھوں نے کہا کہ امیرالمومنین رات کو میں نے آپ کا طرز عمل دیکھا کہ آپ نے میری نیند کا کس قدر احترام کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اچھے اخلاق و آداب نے آپ کو بادشاہ اور ہم کو آپ کا غلام بنایا ہے۔

کرم اور فیاضی میں وہ ہارون سے بھی سبقت لے گیا۔ شاعروں اور ادیبوں کو ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر ہزاروں اور لاکھوں درہم بخش دیتا تھا اس کی قدر دانیوں کی وجہ سے بغداد ہر قسم کے اہل فن کا مرجع و مرکز بنا ہوا تھا۔ شان و شوکت میں بھی وہ اپنے آبا و اجداد سے فوقیت رکھتا تھا روزانہ دس ہزار درہم اس کے دسترخوان کا صرفہ تھا۔

اس زمانہ کی دولت و ثروت اور جاہ و حشمت کا اندازہ کرنے کے لئے مامون کی ایک شادی کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

وزیر ذوالریاستین کے قتل کے بعد سنہ ۲۱۰ھ میں مامون نے

اس کے بھائی حسن بن سہل کی بیٹی بوران کے ساتھ شادی کا ارادہ کیا۔
حسن کی طرف سے مقام فم الصلح میں برات کے لئے انتظام کیا گیا۔ مامون مع اپنے اہل خاندان ارکان سلطنت و حشم و خدم کے گیا۔ ۱۹ دن تک وہاں جشن رہا اور حسن کی طرف سے شاہانہ مہمان نوازی ہوتی رہی اس نے کاغذ کے پرچوں پر گاؤں گھوڑے۔ درہم و دینار کی رقمیں لکھ کر مشک میں ان کی گولیاں بنا کر بنی ہاشم امراء فوج اور اعیان سلطنت کے اوپر نثار کیں اور ان سے کہہ دیا کہ جس کے ہاتھ میں جو پرچہ پڑے اس میں جو کچھ لکھا ہو اس کو خزانچی سے وصول کر لے۔

عام لوگوں پر درہم و دینار اور مشک وغیرہ وغیرہ بکھیرا۔

مامون کے لئے ایک فرش مکلل بجواہر سونے کے تاروں سے بنوایا گیا تھا۔ جب وہ اس پر بیٹھا تو دُرہائے شاہوار نثار کئے گئے۔

اس تقریب میں حسن بن سہل نے پانچ کروڑ درہم صرف کئے مامون جب وہاں سے واپس آنے لگا تو فم الصلح کو حسن کی جاگیر میں دے دیا اور ایک کروڑ درہم نقد اور فارس اور اہواز کا ایک سال کا خراج عطا فرمایا۔

مامون کے اخلاق میں سادگی اور وسعت تھی۔ بحثوں اور مناظروں میں لوگ سخت کلامی کر بیٹھتے تھے۔ لیکن وہ برداشت کرتا تھا جب اس کی رائے کسی معاملہ پر غلطی پر ہوتی تھی اور ارکان دولت میں سے کوئی اس کو

آگاہ کر دیتا تھا تو مان لیتا تھا۔

ایک بار اس نے فرمان لکھوایا کہ معاویہ بن ابی سفیان پر لعنت بھیجی جائے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم کو جب اس کا علم ہوا۔ تو انھوں نے جا کر اس سے کہا کہ عوام اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور کچھ عجب نہیں کہ اس سے فتنہ برپا ہو جائے اس لئے بہتر ہے کہ مذہبی عقیدہ میں ہر فرقہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ سیاست اور تدبیر ملکی کے لحاظ سے اس امر کا اظہار کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ خلیفہ کس خاص فرقے کی طرف میلان رکھتا ہے۔ مامون نے اس نصیحت کو سنکر فرمان کو روک دیا۔ اور شائع نہیں کیا لیکن دفتر میں مہر شدہ وہ محفوظ رہ گیا۔

اسی طرح شیعیت کے جذبہ میں ایک بار اس نے متعہ کے جواز کے اعلان کا حکم دیا۔ قاضی یحییٰ اس کے پاس گئے۔ اور کہا کہ متعہ تو زنا ہے۔ اس نے کہا کس دلیل سے۔ فرمایا کہ قرآن میں صرف بیویاں اور لونڈیاں مردوں کے لئے حلال کی گئی ہیں۔ ممتوعہ عورت نہ بیوی ہے کہ اس کو میراث ملے نہ کنیز ہے کہ بیچی جا سکے۔ پھر اس سے تمتع کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ مامون لاجواب ہو گیا۔ اور اپنے ارادہ سے باز رہا۔

مامون اپنے ایک ایک متعلقین کے اندرونی اور خانگی بلکہ عام رعایا کے جزئی سے جزئی حالات سے باخبر رہتا تھا اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ

معاملات میں کوئی اس کو کسی قسم کا فریب دے سکے۔

شعر فہمی کا ذوق صحیح رکھتا تھا اور خود بھی کبھی کبھی شعر کہتا تھا۔

موسیقی کا بھی شائق تھا اور نبیذ پیتا تھا۔

وفات ۲۱۸ھ میں جب رقہ سے روم کی طرف فوج کشی کی تو مقام بدندوں میں پہنچکر اس کو بخار آیا۔ اور ۱۸ رجب کو وہیں انتقال کر گیا۔ لوگوں نے طرسوس میں لے جاکر دفن کیا۔ عمر ۴۸ سال کی تھی۔ مدت خلافت ۲۰ سال پانچ مہینے تین دن رہی اس میں سے ابتدائی ۶ سال مرو میں گذارے۔

ولیعہدی مامون نے صرف ایک ہی ولیعہد اپنے بھائی معتصم کو بنایا۔ اور اس غلطی میں مبتلا نہیں ہوا جو اس کے پیشرو خلفاء کرتے چلے آئے تھے۔

وفات کے وقت سلطنت کے اہم امور کے متعلق اس کو مفصل وصیت نامہ لکھوادیا۔

معتصم
(۸)

ابواسحاق بن محمد ہارون الرشید۔ اس کی ولادت سنہ ۱۷۹ ہجری میں ایک کنیز ماردہ نامی کے شکم سے ہوئی تھی۔ مامون کے زمانہ میں شام اور مصر کا والی رہا۔ شجاعت کی وجہ سے مامون اس کی بہت قدر کرتا تھا یہی سبب تھا کہ اس نے اپنے بیٹے عباس کو چھوڑ کر اس کو ولیعہد مقرر کیا۔

مامون کی وفات کے دوسرے دن ۱۹ رجب سنہ ۲۱۸ھ مطابق ۱۰ اگست سنہ ۸۳۳ء کو طرسوس میں اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔

سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ طوانہ کو جسے مامون نے آباد کرایا تھا منہدم کرا کے ان لوگوں کو جو بسائے گئے تھے۔ ان کے گھروں کو واپس کیا۔ اور جس قدر ذخائر و اسلحہ وہاں جمع کئے گئے تھے ان سب کو اپنے ساتھ لایا اور جو نہیں لا سکا اس کو جلا دیا ۳۰ رشعبان کو بغداد میں پہنچا۔

وزارت معتصم کا پہلا وزیر فضل بن مروان بن ماسرخس تھا یہ شخص مذہبا عیسائی تھا معتصم کی شہزادگی میں اس کے کاتب

یحییٰ جرمقانی کے دفتر میں آکر ملازم ہوا تھا۔ چونکہ حساب کتاب میں ماہر اور خوش نویس تھا اس لئے یحییٰ کے بعد معتصم نے اسی کو سر دفتر کر دیا۔

ط سوں میں جب اس کی خلافت کی بیعت ہوئی تو فضل مذکور نے جو بغداد میں اس کا کارپرداز تھا اہل بغداد سے اس کے لئے بیعت لی اور سلطنت کے انتظام کو سنبھالا معتصم نے دارالخلافہ پہنچنے کے بعد اسی کو وزیر بنا لیا اور تمام ملکی معاملات اسی کے سپرد کر دیئے۔

فضل نے بوجہ قدامت کے معتصم پر غلبہ پا لیا۔ اور مستبدانہ روش اختیار کی۔ یہاں تک کہ اس کے احکام کی کبھی پرواہ نہیں کرتا تھا بلکہ بعض اوقات خود معتصم اپنے اخراجات کے لئے اس سے مال طلب کرتا تھا اور وہ نامنظور کر دیتا تھا۔

اہل غرض نے معتصم کو اس کے خلاف اکسایا۔ اس نے فضل کے استبداد کو روکنے کے لئے دو وزیر اور مقرر کئے۔ احمد بن عمار کو اخراجات کا دفتر اور نصر بن منصور کو خراج کا محکمہ سپرد کیا۔ فضل نے ان کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اور جھگڑے نے طول کھینچا۔ معتصم نے حساب کی جانچ کرائی تو اس کے ذمہ بقایا رقم برآمد ہوئی۔ اس غبن کی وجہ سے اس سے دس لاکھ دینار نقد وصول کئے نیز اس کا سارا اثاثہ جو اسی قدر قیمت کا تھا ضبط کر لیا اور موصل کے راستے میں ایک گاؤں سن میں اس کو قید کر دیا۔

احمد بن عمار و ابن زیات

فضل کے بعد وزارت عظمیٰ احمد بن عمار کو ملی لیکن اس کی ادبی لیاقت محدود تھی۔ اس لیے معتصم نے اس کو برطرف کر کے ابن زیات کو مقرر کیا اس کا نام محمد بن عبد الملک بن ابان بن حمزہ تھا۔ ابان ایک دیہاتی شخص تھا جو دسکرہ میں رہتا تھا اور وہاں سے تیل بغداد میں لاکر بیچتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ زیات کے لقب سے مشہور تھا۔ محمد نے بغداد میں علم ادب حاصل کیا اور شہرت پائی۔ ابو عثمان مازنی جو نحو کے امام تھے ان کو جب کسی مسئلہ میں دشواری پیش آتی تھی تو اس سے حل کراتے تھے۔ پہلے یہ دیوان خلافت میں کاتب تھا۔ احمد بن عمار وزیر نے ایک بار معتصم کے سامنے ایک کاغذ پیش کیا۔ جس میں کلار کا لفظ تھا اس نے پوچھا کہ کلار کس کو کہتے ہیں۔ احمد کو خود اس کا علم نہیں تھا معتصم نے کہا کہ خلیفہ امی اور وزیر جاہل پھر کام کیسے چلے۔ حکم دیا کہ دفتر سے کسی کاتب کو بلاؤ۔ ابن زیات بلایا گیا۔ اس نے اس کے معنی بتلائے۔ اور گھاس کی جتنی قسمیں ہیں اور ان کے لئے جو جو الفاظ ہیں ان سب کی تشریح کر دی معتصم اس کی لیاقت سے خوش ہوا اور قلمدان وزارت اس کے سپرد کر دیا۔ یہ معتصم۔ واثق بلکہ متوکل کے زمانہ تک اس عہدہ پر رہا۔

ابن ابی داؤد

احمد بن ابی داؤد ایادی اگرچہ وزیر نہیں تھا لیکن وزراء سے زیادہ اثر اور رسوخ رکھتا تھا۔ معتصم کے دربار میں اس کا وہی رتبہ تھا جو مامون کے یہاں قاضی یحییٰ بن اکثم کا تھا۔ یہ قنسرین کے ایک گاؤں کا باشندہ تھا اور اس کا خاندان تجارت پیشہ تھا۔ سنہ ۱۶۰ھ میں اس کی ولادت بصرہ میں ہوئی وہیں اس نے تعلیم و تربیت پائی پھر بغداد میں آیا۔ اور قاضی یحییٰ بن اکثم کی مجلسوں میں شریک ہونے لگا انھوں نے مامون کے حسب الحکم جب محفل مناظرہ کے لئے علما کا انتخاب کیا تو اس میں اس کو بھی شامل کیا اس کی بحث مامون کو بہت پسند آئی تھی۔ اس لئے وہ اس کی قدر کرتا تھا۔ وفات کے وقت معتصم کو بھی وصیت کر گیا کہ اس کو اپنے ہر مشورہ میں شریک رکھنا چنانچہ معتصم ابن ابی داؤد کی کسی بات کو مسترد نہیں کرتا تھا۔ اور جس امر کی وہ سفارش کرتا تھا اس کو منظور کر لیتا تھا۔

ایک بار یہ واقعہ پیش آیا کہ معتصم کے سپہ سالار افشین نے ایک عربی امیر ابودلف قاسم بن عیسیٰ عجلی پر ازراہ عداوت بغاوت کا الزام قائم کر کے چاہا کہ اس کو قصاص میں قتل کر دے ابن ابی داؤد کو یہ خبر معلوم ہوئی اس نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خلیفہ کے پاس جاتا ہوں تو دیر ہو جانے کی وجہ سے معاملہ ہاتھ سے جاتا رہیگا اس لئے فوراً سوار ہو کر

افشین کے یہاں پہنچا۔ دیکھا کہ جلاد تلوار لئے ہوئے ابو دلف کو قتل
کرنے کے واسطے تیار ہے۔ جلدی سے آگے بڑھکر افشین سے کہا کہ مجھکو
امیر المومنین نے یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ تم ابو دلف کو قتل نہ کرو بلکہ میرے
سپرد کرو۔ پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے
امیر المومنین کا حکم ایسے وقت جب کہ ابو دلف صحیح و سالم موجود ہے
پہنچا دیا۔ سب نے کہا کہ ہم شاہد ہیں۔ اس کے بعد وہ معتصم کے پاس گیا۔
اور سارا ماجرا سنا کر کہا کہ تنگیٔ وقت کے باعث میں نے دریافت کئے بغیر
یہ جرأت اس لئے کی کہ مجھے آپ کی حسنِ نیت پر کامل اعتماد تھا معتصم نے اس
کی کارروائی کو پسند کیا۔ آدمی بھیجکر ابو دلف کو بلایا اور اس کو رہا کر کے
انعام بخشا۔ پھر افشین کو طلب کیا۔ اور سختی کے ساتھ توبیخ کی کہ بلا اجازت
خلیفہ کے تم خود کس قانون سے قصاص لینے کا حق رکھتے ہو۔

ایک بار معتصم خالد بن یزید شیبانی سے اس بات پر سخت
ناراض ہوا کہ وہ اپنی ولایت کا خراج نہیں بھیجتا۔ اس کو طلب کیا اور سزا
دینی چاہی۔ ابن ابی داؤد نے سفارش کی لیکن معتصم نے نہیں مانا اور
غصہ میں خاموش رہا۔ یہ دیکھ کر ابن ابی داؤد اپنی کرسی چھوڑ کر پایئن
فرش پر جا بیٹھا۔ معتصم نے جب اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ مقربین میں ایسی
شخص کا بیٹھنا مناسب نہیں جس شخص کی سفارش نہ سنی جائے اس نے

کہا کہ تم اپنی جگہ پر آؤ۔ تمہاری سفارش سنی جائے گی۔ وہ خوش ہو کر اپنی کرسی پر جا کر بیٹھا۔ اور کہا کہ اس بات کا بھی اظہار ہونا چاہیئے کہ امیر المومنین نے اس کو اپنی خوشی سے چھوڑا ہے۔ معتصم نے خالد کو ایک خلعت اور چھ مہینہ کی تنخواہ عطا کر کے رخصت کیا۔

خالد چونکہ ممتاز رؤسا عرب میں سے تھا اس وجہ سے اس کی گرفتاری اور مصادرہ کی خبر سنکر بہت سے لوگ محل خلافت کے دروازے پر آکر جمع ہو گئے تھے۔ خلاف توقع جب وہ شاہی خلعت پہنکر نکلا تو سب نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے عرب کے سردار کو رہائی بخشی۔ خالد نے کہا کہ خاموش۔ عرب کا سردار میں نہیں ہوں بلکہ احمد بن ابو دؤاد ہے۔

معتصم کے عہد میں ترکوں کی کثرت کی وجہ سے عربی امراء جو برائے نام باقی رہ گئے تھے ان کی عزت صرف اسی ابن ابی دؤاد کی وجہ سے قائم تھی۔ کیونکہ اس کے اندر عربی عصبیت تھی۔ اور وہ ان کا بہت خیال رکھتا تھا۔

علوم فقہیہ میں ممتاز اور فن کلام میں ہیاج بن علاء سلمی اور واصل بن عطا غزال کبیر کا شاگرد تھا اسی وجہ سے مذہبًا معتزلی تھا۔ ائمہ اہل سنت پر مامون اور معتصم وغیرہ کے زمانہ میں جو سختیاں ہوئیں

ان سب کا محرک یہی تھا۔ اور مسئلہ خلقِ قرآن میں نہایت غلو رکھتا تھا۔

علویہ

معتصم کے آغاز عہد میں شیعہ امامیہ کے امام نہم محمد جواد نے پچیس سال کی عمر میں ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے نکاح میں مامون کی بیٹی ام الفضل تھی۔ بیوہ ہو جانے کے بعد وہ اپنے چچا معتصم کے یہاں آگئی۔ امام محمد جواد کے بیٹے ابوالحسن علی ہادی کی عمر اس وقت سات سال کی تھی شیعہ نے انہیں کو اپنا امام بنایا۔

زیدیہ جماعت کے امام محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن امام زین العابدین تھے۔ انھوں نے کوفہ سے طالقان میں جاکر اہل خراسان سے اپنی امامت کی بیعت لینی شروع کی۔ یہاں تک کہ ایک کثیر جماعت اس اطراف کی ان کے ساتھ ہو گئی۔ انھوں نے علی الاعلان اپنی امامت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ امیر خراسان عبداللہ بن طاہر نے ان کے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی۔ انھوں نے شکست کھائی اور وہاں سے دوسری سمت کو روانہ ہو گئے راستہ میں لنسا میں قیام کیا۔ اس ضلع کے عامل کو پتہ چل گیا اس نے گرفتار کر کے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دیا۔ اس نے معتصم کے یہاں روانہ کیا۔

معتصم نے ۲۱۹ھ میں سامرا میں ان کو قید کر دیا۔ عید کی شب کو جبکہ لوگ خوشی میں مشغول تھے وہ چند آدمیوں کی مدد سے قید خانہ سے نکلکر غائب ہو گئے اور پھر ان کے وجود کا کوئی سراغ نہیں لگ سکا۔ زیدیہ کی ایک جماعت اس بات کا اعتقاد رکھتی تھی کہ وہ امام مہدی ہیں اور زندہ غائب ہو گئے ہیں جب دنیا ظلم و ستم سے بھر جائے گی تو پھر ظاہر ہو کر اس کو عدل و انصاف سے معمور کر دیں گے۔ مسعودی کے بیان کے مطابق ۳۳۲ھ تک اس عقیدہ کے لوگ موجود تھے۔

فوج

معتصم خود فوجی آدمی تھا۔ اس وجہ سے اس کی توجہ فوج کی طرف زیادہ منعطف ہوئی۔ اس نے ترکوں کی بہادری اور شجاعت کو دیکھکر ان کی ایک کثیر تعداد فراہم کی۔ اور ہزاروں ترکی غلام خریدے اب ایرانیوں اور خراسانیوں کے ساتھ فوج کا غالب عنصر ترکی ہو گیا۔ عرب اس کے دفتر سے خارج کر دیئے گئے۔ صرف اہل مصر و یمن کی جس میں بیس تیس کے بیچ کچھ لوگ تھے مغاربہ کے نام سے ایک فوج باقی رکھی گئی۔

فرغانہ اور اشروسنہ کے ترک اس قدر وحشی اور جاہل مزاج تھے۔ کہ بغداد کی سڑکوں پر بے تحاشا گھوڑے دوڑاتے تھے جس سے اکثر عورتیں اور بچے وغیرہ ٹکرا کر زخمی ہوتے تھے۔ اور کبھی کبھی مر بھی جاتے تھے خراسانی

سپاہی ان کو پکڑ کر سزائیں دیتے تھے۔

یہ جھگڑے زیادہ بڑھے اور معتصم کے پاس شکایتیں پہنچیں اس نے یہ مناسب سمجھا کہ ایک نئی چھاؤنی بنا کر اس جدید لشکر کو وہاں رکھے چنانچہ سامرا آباد کیا۔

معتصم ترکوں کا ایسا قدردان تھا کہ اس نے ان کے لباس کو دوسری فوجوں کے لباس سے ممتاز رکھا۔ ان کا ملبوس ریشمی ہوتا تھا۔ جس پر طلا کاری کی جاتی تھی۔ اور پیٹیاں سنہری تھیں۔ اس نے ایغض میں سے چند رؤسا کو سپہ سالاری کے مناصب عطا کئے اور خلافت اسلامیہ کا مستقبل ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ ذیل میں ان میں سے بعض کا حال لکھتے ہیں۔

(۱) افشین ۔ اس کا نام حیدر بن کاؤس تھا۔ اور یہ اشروسنہ کے بادشاہ کا بیٹا تھا۔ جس کا خاندانی لقب افشین تھا۔ مامون کے عہد میں معتصم کے پاس آکر ملازم ہوا چونکہ اس میں شجاعت اور شہامت تھی۔ اس لئے معتصم نے اپنی ولایت مصر و شام کے زمانہ میں اس سے فوجی کام لئے۔ بر قہ میں ایک بار بغاوت کی شورش اٹھی تھی اس کو اسی نے جا کر دبایا تھا۔

خلیفہ ہو جانے کے بعد جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں معتصم نے اس کو

بابک خرمی کے مقابلہ پر متعین کیا۔ وہاں اس نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔
اور اس کو مع زن و بچہ کے گرفتار کر کے لایا معتصم اس سے اس قدر خوش
ہوا کہ جب اس کو واپسی کا حکم بھیجا تو روزانہ ہر منزل پر اس کے لئے گھوڑا اور
جوڑا بھیجتا تھا۔ اور جس وقت سامرا میں پہنچکر دربار میں داخل ہوا اس
وقت دو عدد مالائے مروارید اس کے گردن میں ڈالیں اور دس لاکھ
درہم اس کو اور دس لاکھ درہم اس کی فوج کو انعام دیا۔

معتصم نے جس وقت روم پر یورش کی اس وقت فوج کے تین
حصے کئے تھے ان میں سے اس حصہ کا سپہ سالار جس نے قیصر روم تو فیل کو
شکست دی تھی یہی افشین تھا اس فتح سے اس کا درجہ اور بھی بڑھ گیا۔

اب اپنی عظمت اور شوکت کو دیکھکر اس کے دل میں ہوس پیدا ہوئی
کہ بہ کسی طرح اپنے ملک یعنی بلاد ماوراء النہر کی مستقل بادشاہت حاصل کرے
اس کا اظہار اس طرح پر ہوا کہ بابک کی لڑائی میں نیز اس کے بعد بھی
اس کو جو کچھ صلے اور انعامات ملتے تھے وہ ان کو اپنے خاص آدمیوں کے
ہاتھ اپنے ملک میں بھیجتا تھا۔ راستہ میں خراسان تھا جہاں کا والی
عبداللہ بن طاہر جیسا بیدار مغز آدمی تھا۔ وہ ان آدمیوں کا جائزہ
لے کر خلیفہ کو ساری کیفیت سے مطلع کرتا رہتا تھا۔ افشین کو بھی اس کی
خبر ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ جب تک عبداللہ خراسان میں موجود ہے مجھ

کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس فکر میں پڑا کہ کسی صورت سے معتصم کو اس سے برگشتہ خاطر کرا دے۔ تاکہ وہ اس کو معزول کر کے مجھے اس کی جگہ پر مقرر کرے۔

اس زمانہ میں طبرستان میں مازیار نامی ایک نامور رئیس تھا۔ جو خاندان طاہریہ کا سخت دشمن تھا۔ وہ باوجود ماتحت ہونے کے اپنا خراج خراسان کے خزانہ میں نہیں داخل کرتا تھا۔ بلکہ براہ راست خلیفہ کے پاس بغداد میں بھیجتا تھا۔ بیت المال خلافت سے وہ رقم ولایت خراسان کے حوالہ کی جاتی تھی۔ اور اس کی رسید لی جاتی تھی۔

افشین نے یہ سوچا کہ مازیار کو عبداللہ کے مقابلہ میں اٹھا دے تاکہ اس شورش کو فرو کرنے کے لئے خلیفہ خراسان کی ولایت کا فرمان مجھ کو دے کر اس طرف روانہ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی نعاش کے نام اور قلم سے مازیار کے بھائی قوہیار کے پاس خطوط بھیجنے شروع کئے۔ جن میں اس کو عبداللہ سے بغاوت کرنے کی ترغیب دلائی۔

وہ دونوں بھائی یہ اشارہ پاکر سرکشی پر آمادہ ہو گئے۔ خراج روک دیا۔ اور طبرستان کے ایک کوہستانی مقام میں قلعہ گیر ہو گئے۔

عبداللہ نے اپنے چچا حسن بن حسن بن مصعب کو ایک فوج گراں کے ساتھ جرجان کی طرف روانہ کیا کہ باغیوں کے دستبرد سے اس کو محفوظ رکھے۔ معتصم نے بھی محمد بن ابراہیم بن مصعب کو بھیجا۔ پھر حسن بن قارون طبری سپہ سالار کو اس کی کمک کے لیے روانہ کیا۔ اور منصور بن حسن عامل دنباوند کو لکھا کہ تم رے کی طرف سے طبرستان پر فوج کشی کرو۔ افشین جیسا کہ اس کا خیال تھا اس مہم کے لیے نہیں طلب کیا گیا۔

مازیار کو جب چاروں طرف سے فوجوں نے محصور کر لیا۔ تو اس نے امان طلب کی۔ اور حسن بن حسن کے پاس حاضر ہو گیا۔ اس نے اس کو اپنے چچازاد بھائی محمد بن ابراہیم کے حوالہ کیا اور وہ اس کو لے کر خلیفہ کے پاس گیا۔ وہاں مازیار نے اصل حقیقت بیان کر دی اور اس کے بھائی نے افشین کی طرف سے جو خطوط گئے تھے ان سب کو خلیفہ کے سامنے رکھ دیا ان کے پڑھنے سے کھل گیا کہ یہ ساری کارروائی افشین کی تھی اور گو ظاہر میں وہ مسلمان ہے لیکن باطن میں اب تک اپنے آبائی دین پر قائم ہے۔ اور مسلمانوں کو مٹانے کی تدبیر میں مصروف ہے۔ کیونکہ ان خطوط میں سے ایک خط کا مضمون یہ تھا۔

اب اس عجمی دین روشن کی مدد کرنے والا میرے اور تمہارے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا۔ ایک بابک تھا مگر اس نے جہالت سے اپنے آپ کو ضائع کیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اس کو تباہی سے بچاؤں لیکن وہ حماقت سے میرے مشوروں پر عمل پیرا نہ ہوا۔

اب اگر تم بغاوت کرو گے تو چونکہ سارے جنگ آور سپاہی اور شہسوار میری ہی توجہ میں ہیں۔ اس لئے لامحالہ تمہاری مقابلہ کے لئے یہ لوگ مجھ ہی کو بھیجیں گے اس وقت ہم سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہ ہوگی۔ کیونکہ عرب کی مثال تو کتے کی ہے ان کے سامنے ٹکڑا ڈال دو اور لیٹھ سے ان کا سر کچل دو۔ یہ مغاربہ وہ بہت تھوڑے ہیں اور یہ شیطانوں کے بچے (خراسانی) گھڑی بھر تو مقابلہ کرسکتے ہیں جہاں ان کے تیر ختم ہوئے پھر ان کے اوپر حملہ کر کے سب کو قتل کردو۔ اس کے بعد یہ دین قدیم اپنی اصلی حالت پر آجائے گا۔

اس خط سے افشین کی بے دینی اور بدنیتی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی۔ قاضی احمد بن ابی دؤاد نے خلیفہ کے غلام لبناء کو حکم دیا کہ افشین

کو قید میں رکھو۔ چند دنوں کے بعد وہ قید میں مر گیا۔ ان کی نعش سولی پر لٹکا دی۔ پھر اس کو اسی لکڑی کے ساتھ جلا دیا۔

(۲) ایتاخ۔ یہ بلاد خزر کا باشندہ اور سلام ابرش کا غلام اور باورچی تھا۔ سنہ ۱۹۹ھ میں معتصم نے اس کو خرید لیا اور اسحق بن ابراہیم کا مددگار مقرر کر دیا۔

معتصم کو اس پر بہت اعتماد تھا۔ جب وہ کسی کو قید یا قتل کرنا چاہتا تھا تو اسی کے حوالہ کرتا تھا۔ روم کے حملے میں ایک حصہ فوج کا امیر اس کو بنایا۔ معتصم کے زمانہ میں برابر اپنے عہدہ پر قائم رہا۔ اور واثق کی خلافت میں مختار کل ہو گیا۔ دارالخلافہ کی ولایت فوج کی امیر الامرائی برید اور حجابت کے عہدے سب اس کے پاس تھے۔ سنہ ۲۲۵ء میں متوکل کے ابتدائی عہد میں قتل کیا گیا۔

(۳) اشناس۔ یہ بھی معتصم کا ایک زر خرید غلام تھا۔ اس کی بہادری کو دیکھ کر جنگ عموریہ میں معتصم نے اس کو مقدمۃ الجیش پر متعین کیا وہ اس کا ایسا قدردان تھا کہ سنہ ۲۲۵ھ میں اپنے سامنے دربار میں زریں کرسی پر بٹھا کر اس کو تاج پہنایا۔ اس کی بیٹی اترجہ کی شادی افشین کے بیٹے حسن کے ساتھ

خود اپنے اہتمام سے کی۔

واثق نے بھی ۲۲۸ھ میں اس کو تاج مرصع بخشا۔ اور دو مالائے مروارید عطا کیں، یہ برابر اپنے عہدے پر قائم رہا اور ۲۳۰ھ میں انتقال کر گیا۔

ان کے علاوہ عجیف بن عنبسہ وصیف اور بغا کبیر ابوموسیٰ وغیرہ بھی مشہور امرائے فوج میں تھے یہ سب کے سب ترک تھے۔ معتصم نے عربوں کو فوج سے نکال کر اپنی اولاد اور سلطنت کو اس بیرونی عنصر کے قبضہ میں کر دیا۔ کبھی کبھی وہ خود جب ان کے حالات کو دیکھتا تھا اور ان کی خود غرضی اور استبداد پر نظر ڈالتا تھا تو اپنی غلطی محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ ایک بار اس نے اسحٰق بن ابراہیم سے کہا بھی کہ میں نے چار شخصوں کی تربیت کی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی کام کا نہ نکلا۔ افشین کا جو حال ہوا وہ ظاہر ہے۔ اشناس سست اور بیکار ہے۔ ایتاخ سے کچھ توقع نہیں۔ اور وصیف کسی رخنہ کو بند نہیں کر سکتا۔

اسحٰق نے کہا کہ یہ لوگ نہ کسی معزز خاندان کے ہیں نہ قبیلہ کے۔ کہ ان کو اپنے باپ دادا کے ننگ و ناموس کا خیال ہو۔ ان کی مثال

ان شاخوں کی ہے جب بے اصل ہوتی ہیں۔ اور شاذ و نادر ہی برگ و
بار لاتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد سے بنی عباس پر جو زوال آیا
اور ان کی خلافت کمزور ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ مٹ گئی اس کی ساری
ذمہ داری معتصم پر ہے جس نے بے سوچے سمجھے خلافت اسلامیہ
کے مستقبل کو امرائے عرب کے ہاتھوں سے نکال کر غلاموں کے سپرد کر دیا۔
جو صرف اپنے عارضی اور دنیاوی فائدے کے خواہاں تھے نہ ان کو
قومی ناموس کا خیال تھا۔ نہ بقائے خلافت کی فکر تھی نہ اصول اسلام
کی حقیقت سے آگاہی تھی نہ وہ امت کے حقوق کا احترام کرتے تھے
چنانچہ اسی وجہ سے فلسطین میں ابو حرب مبرقع یمانی کی بغاوت
ظہور پذیر ہوئی۔

صورت یہ ہوئی کہ ایک ترکی سپاہی نے اس کے گھر میں
ٹھہرنا چاہا وہ اس وقت موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے سپاہی کو
اندر آنے سے روکا۔ اس نے اس عورت کو کوڑا مارا۔ جب ابو حرب
آیا تو اس کی بیوی نے اس سے کیفیت بیان کی اور کوڑے کی مار
کا نشان دکھایا۔ وہ اشتعال میں تلوار لے کر اس سپاہی کی طرف
بڑھا۔ اور اس کو قتل کر کے روپوش ہو گیا۔ اور منہ پر نقاب ڈال

کرا ردن کے پہاڑوں میں جا کر رہنے لگا۔ وہاں ایک عرصہ تک لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نواحی کے کاشتکار اس کی مظلومیت کی وجہ سے اس کے ساتھ ہو گئے۔ ان کو لے کر وہ یمن کی طرف پہنچا۔ یہاں کے بھی بعض رؤسار خاص کر ابن بیہس نے جو میر قبائل تھا اس کی حمایت کی معتصم نے رجار بن ایوب کو ایک ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا رجار نے دیکھا کہ ابو حرب کے ساتھ ایک لاکھ سے بھی زیادہ جمعیت ہے اس لئے وہ رک گیا۔ جب زراعت کاٹنے کا وقت آیا۔ اور ابو حرب کے ساتھی اپنے اپنے کھیتوں کے کاٹنے کو چلے اور اس کے پاس صرف دو ڈھائی ہزار آدمی رہ گئے تو رجار نے حملہ کیا۔ اور سب کو پکڑ کر دربار میں لایا۔

محاصل

جس طرح عہد مامون کی آمدنی کو اس زمانہ کے کاغذات سے نقل کر کے علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے میں ثبت کر دیا ہے اسی طرح معتصم کے عہد کے کل مالیہ کو قدامہ بن جعفر نے کتاب الخراج میں تفصیل وار لکھا ہے دونوں زمانے چونکہ بالکل متصل تھے اس لئے کوئی زیادہ تغیر اس میں نہیں ہوا۔ اور میزان تقریباً وہی رہی جو مامون کے عہد میں تھی اسی وجہ سے ہم نے اس کا یہاں

نقل کرنا بھی ضروری نہیں خیال کیا۔

احوال خارجیہ

معتصم کا ہمعصر روم میں قیصر توفیل تھا۔ جو مامون سے شکست کھا چکا تھا۔ اس کینہ کی وجہ سے وہ اسلامی سرحد پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈھ رہا تھا۔

جب معتصم کی فوجیں بابک کی مہم میں مشغول تھیں تو بابک نے توفیل کو لکھا کہ اسلامی فوج کا بڑا حصہ اس وقت میرے مقابلہ میں مصروف ہے۔ اگر ایسے موقع پر تم چڑھائی کر دو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر رومی بڑھے تو میرے اوپر سے بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

توفیل نے ایک لاکھ آدمی لے کر چڑھائی کی۔ زبطرہ میں پہنچکر آگ لگا دی۔ اور وہاں کے مسلمانوں کو قتل کیا۔ پھر ملطیہ کی طرف بڑھا۔ وہاں ایک ہزار مسلمان عورتوں کو گرفتار کیا۔ اس نواح میں جتنے قلعے اور آبادیاں تھیں۔ سب کو لوٹا اور جو مسلمان اس کے ہاتھ لگا اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی اور اس کے اعضا کاٹ کاٹ کر اس کو مار ڈالا۔

معتصم کے پاس جس وقت یہ اطلاعات موصول ہوئیں وہ بیتاب

ہو کر چیخ اٹھا۔ اسی وقت نفیر عام کا حکم دیا۔ مقدمۃ الجیش کو فوراً روانہ کیا۔ اور اپنی روانگی کی تیاری میں مصروف ہوا۔ طلایہ لشکر جس وقت زبطرہ میں پہنچا اس وقت رومی قتل و غارت کر کے جا چکے تھے۔ اب وہاں کے مسلمانوں کو اطمینان ہوا۔ اور وہ جا بجا سے آ آکر پھر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو گئے۔

بابک کی مہم سے فراغت کے بعد معتصم نے درباریوں سے پوچھا کہ رومیوں کا سب سے مضبوط قلعہ کون سا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ عموریہ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں توفیل پیدا ہوا تھا۔ معتصم نے کہا کہ زبطرہ میرا مولد ہے توفیل نے اس کو لوٹا ہے۔ تو میں عموریہ کو غارت کروں گا۔

اس نے اس عظیم الشان لشکر کو ہر قسم کے ساز و سامان سے درست کر کے روم پر فوج کشی کی۔ فوج کی ترتیب یہ تھی۔

مقدمۂ لشکر پر اشناس اور پھر محمد بن ابراہیم بن مصعب میمنہ پر ایتاخ میسرہ پر جعفر بن عبد اللہ خیاط۔ قلب میں خود معتصم تھا۔ افشین کو ایک فوج دے کر کہا کہ تم الحدث کے راستہ سے فلاں روز انگورہ پہنچو۔ اسی طرح اشناس کو بھی حکم دیا کہ اسی روز تم طرطوس کی طرف سے رومی سرحد میں داخل ہو جاؤ۔ لیکن

اشناس جب مرج اسقفت میں پہنچا تو وہاں اس کو معتصم کا حکم ملا کہ ٹھہر جاؤ۔ کیونکہ تمہارے سامنے قیصر ہے اور وہ دریائے لامس کو عبور کر کے اچانک حملہ کی تیاری میں ہے۔ اشناس نے وہاں تین دن توقف کیا۔ اس کے بعد اس کے جاسوسوں نے اطلاع آکر یہ دی کہ قیصر یہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اور اب وہ افشین کے پاس ناقہ سوار دوڑایا۔ اس نے فوراً معتصم کو اطلاع دی۔ معتصم نے افشین کے پاس ناقہ سوار دوڑایا کہ قیصر تمہاری گھات میں ہے تم رک جاؤ۔ جب ساری فوجیں ایک ساتھ مل جائیں تو پیش قدمی کریں۔

لیکن افشین کو یہ اطلاع نہیں پہنچنے پائی وہ آگے بڑھ گیا۔ قیصر سے مقابلہ ہوا۔ ہولناک معرکہ پیش آیا۔ دوپہر تک اسلامی فوج نے نقصان اٹھایا۔ لیکن اس کے بعد جب ترکی سوار حملہ آور ہوئے۔ تو رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شکست فاش کھا کر بھاگے افشین اس فتح کے بعد انگورہ کی طرف چلا اور وہاں معتصم اور اشناس کے ایک روز بعد پہنچا۔

قیصر اپنی متفرق اور ہزیمت خوردہ فوج کو جمع کر کے پھر تیار ہوا۔ معتصم نے اپنی فوج کے تین حصے کئے اور عموریہ کی طرف،

ان کو بڑھایا۔ میمنہ افشین کی ماتحتی میں تھا اور میسرہ اشناس۔ قلب میں خود معتصم تھا۔

عموریہ انگورہ سے سات منزل پر تھا پہلے وہاں اشناس پہنچا اس نے اپنی فوج کے ساتھ پورا چکر لگایا۔ اور دو میل کے فاصلہ پر فروکش ہو گیا۔ ۹ رمضان ۲۲۳ھ کو معتصم پہنچا اس نے بھی دورہ کر کے دوسری جانب اسی قدر فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا۔ پھر افشین آیا اس نے بھی یہی کیا۔

اسلامی فوج کے ہر حصہ کے پاس لکڑی کے بڑے بڑے برج تھے ان کو ہر طرف سے عموریہ کی فصیل کے متصل لگا کر لگا دیا۔ اور ان پر سے تیرباری شروع کی۔ قلعہ شکن آلات اور منجنیقیں نصب کر کے بڑے بڑے پتھر پھینکنے شروع کئے۔ جس کے صدمہ سے ایک جانب کی شہر پناہ ٹوٹ گئی۔ خندق کو پاٹ کر مسلمان اس طرف سے شہر میں گھسے۔ اور سخت جدال و قتال کے بعد اندر داخل گئے۔

زبطرہ اور ملطیہ میں رومیوں نے جس قدر مسلمانوں کی خونریزی کی تھی ان کا یہاں انتقام مل گیا۔ اور مال غنیمت اس قدر کہ جس کا شمار مشکل تھا۔

اس محاصرہ اور فتح میں کل پچپن ۵۵ دن صرف ہوئے۔

اسی حالت میں جب کہ اسلامی فوج دشمنوں کے ملک اور مقابلہ میں جہاد میں مصروف تھی یہ افسوسناک معاملہ پیش آیا کہ شاہزادہ عباس بن مامون نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے عجیف بن عنبسہ سے ملکر چند ترکی امرار کو اپنے ساتھ اس بات پر متفق کیا۔ کہ معتصم کو قتل کرا کے خود خلیفہ ہو جائے۔ لیکن اس سازش کا راز کھل گیا معتصم نے ان تمام امرار کو جو اس میں شریک تھے قتل کر ڈالا۔ اور عباس کو قید کر دیا۔ وہ قید کی سختی میں ہلاک ہو گیا۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد معتصم دارالخلافہ کی طرف پلٹا۔ جس دن سامرا میں داخل ہوا اس دن بہت بڑا جشن ہوا۔ دربار میں شعرار نے اس کی مدح میں قصائد سنائے۔

صفاتِ معتصم

معتصم کو ہارون یا مامون کی طرح علم وادب میں ذوق نہ تھا۔ اس کی نمایاں ترصفت شجاعت تھی۔ زمین کی آبادانی کا بھی بڑا خیال رکھتا تھا۔ وزیر ابن زیات کو حکم دے رکھا تھا کہ جو افتادہ زمین تم ایسی دیکھو کہ اس سال اس پر اگر دس درہم صرف کر دو تو سال آئندہ

میں اس سے گیارہ روپے وصول ہوں تو ایسے خرچ کے لئے مجھ سے منظوری حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

شہر سامرا کو اسی نے آباد کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ترکوں کی کثرت سے بغداد میں ان کی گنجایش نہیں رہی اور ان کی جہالت اور وحشت سے باشندوں کو اذیت ہونے لگی۔ نیز ایرانی اور ترکی سپاہیوں میں عداوت پیدا ہو گئی۔ اور معتصم کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان میں باہم خلفشار واقع نہ ہو جائے۔ اس لئے بغداد سے ۹۰ میل کے فاصلہ پر دجلہ کے کنارے اس مقام کو جہاں ہارون نے نہر قاطول نکالی تھی۔ اور اپنے لئے ایک قصر تعمیر کرایا تھا۔ چھاؤنی کے لئے منتخب کیا۔ ۲۲۳ھ میں وہاں جا کر اپنے لئے ایک محل اور فوج کے لئے مکانات بنوائے۔ بیچ میں جامع مسجد اور بازار تعمیر کرایا۔ اشناس اور اس کے ماتحت ترکی امراء کے لئے محلہ کرخ فیروز بنوایا۔ اور ان کو اس میں آباد کرا دیا۔ اور اس کے بعد اسی کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا۔ جس کی وجہ سے وہاں کی آبادی میں اس قدر ترقی ہو گئی کہ وہ بغداد کا مد مقابل ہو گیا۔

وفات یکم محرم ۲۲۷ھ کو معتصم کی بیماری کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور ۱۸ ربیع الاول ۲۲۷ھ مطابق ۵ جنوری ۸۴۲ء کو اس نے سامرا میں وفات پائی۔ مدت خلافت ۸ سال ۸ ماہ ۸ روز رہی۔

ولایت عہد معتصم نے بھی اپنے بعد صرف ایک ہی ولیعہد اپنے بیٹے ہارون کو بنایا۔

(۹) واثق

ابو جعفر ہارون بن معتصم بن ہارون الرشید یہ ایک رومی کنیز قراطیس کے شکم سے تھا سنہ ۱۸۶ھ میں مکہ کے راستے میں اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ معتصم کے وفات کے دن یوم پنجشنبہ ۸ ربیع الاول سنہ ۲۲۷ھ کو اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ اور اس کا لقب واثق باللہ رکھا گیا۔

یہ بڑا عالم، علم دوست اور فلسفیانہ خیالات کا تھا اس لئے مامون کی مجلس مناظرہ کو پھر زندہ کیا، جس میں ہر خیال کے علماء مجتمع ہو کر بحث کرتے تھے چونکہ یہ بھی اعتزال کا حامی تھا اس لئے اس کے زمانہ میں بھی مسئلہ خلق قرآن میں شدت زیادہ بڑھ گئی۔

وزارت

معتصم کے زمانہ میں واثق وزیر ابن زیات کا سخت دشمن تھا اور قسم کھا چکا تھا کہ جب میں خلیفہ

ہوں گا تو اس کو ضرور سزا دوں گا۔ لیکن بیعت خلافت کے بعد اس نے دیکھا کہ امرار میں سے کوئی اس قابل نہیں ہے کہ وزارت کے فرائض کو اچھی طرح انجام دے سکے۔ اس لئے مجبوراً اسی کو اس منصب پر قائم رکھا۔ اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ ابن زیات کا اثر اور رسوخ معتصم کے زمانہ سے بھی زیادہ اس کے عہد میں بڑھ گیا۔ اور یہی آخر تک اس کا وزیر رہا۔

فوج

واثق کے عہد میں بھی فوج کی وہی حالت رہی جو معتصم کے زمانہ میں تھی اور ترکی امرار بدستور اپنے مناصب پر قائم رہے۔ خاص کر اشناس کو بہت عروج ملا۔ واثق نے دربار میں اس کے سر پر تاج رکھکر اس کو سپہ سالار اعظم بنایا۔

معتصم کے عہد میں عرب کی اس قدر حرمت باقی تھی کہ ان کے اوپر عجمی فوج نہیں بھیجی جاتی تھی۔ لیکن واثق نے ان کا یہ احترام بھی اٹھا دیا۔ اور ترکی فوجوں سے ان کو پامال کرا دیا۔

شورش قبائل

اہل عرب جب ملکی اور فوجی مناصب سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ تو پھر ان میں وہی جاہلانہ بدویت پیدا ہونے لگی جو اسلام سے پہلے تھی اور تاخت تاراج اور غارتگری انھوں نے شروع کر دی۔

قیس عیلان کا سب سے قوی قبیلہ بنی سلیم تھا جو مدینہ کے متصل حرہ بنی سلیم میں سکونت رکھتا تھا۔ اس نے مدینہ کے قرب و جوار پر دست تعدی دراز کیا۔ اور لوٹ مار کرنے لگا۔ اس قبیلہ کے لوگ جب بازار میں جاتے اس میں ظلم و ستم کرتے اور چیزوں کو اپنے مقرر کردہ نرخ پر خریدتے۔

جمادی الثانی ۲۳۰ھ میں بنی سلیم کے رئیس عزیزہ بن قطاب نے بنی کنانہ اور باہلہ پر حملہ کیا۔ اور ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا واثق نے حماد بن جریر طبری کو دو سو سپاہیوں کے ساتھ مدینہ کی حفاظت پر متعین کیا۔ محمد ابن صالح امیر مدینہ نے حماد کو عزیزہ کے مقابلہ میں بھیجا۔ وہاں سے تین منزل کے فاصلہ پر مقام رویثیہ میں اس سے مقابلہ ہوا۔ حماد نے شکست کھائی اور مارا گیا۔ بنی سلیم نے اس کی فوج کا ساز و سامان لوٹ لیا۔ اور اب مدینہ پر بھی انھوں نے حملے شروع کر دیئے۔ خلیفہ نے بغا کبیر کو ترکی ایرانی نیز مغاربہ فوج کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مقدمہ لشکر پر طردوش ترکی تھا اس نے بنی سلیم کے پچاس آدمیوں کو قتل اور پچاس کو گرفتار کیا۔

جب بغا حرہ بنی سلیم میں پہنچا۔ تو اس نے اس قبیلے کے لوگوں کو جمع کر کے ان میں سے ایک ہزار آدمیوں کو جو شر اور فساد میں حصہ لیتے تھے

پکڑ لیا۔ ذی قعدہ سنہ ۲۲۳ھ میں ان کو مدینہ میں لاکر یزید بن معاویہ کے گھر میں بند کیا۔ اور خود حج کے لیے روانہ ہو گیا۔ واپسی میں قبیلۂ بنی ہلال کے تین سو آدمیوں کو جو رہزنی کرتے تھے پکڑ لیا اور بنی سلیم کے ساتھ ان کو بھی اسی گھر میں قید کر دیا۔

اسی اثنا میں اس کو بنی مرہ کی طرف جانا پڑا۔ کیونکہ ان لوگوں نے بھی شورش اٹھا رکھی تھی ادھر ان قیدیوں نے دیوار میں نقب لگائی اور چاہا کہ نکل جائیں۔ اہل شہر کو خبر ہو گئی۔ انھوں نے مجتمع ہو کر روکا۔ قیدیوں نے لڑنا شروع کیا۔ اہل مدینہ نے ان سب کو جن کی تعداد تیرہ سو سے زیادہ تھی قتل کر ڈالا۔ بغا جب آیا تو اس کو اس قدر جانوں کے ضائع ہو جانے پر بہت افسوس ہوا۔

بنی مرہ اور بنی فزارہ جو فدک پر قابض ہو گئے تھے ان کے پاس بغا نے ایک فزاری رئیس کو بھیجا کہ ان کو امان دے کر لاؤ اس نے جا کر شاہی فوج کی سطوت سے ان کو ڈرایا وہ ڈر کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ اور صرف چند اشخاص ان میں سے حاضر ہوئے۔

بغا نے بنی اشجع اور غطفان کو بھی امان دی اور ان سے حلف لیا کہ جب وہ بلائے جائیں گے۔ حاضر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بنی کلاب کو جمع کیا۔ تقریباً تین ہزار آدمی حاضر ہوئے ان

میں سے نیرہ سو اشخاص کو جو اہل فساد تھے پکڑ لیا۔ اور رمضان
سنہ ۲۳۱ھ میں ان کو مدینہ میں لاکر قید کر دیا۔ اور پھر حج کے لئے
مکہ کو گیا واپسی کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ اشجع اور غطفان ابھی تک
قتل و غارت سے باز نہیں آئے۔ اس لئے ان کو بلایا لیکن بجنر
دو ایک آدمیوں کے اور کوئی نہیں آیا۔

سنہ ۲۳۲ھ میں واثق نے حکم بھیجا کہ بنی نمیر بلاد یمامہ میں قتل و غارت
گری کر رہے ہیں ان کی طرف بڑھو۔ بغا اس طرف گیا انھوں نے مقابلہ
کیا۔ جس میں ان کے پچاس آدمی مقتول اور چالیس گرفتار ہوئے۔
وہاں سے وہ بنی نمیم کی ایک بستی مرأۃ کی طرف آیا اور ان کے پاس
کئی قاصد بھیجے۔ کہ تم لوگ سرکشی سے باز آؤ۔ لیکن وہ باز نہیں آئے۔
اور اس کے فرستادوں کو گالیاں دیتے رہے۔ بغا جب ان کی طرف
بڑھا۔ تو پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ اس لئے ایک دستہ فوج ان کے
پیچھے بھیجا۔ لیکن وہ ہاتھ نہ آئے آخر خود ان کے تعاقب میں چلا۔
مقام روضۃ الاباں میں مقابلہ ہو گیا۔ بغا نے محمد بن یوسف
جعفری کو ان کی فہمائش کے لئے بھیجا۔ انھوں نے ابن یوسف سے
کہا کہ ہم نے تمہاری حفاظت اور حمایت کی لیکن افسوس ہے کہ تم
نے ہماری قرابت اور حرمت کا کچھ خیال نہ کیا اور آج ان غلاموں اور

عجمی وحشیوں کو ہمارے مٹانے کو لائے اس کا مزا ہم تم کو چکھا دینگے۔

صبح کے وقت بنی تمیم نے اس طرح حملہ کیا کہ آگے پیادہ فوج کو رکھا اور پیچھے سواروں کو۔ ترکی فوج شکست کھا گئی۔ بغا بھی ایک طرف بھاگا۔ اور قریب تھا کہ مقتول ہو جائے۔ لیکن اسی اثنا میں دو سو ترکوں کا ایک دستہ جو بنی نمیر کے مقابلہ میں بھیجا گیا تھا واپس آ گیا اس نے یہ کیفیت دیکھکر اپنے طبل وکوس بجانے شروع کئے بنی تمیم کے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ کوئی تازہ دم فوج کمک کے لئے آ گئی۔ اس لئے وہ گھبرا گئے ان کے سواروں نے راہ گریز اختیار کی اور پیادے سب کے سب مارے گئے۔

بغا تین دن تک وہاں ٹھہرا جو لوگ بھاگ گئے تھے انھوں نے اس سے امان مانگی۔ بغا نے امان منظور نہیں کی سب کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنے ساتھ لے چلا۔ راستہ میں ایک مقام پر انھوں نے بھاگنے کی کوشش کی بغا نے ان کو کوڑوں سے خوب پٹوایا۔ ذیقعدہ ۲۳۲ھ میں ان کو لے کر بصرہ میں پہنچا۔ وہاں سے مدینہ کے عامل محمد بن صالح کو لکھا کہ بنی فزارہ مرہ، اور ثعلبہ وغیرہ کے جس قدر قیدیوں کو میں تمہاری حوالات میں چھوڑ آیا ہوں ان کو لے کر بغداد میں آ جاؤ۔ بغا وہاں سے کل قیدیوں کو جن کی تعداد ۲۲۰۰ تھی۔ خود لے کر سامرا پہونچا۔

مصادرۂ کتاب ہر چند کہ اس عہد میں دفاتر مرتب تھے لیکن ان کی جانچ پڑتال نہ ہونے کی وجہ سے اکثر کاتب خیانت پیشہ ہو گئے تھے۔ رشوت خوری کے علاوہ خود سرکاری مال غبن کرتے تھے۔ چنانچہ یہ عہدے بڑے قیمتی ہو گئے تھے اور بیش قرار رقمیں دیکر خریدے جاتے تھے۔

جو شخص کسی محکمہ میں کاتب ہوتا تھا وہ بہت جلد اغنیاء شہر میں شمار ہونے لگتا تھا۔ خلفاء اس بات کو دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے لیکن اس کا کوئی بند و بست نہیں کر سکتے تھے۔

ابتداء میں واثق چونکہ ان امور کی طرف سے غافل رہا اس وجہ سے اس کے عہد میں عاملوں اور کاتبوں کی خیانت اور بد دیانتی بہت بڑھ گئی۔ مجبوراً اس نے یہ طریقہ نکالا کہ جس کی ثروت اس کی جائز آمدنی سے زیادہ دیکھتا اس کے اوپر خیانت کا گمان کر کے جرمانہ میں ایک رقم اس سے وصول کر لیتا۔ محرروں کے علاوہ ہر دفتروں سے جو رقمیں اس نے اس طرح پر وصول کیں ان کی تفصیل یہ ہے:۔

احمد بن اسرائیل کاتب	۸۰۰۰۰	دینار
سلیمان بن وہب کاتب ایتاخ	۴۰۰۰۰۰	"
حسن بن وہب	۱۴۰۰۰	"

احمد بن خصیب اور اس کے ماتحتوں سے ۱۰۰۰۰۰۰ دینار
ابراہیم بن رباح اور اس کے ماتحتوں سے ۱۰۰۰۰۰ "
نجاح ۶۰۰۰۰ "
ابو الوزیر ۱۴۰۰۰۰ "

میزان ۱۷۹۴۰۰۰ دینار

لیکن یہ طریقہ نہ کسی اصول پر مبنی تھا نہ تعیین رقم کے لئے کوئی نظام تھا جس کی وجہ سے اہل غرض کو اس قسم کی تہمتیں لگانے کے موقع حاصل ہو گئے۔

احوال خارجیہ رومیوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ واثق کے عہد میں بھی جاری رہا۔ چونکہ دونوں فریق کے پاس ایک دوسرے کے اسیران جنگ تھے اسلئے باہم یہ طے ہوا کہ ان کا تبادلہ کر لیا جائے۔

پہلا تبادلہ ۱۱۲۷۰ اسیروں کا ہارون کے عہد میں دریائے لامس کے کنارے ہوا تھا پھر دوبارہ اسی کے زمانہ میں ۲۵۰۰ قیدی چھڑائے گئے یہ تیسرا تبادلہ تھا جو واثق کے عہد میں ہوا۔ دونوں فریق دریائے لامس کے ایک جانب اسیروں کو لے کر یوم عاشورا ۲۳۱ھ کو آئے وہاں دو پل بنائے گئے کہ ایک پر سے مسلمان قیدی آئیں اور دوسرے پر رومی قیدی جائیں۔ تبادلہ تعداد پر تھا۔ یعنی ایک اسیر کے بدلے میں ایک اسیر خواہ وہ کسی قسم کا ہو۔ اس موقع پر ۴۶۰۰ قیدی چھڑائے گئے۔ جن میں سے دو سو عورتیں اور بچے

اور پانچ سو ذمی تھے۔ سو ذمی مسلمانوں کے پاس بچ گئے۔ خاقان نے جو خلیفہ کی طرف سے اس کام کے لئے آیا تھا۔ ان کو بلا فدیہ چھوڑ دیا اور رومی امیر سے کہا کہ ہم نے اس لئے ان کو مفت آزاد کر دیا کہ اس تبادلہ میں بھی ہمارا احسان اور درجہ تمہارے اوپر غالب رہے۔

عجیب و غریب بات یہ تھی کہ قاضی احمد بن ابی داؤد نے اپنا ایک آدمی اس غرض کے لئے بھیجا کہ وہ جا کر مسلمان قیدیوں سے اس بات کا اقرار لے کہ قرآن مخلوق ہے جو اس کو مان لے وہ چھڑایا جائے اور جو اقرار نہ کرے وہ کافر ہے اس کو چھڑانے کی ضرورت نہیں اس سے اس کے اعتزال کے غلو کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

وفات واثق کی عمر کا چھتیسواں سال تھا کہ وہ مرض استسقاء میں مبتلا ہوا۔ اور ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ مطابق ۱۱ اگست ۸۴۷ء کو انتقال کر گیا۔ اس نے کسی کو اپنا ولیعہد نہیں بنایا۔

مدت خلافت پانچ سال نو ماہ اور گیارہ روز رہی۔

تمت

جاوید پریس میکلوڈ روڈ کراچی

طلوعِ اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ــــــــــــــــ

1. تنہا فکرِ انسانی (عقل) زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی راہنمائی کیلئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی۔
2. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ اس لئے نوعِ انسانی قرآن کے بغیر اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔
3. حق اور باطل کا معیار قرآن ہے۔ ہر وہ بات جو قرآن کے مطابق ہے صحیح ہے جو اس کے خلاف ہے غلط ہے۔
4. حضور نبی اکرمؐ انسانی سیرت و کردار کے بلند ترین مقام پر فائز تھے لیکن عجمی سازشوں نے ہماری تاریخ میں بہت سی ایسی چیزیں شامل کر رکھی ہیں جن سے حضورؐ کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے (خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں) یکسر غلط اور وضعی ہیں۔ حضورؐ کی سیرت کا صحیح معیار خود قرآن کریم ہے۔
5. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کے قیام کی عملی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔
6. اس عالمگیر نظامِ زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں (انہیں قوانینِ شریعت کہا جاتا ہے)۔ یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔
7. اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فردِ معاشرہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں رہتا۔ اسے ربوبیتِ عامہ یعنی تمام نوعِ انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
8. ربوبیتِ عامہ کے مقصدِ عظیم کے حصول کیلئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہوتی رہے۔ اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے۔ اسے قرآنی نظامِ ربوبیت کہا جاتا ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ابتداءً پاکستان میں اور اسکے بعد ساری دنیا میں قرآنی نظامِ ربوبیت قائم ہو جائے تاکہ صبغۃ اللہ کی روشنی میں انسان کی دبی ہوئی صلاحیتیں کامل نشوونما پا سکیں اور اس طرح زمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے۔

اگر آپ طلوعِ اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوعِ اسلام کا ساتھ دیجئے۔